حالم

نمرہ احمد کے خوبصورت ناول "حالم"

کا آخری باب۔

سفیر گھوڑے والی شہزادی

آخری قسط

نمرہ احمد

حالم (نمرہ احمد)

(آخری باب): "سفید گھوڑے والی شہزادی"

اس نے خواب میں دیکھا....

نیم اندھیرے میں ڈوبی گلی ویران پڑی ہے....

اکا دکا اسٹریٹ پول کی روشنی میں چند کچرے کے کین نظر آرہے ہیں....

گلی کے سرے پہ ایک مین ہول کا ڈھکن کھلا پڑا ہے....

وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی اس کے قریب جاتی ہے..

ڈھکن کے ساتھ کچھ زرد سا چمکتا ہوا نظر آرہا ہے....

تالیہ کے قدم اس کے ساتھ رکتے ہیں....

وہ جھک کے اس شے کو اٹھاتی ہے....

اسٹریٹ لیمپ کی روشنی میں وہ پتلیاں سکوڑ کے اسے بغور دیکھتی ہے....

وہ سفید رنگ کا خط کا لفافہ ہے....اور اس پہ قدیم جاوی رسم الخط میں تحریر ہے....

"چتری تاشہ بنت مراد کے نام۔"

نیچے شاہی مہر ہے اور خط بھیجنے کی تاریخ۔

پانچ سو تریسٹھ برس پہلے کی تاریخ۔

کسی جانور کے رونے کی آواز اس کی سماعت سے ٹکراتی ہے۔

وہ چونک کے سر اٹھاتی ہے۔

دور تاریک گلی کے سرے پہ ایک سفید ہرن کھڑا ہے....

اس کی بڑی بڑی سبز آنکھیں تالیہ پہ جمی ہیں.....

اس کے منہ سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں...

وہ تالیہ کو دیکھتے ہوئے پلٹ جاتا ہے...

وہ اس کے پیچھے جانے لگتی ہے لیکن اس کے قدم زنجیر ہو جاتے ہیں...

ہرن رات کی دھند میں تحلیل ہو جاتا ہے.... جیسے کبھی وہاں تھا ہی نہیں...

دھند ہر طرف پھیلنے لگتی ہے.... اور....

اس کی آنکھ کھل جاتی ہے.....

☆☆=========☆☆

صبح کی دودھیا روشنی اس اپارٹمنٹ بلڈنگ کے شیشوں سے اندر لونگ روم کو منور کیے ہوئے تھی۔ ایک طرف صوفے رکھے تھے اور دوسری جانب اوپن کچن تھا جہاں اس وقت تالیہ مراد بیٹھی صبح کی چائے کے گھونٹ بھر رہی تھی۔ ساتھ ہی وہ مسکرا کے اپنے اس چھوٹے سے اپارٹمنٹ کو دیکھ رہی تھی۔ لونگ روم کی قد آدم کھڑکیوں سے نیچے سڑک پہ بہتا ٹریفک دکھائی دے رہا تھا۔ ایک نئے دن کا آغاز ہو چکا تھا اور لوگوں کی اکثریت اپنے کاموں کے لیے روانہ ہوتی نظر آ رہی تھی۔

تالیہ مراد کے خوابوں کا سلسلہ عرصہ ہوئے تھم چکا تھا۔ لیکن آج وہ جس خواب سے بیدار ہوئی تھی وہ نہ صرف عجیب تھا بلکہ اس نے طبیعت مکدر کر دی تھی۔ اس کے خواب پھر سے کیوں شروع ہوئے؟ اور یہ ہرن... یہ اس نے پہلے کہاں دیکھا تھا؟ اور وہ خط؟ ان سارے سوالات کے جوابات اس کو شاید کبھی نہیں ملنے تھے۔ لیکن اس مین ہول کو وہ پہچانتی تھی۔ یہ جونکر اسٹریٹ کا مین ہول تھا جو تالیہ مراد کی دو دنیاؤں کے درمیان ٹنل بناتا تھا۔ کیا کسی نے دوسری دنیا سے اس کے لیے خط بھیجا تھا؟

(اونہوں۔) اس نے سر جھٹکا اور چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے ذہن بٹانے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ پیروں تک آتے ہلکے جامنی فراک میں ملبوس تھی۔ اور بالوں کو آدھا کیچر میں باندھ رکھا تھا۔ صبح کی مناسبت سے وہ کہیں جانے کو تیار لگتی تھی۔ سفید ہیٹ میز پہ اوندھا رکھا تھا اور ساتھ سنہری چین والا پرس تھا۔ پرس نیلے رنگ کا تھا۔ اس نے چائے پیتے ہوئے پرس پہ دوسرے ہاتھ کی انگلیاں پھیریں اور مسکرا دی۔

ایک زمانہ تھا جب وہ کاغذ پہ ایک محل بناتی تھی۔ اونچا محل۔ نیچے سبزہ زار۔ اور اس کے ساتھ نیلا پانی۔ لیکن سبزہ زار سے محل تک جانے کا راستہ بنانا وہ بھول جاتی تھی۔ اس راستے کو تلاش کرنے میں اسے ایک لمبا وقت لگا تھا۔ اور بالآخر وقت اس پہ مہربان ہو چکا تھا۔

اس کا دھیان خواب سے ہٹ چکا تھا اور وہ وقت کی اس مہربانی کا سوچ رہی تھی جو اس کے ساتھ ہو چکی تھی۔

وقت نے چند عام سے نوادرات کی قیمت بڑھا کے انہیں خزانہ بنا ڈالا تھا۔اور وقت نے ہی عصرہ کی وصیت منسوخ نہیں ہونے دی تھی۔تالیہ مراد کو اس کا خزانہ بالآخر مل گیا تھا۔لیکن اس خزانے کی قیمت بہت بڑی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ سر پہ ہیٹ پہنے'اپارٹمنٹ بلڈنگ کی لفٹ میں داخل ہو رہی تھی۔ہال وے کی بتیوں میں اس کے جامنی لباس کے سفید پھول چمک رہے تھے۔

ایسے ہی پھول اس جنگل میں ہوتے تھے جہاں شاہی خاندان کی چھوٹی سی لڑکی اپنے بابا کے ساتھ تیر اندازی سیکھنے جایا کرتی تھی۔وہ لڑکی جو محل سے نکال دی گئی تھی۔اب وہ ایک غریب لکڑہارے کی بیٹی تھی۔وہ کندھے پہ چرمی تھیلا اٹھائے'جنگل میں ستاروں کے ذریعے اپنے گھر کا راستہ تلاش کیا کرتی تھی۔وہ اپنے گاؤں کو بچانے نکلی تھی۔وقت کے ایک سفر پہ۔

سفید ہیٹ والی خوبصورت لڑکی چہرے پہ مسکراہٹ سجائے اب بلڈنگ کی لابی سے باہر نکل رہی تھی۔اس کے ہاتھ میں پہنی انگوٹھیوں کے نگینے دن کی روشنی میں چمک رہے تھے۔ایک انگوٹھی میں بیش قیمت زمرد جڑا تھا۔

ایسے ہی رنگ کا گھاس اس یتیم خانے کے باغ میں اُگا تھا جہاں وہ گم صم سی لڑکی تنہا بیٹھے تصویریں بنایا کرتی تھی۔اونچے محل'سبز گھاس اور نیلے پانی کی تصویریں۔کبھی نہ مل سکنے والے خوابوں کی تصویریں۔

ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھنے سے پہلے اس نے پرس سے ایک خستہ نوٹ نکالا اور بلڈنگ کے چوکیدار کو تھمایا۔

اس نوٹ نے بہت کچھ یاد کروایا تھا۔ایسے ہی نوٹوں سے بھرا ایک بیگ تھا جسے اس لڑکی نے ڈرتے ڈرتے ائیر پورٹ پہ کھولا تھا اور اس کی زندگی کی ساری کہانی ہی بدل گئی تھی۔

وہ ایک زرد ٹیکسی کی طرف آئی اور پتہ بتا کے پچھلی سیٹ پہ بیٹھی۔پھر ٹیکسی کا پیلا رنگ دیکھ کے وہ اداسی سے مسکرائی۔ایسے ہی پیلے سنہری زیورات کو وہ بدھو والی لڑکی کے ایل کی گلیوں میں عورتوں سے ٹکرا کے آگے بڑھتے ہوئے مہارت سے اتار لیا کرتی تھی۔تھوڑی دور جا کے وہ مٹھی میں دبی سنہری زیور کو اوپر فضا میں بلند کر کے دیکھتی اور مسکراتی تھی۔

ٹیکسی اب شہر کی سڑکوں پہ تیز رفتاری سے گزر رہی تھی۔ایک دکان کے سامنے گلابی رنگ کے پھولوں کے گملے رکھے تھے۔ان کا رنگ ایسا گلابی تھا جیسا ملاکہ کی شہزادی کے کامدار لباس کا ہوا کرتا تھا۔وہ نا خوش سی شہزادی جو وقت کی قید میں محل کے ایک ستون سے دوسرے تک بے چین سی چکر کاٹتی تھی....

ٹیکسی سگنل پہ رکی تو اس نے دیکھا....فٹ پاتھ پہ ایک نوجوان کافی کا مگ اور بریف کیس تھامے تیز تیز دوڑتا دکھائی دے رہا تھا۔اس کے مگ کا رنگ تالیہ کے اس مگ جیسا تھا جسے لیے وہ بارش میں فاتح کے پیچھے بھاگا کرتی تھی۔

ٹیکسی پھر سے چل پڑی تو اس نے بند کھڑکی کے شیشے کو دیکھا۔شیشے کی چمک مصر کے اس دریا جیسی تھی جس کا ایک خوفزدہ

اور اداس لڑکی نے بحری کروز پہ سفر کیا تھا۔

ٹیکسی منزلِ مقصود کے سامنے رکی تو تالیہ سیٹ بیلٹ ہٹا کے باہر نکلی۔ بیلٹ کا رنگ سرمئی تھا۔ ایسا ہی رنگ جو نکر اسٹریٹ کی سڑک کا تھا جس کے ایک مین ہول سے چند دن پہلے وہ باہر آئی تھی۔

وقت اسے پورے دائرے میں گھما کے واپس اس کی دنیا میں لے آیا تھا۔ اور اس دنیا کے سارے رنگ آج صرف تالیہ مراد کی کہانی بیان کر رہے تھے۔ آگے کیا ہونے والا تھا.....اسے کچھ خبر نہ تھی۔

اس عمارت کی لابی کی طرف جاتے ہوئے اس نے موبائل اسکرین پہ وقت دیکھا تو سامنے چمکتی نیوز فلیش نے اس کی توجہ کھینچ لی۔

وہاں تالیہ مراد کی عصرہ قتل کیس پہ ملوث ہونے کے بارے میں رپورٹ پیش کی جا رہی تھی۔

تالیہ کے ابرو تن گئے۔ صبح کی تازگی اس کے موڈ سے زائل ہو گئی۔

میڈیا کا اپنا ایک ٹرائل ہوتا ہے۔ اس میں ملزم کو صفائی کا موقع نہیں دیا جاتا۔ سوشل اور مین اسٹریم میڈیا...دونوں جگہوں پہ اس وقت تالیہ مراد کے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔ عصرہ محمود کی وصیت والی خبر بھی ان کے ہاتھ لگ چکی تھی۔ اور تالیہ مراد کے ہاتھ لگا خزانہ اسے مزید مجرم ثابت کر رہا تھا۔ وہ سر جھکائے افسوس سے فون اسکرین پہ انگلی پھیرتی اپنے بارے میں منفی کمنٹس پڑھتی رہی۔

اس خزانے کی ایک بھاری قیمت اس نے ادا کی تھی۔ لیکن مفت میں بھی کبھی کچھ ملا ہے کیا؟ یہ آخری جنگ بھی وہ ہمت سے لڑے گی۔ اس نے فون رکھا اور مطلوبہ اپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گئی۔

''میں یہاں آتے ہوئے اپنے بارے میں سوشل میڈیا پہ برے کمنٹس پڑھ رہی تھی۔''

کچھ دیر بعد وہ ایڈم کے سامنے اس کی لائبریری میں بیٹھی تھی۔ جدید طرز پہ بنی اس قدیم طرز سے متاثر شدہ لائبریری کے ریکس ان دونوں کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے جو آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ دونوں کے درمیان ایک میز تھی جس پہ کافی کے گرما گرم کپ اور تالیہ کا سفید ہیٹ دیگر اشیا کے ساتھ رکھا تھا۔

''آپ کو میں نے منع کیا تھا وہ منفی باتیں پڑھنے سے۔'' ایڈم خفگی سے بولا۔ تالیہ کی بہ نسبت وہ سادہ ٹی شرٹ اور ٹراوزرز میں ملبوس تھا جیسے اس کے آنے سے تھوڑی دیر پہلے جاگا ہو اور منہ پہ چھینٹے مارے ہوں۔

''ایک زمانہ تھا ایڈم.... جب اگر کوئی کم عقل انسان اول فول بولتا تو آس پاس بیٹھے دانا لوگ اسے جھڑک کے چپ کرا دیتے تھے۔ لیکن اب....'' وہ اداسی سے مسکرائی۔ سرخ انگوٹھی والی انگلی وہ مسلسل کافی کپ کے دہانے پہ پھیر رہی تھی۔ ''اب ہر

احمق اور ہر دانا انسان کو بولنے کا یکساں حق مل چکا ہے۔ ہم ایسے زمانے میں جی رہے ہیں جہاں لوگ انٹرنیٹ پہ سفید بیک گراؤنڈ پہ جلی حروف میں لکھے کسی بھی قول کا یقین کر لیتے ہیں۔ چوبارے پہ بیٹھ کے کسی کو برا بھلا کہنا کتنا مشکل تھا پہلے' ایڈم۔ اور آج یہی کام کی بورڈ کے پیچھے چھپ کر کرنا کتنا آسان ہے۔"

"مائنڈ اوور میٹر' پے تالیہ۔ آپ مائنڈ کرنا چھوڑ دیں تو وہ میٹر کرنا چھوڑ دینگے۔" وہ سوئی سوئی آنکھوں سے مسکرا کے بولا۔ اس کی اسٹڈی میں پھیلی فائلز اس بات کی غماز تھیں کہ وہ رات دیر تک جاگ کے تالیہ کا کیس اسٹڈی کرتا رہا ہے۔

"پھر بھی.... ہم ان برا بھلا کہنے والوں کو کیسے روک سکتے ہیں؟" وہ ایڈم کے پیچھے کھڑکی کو دیکھتے ہوئے سوچ میں گم کہہ رہی تھی۔

"ہم ان کو نہیں روک سکتے۔ خود کو روک سکتے ہیں۔ موقع ہونے کے باوجود کسی دوسرے کو برا کہنے سے۔ چاہے سر عام۔ چاہے کی بورڈ کے پیچھے سے۔"

"اب تم لگ رہے ہو پرانے ایڈم۔" تالیہ نے کپ اٹھاتے ہوئے مسکرا کے ایڈم کو دیکھا۔ "تقریباً پرانے ایڈم۔ کیونکہ کچھ تبدیلیاں نا قابل واپسی ہوتی ہیں۔"

"انسان میں ہر روز تبدیلی آتی ہے' پے تالیہ۔ جو لوگ بدلتے نہیں ہیں' ان سے ٹھہرے پانی کی بو آنے لگتی ہے۔ آپ بھی ایک شاہی خاندان کی چھوٹی شکاری لڑکی سے آج ایک....."

"چھوڑو اس قصے کو۔ میں پہلے ہی سارا راستہ یہی سوچتی آئی ہوں۔" اس نے برا منہ بنا کے ایڈم کو خاموش کرا دیا۔ شاہی مورخ نے شانے اچکائے۔ پھر اپنی اسٹڈی کے ریکس کو دیکھا اور افسوس سے سر جھٹکا۔

"کتابوں نے مجھے پکڑوا دیا ورنہ میں آپ کو یقین دلا چکا تھا کہ میری یادداشت چلی گئی ہے۔" ملال سے بولا تو تالیہ نے دونوں ابرو اٹھا کے اسے دیکھا۔

"یعنی تم اس جھوٹ کے ساتھ خوش تھے؟ اور ایک پرانے دوست کے مل جانے کی خوشی کا کیا؟"

"وہ آسان تھا۔" ایڈم نے ہلکے سے شانے اچکائے۔ "خیر.... چونکہ ہم دونوں جانتے ہیں کہ مسز عصرہ نے خودکشی کی تھی... تو اب اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔" اس نے ایک فولڈر اٹھایا اور کھول کے تالیہ کے سامنے رکھا۔

"میں مسز عصرہ کی فنانشل ٹرانزیکشنز دیکھ رہا تھا۔ مجھے کوئی غیر معمولی پے منٹ نہیں ملی۔ عصرہ نے جس شخص سے زہر منگوایا ہوگا' یا جس سے آپ کا کریڈٹ کارڈ ہیک کروایا ہوگا' اس کو پیسے کیسے دیے گئے؟ ہمیں ان پیسوں کا ثبوت نہیں مل رہا ہمیں۔"

"ہو سکتا ہے اس کے اکاؤنٹ میں نہ بھیجے ہوں بلکہ اس کو کیش دیا ہو۔"

''بے شک کیش دیا ہو لیکن کیش بینک سے نکلوایا تو ہو گا نا۔ ایسے کاموں پہ بہت خرچہ آتا ہے۔ اتنا کیش کوئی بھی گھر میں نہیں رکھتا۔ اور عصرہ نے ان دنوں میں کوئی بھاری رقم نہیں نکلوائی۔ اب سچوئیشن یہ ہے کہ نہ ہم اس شخص کا کوئی سراغ حاصل کر سکے ہیں' نہ اس کو دی جانے والی اجرت کا۔ اب ہم آپ کی بے گناہی کیسے ثابت کریں گے' چے تالیہ؟'' وہ فکر مند تھا۔''اوپر سے آپ نے وصیت کے نوادرات کو بیچ کے خود کو مزید مشکوک کر دیا ہے۔ عدالت یہی سمجھے گی کہ آپ اسی لیے چھ سال بعد آئی تھیں۔''

''میں عدالت کے خوف سے آزاد ہو چکی ہوں' ایڈم۔ میں اپنی بے گناہی ضرور ثابت کروں گی۔''

''آزاد یعنی؟'' اس نے غور سے تالیہ کا چہرہ دیکھا۔ وہ اس کے عقب میں روشن کھڑکی کو دیکھتے ہوئے سوچ سوچ کے بولنے لگی۔

''آزاد یعنی.... مجھے مستقبل کی فکر نہیں ہے۔ میرے پاس اپنے لیے کوئی پلان بھی نہیں ہے۔ مستقبل کا۔ اپنی زندگی کا۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ فاتح کی زندگی میں میری جگہ اب کیسے بنے گی۔ ایڈم.... مجھے کچھ نہیں پتہ۔ صرف ایک بات معلوم ہے۔ میں اپنی زندگی کے بر فیز میں یا غم زدہ رہی ہوں یا خوفزدہ۔ ماضی کا غم اور مستقبل کا خوف۔ مجھے ہمیشہ خوشی کی تلاش رہی ہے۔''

وہ بول رہی تھی اور ایڈم اس کی آنکھوں کو دھوپ سے سنہری پڑتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔ وہ پرانی تالیہ لگ رہی تھی۔ اور وہ نہیں بدلی تھی۔ یہی تو مسئلہ تھا کہ اسے تھوڑا بہت بدلنا چاہیے تھا۔

''میں ایک گول سیٹ کرتی تھی اور سوچتی تھی کہ جب یہ ہو جائے گا تو میں خوش ہو جاؤں گی۔ جب مجھے خزانہ ملے گا' جب مجھے محل ملے گا' جب مجھے فاتح ملے گا' جب میں فاتح کی زندگی میں اہم ہو جاؤں گی۔ میں یہاں تھی۔'' اس نے اپنے کافی کپ کی طرف اشارہ کیا جو میز پہ رکھا تھا۔ ''اور مجھے یہاں جانا تھا۔'' اس نے ڈیڑھ فٹ دور رکھے ایڈم کے کپ کی طرف انگلی گھمائی۔

''اور یہ درمیان کا راستہ....'' اس نے انگلی سے میز پہ نادیدہ لکیر کھینچی.... ''یہ راستہ ہمیشہ بے چینی سے گزرتا تھا۔ خوف' اضطراب' پریشانی... یہ تینوں میرے اس راستے کے ساتھی تھے۔ لیکن اب میں سوچتی ہوں کہ منزل اہم نہیں ہوتی۔ سفر اہم ہوتا ہے۔ جو سفر میں قانع اور خوش نہیں ہوتا' اسے منزل خوش نہیں کر سکتی۔ اس لیے اب میں منزل ملنے یا نہ ملنے کے خوف سے آزاد ہو چکی ہوں۔ اور اپنا سفر....''

''یعنی اپنا خزانہ....''

"یعنی اپنا خزانہ خوب انجوائے کر رہی ہوں۔ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔" مسکرا کے شانے اچکائے۔ پھر آگے کو ہوئی اور جتانے والے انداز میں یاد کرایا۔

"ہمیں نہ صرف میری بے گناہی ثابت کرنی ہے بلکہ ییشا تاج کا پردہ بھی فاش کرنا ہے۔ میرے پاس اپنے لیے پلان نہیں ہے لیکن فاتح کو ییشا سے بچانے کے لیے پلان ہے۔"

"اور وان فاتح اور تالیہ کا کیا؟" ایڈم نے بغور اسے دیکھا۔

اس سوال پہ تالیہ کافی دیر تک خاموش رہی۔ "ان کی زندگی میں میری جگہ نہیں ہے اب۔"

"یہ آپ خود سے فرض کر رہی ہیں۔"

"میں نے کہا نا اس دفعہ میرے پاس کوئی پلان نہیں ہے اور میں سفر کی بے چینی سے خود کو آزاد کر چکی ہوں۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ فی الحال....." اس نے فائلز کی طرف اشارہ کیا۔

"عصرہ کے فنانشلز دوبارہ دیکھو۔ بغیر پیسوں کے کوئی اتنا بڑا کام نہیں کروا سکتا۔ فاتح کے فنانشلز بھی چیک کرو۔ شاید عصرہ نے ان کے اکاؤنٹ سے پیسے نکلوائے ہوں۔ اشعر سے وہ ایسے کام کے لیے اتنا بڑا کیش نہیں لے سکتیں۔ اشعر مشکوک ہو جاتا اور وہ کسی کا شک افورڈ نہیں کر سکتی تھیں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ سنہری چین والا پرس کندھے پہ ڈالا اور ہیٹ سر پہ۔ ایڈم نے چونک کے اسے دیکھا۔

"آپ ابھی سے کہاں جا رہی ہیں.... مس مراد؟" دروازہ کھلتے دیکھ کے ایڈم نے ٹون بدل لی۔ لہجہ رسمی ہو گیا۔ تالیہ نے مڑ کے دیکھا۔ صوفی چند کاغذات لیے اندر آ رہی تھی۔ تالیہ نے واپس ایڈم کو دیکھا اور طنزیہ انداز میں ابرو اٹھا کے بنا آواز کے کہا (مس مراد؟ ہوں؟)

"آپ ابھی تو آئی تھیں؟" ایڈم نے اس کے تاثرات نظر انداز کر کے اسی لہجے میں پوچھا۔ صوفی بھی ساتھ آ کھڑی ہوئی اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے سری پردھانہ جانا ہے۔ پردھان منتری سے ملنے۔"

"پردھان منتری کے پاس روز روز کی ملاقات کا وقت ہے؟" ایڈم نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ "مجھے تو انٹرویو کے لیے کب سے وقت نہیں دیا۔"

"وقت نہیں ہے۔ لیکن ہر پردھان منتری کو لنچ بریک ملتی ہے ایڈم صاحب۔" طنزیہ انداز میں بولی۔ "آپ تب تک عصرہ کے فنانشلز میں کوئی بڑی رقم چیک کریں۔" وہ دروازہ کھول کے باہر نکل گئی۔ دروازہ بند ہوا تو صوفی نے اچنبھے سے ایڈم کو

دیکھا۔

''آپ لوگ بڑی رقم چیک کر رہے ہیں؟ میں تبھی غیر معمولی رقم چیک کر رہے ہیں۔'' وہ لہجے کو سرسری بنا کے بولی اور خالی کپ اٹھا لیے۔

''غیر معمولی رقم بڑی ہی ہوتی ہے۔'' ایڈم نے صفحے پلٹاتے ہوئے اسے ٹوکا۔

''میرے لیے؟ ہاں۔ میں تھوڑی سی تنخواہ پہ گزارا کرتی ہوں کیونکہ میرا تو باس ظالم ہے اور کنجوس بھی۔'' آنکھیں گھما کے اپنے باس کو دیکھا جس نے اس بات کو ان سنا کر دیا تھا۔ ''لیکن عصرہ تو ایک سیاسی بیوی تھیں۔ ڈیزائنر پہنتی تھیں۔ ڈیزائنر خریدتی تھیں۔ ان کی تو ہر ٹرانزیکشن عام انسان سے زیادہ ہوتی ہوگی۔ آپ کو غیر معمولی ڈھونڈنی ہے تو چھوٹی رقم ڈھونڈیں۔ اتنی چھوٹی رقم جو عصرہ کی طبیعت کے برخلاف ہو۔''

''واہ۔'' ایڈم نے چونک کے اسے دیکھا۔ ''تم کافی سمجھدار ہوگئی ہو صوفی۔''

وہ ٹرے میں فالتو اشیاء ڈالتے ہوئے خفگی سے بولی۔

''اگر آپ مجھے میٹنگ میں شامل کر لیتے.... (کان میں لگے آلے کی طرف اشارہ کیا جو ایڈم نے اپنی طرف سے بند کر رکھا تھا) تو میں پہلے ہی بتا دیتی۔''

مگر وہ نہیں سن رہا تھا۔ وہ تیزی سے فائل کے صفحے پلٹ رہا تھا۔ اس کو سوچ کا ایک نیا زاویہ ملا تھا۔

☆☆=========☆☆

سری پردھانہ کی کھڑکیوں پہ بارش کے قطرے آج بھی جمے تھے۔ وہ جب پترا جایا پہنچی تو بارش شروع ہو چکی تھی۔ پردھان منتری کا اسٹاف اب اس کو پہچاننے لگا تھا۔ پچھلی میٹنگ کے بعد فاتح نے اس کا سری پردھانہ کا انٹری پاس جاری کروا دیا تھا جس کے باعث اندر آنے میں آسانی تھی۔ اس کو داخلی فصیل سے ویٹنگ روم میں بٹھانے تک سب اس کو خاموش نظروں سے دیکھتے آئے تھے۔ وہ جانتی تھی وہ اس کے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے لیکن تالیہ مراد لوگوں کی آراء کے غم سے خود کو آزاد کرنے کی کوشش میں کسی حد تک کامیاب ہو چکی تھی۔

مکمل آزادی تو آج تک کسی انسان کو نہیں ملی۔

جس وقت وہ فاتح کے آفس میں داخل ہوئی' ایک نوجوان شیلف میں ایک سیاہ کور والی فائل رکھ رہا تھا۔ فاتح نے ایک نظر فائلز کے اس ڈھیر کو دیکھا جو وہاں جمع ہوتا جا رہا تھا... اور پھر اندر داخل ہوتی تالیہ کو.... پھر وہ مسکرا کے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی توجہ فائلز سے ہٹ گئی۔

نوجوان نے یاسیت سے اپنے پردھان منتری کی بکھرتی توجہ کو دیکھا اور پھر نووارد مہمان لڑکی کو۔ پھر سر جھٹک کے اداسی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"آؤ۔ بیٹھو۔ تم نے لنچ کیا؟" وہ سیٹ پہ واپس بیٹھتے ہوئے انٹرکام اٹھانے لگا۔

"ضرورت نہیں ہے۔ ناشتہ دیر سے کیا تھا۔ آپ نے لنچ کر لیا؟" جامنی فراک والی لڑکی کرسی پہ بیٹھی اور پرس میز پہ رکھا۔ سفید ہیٹ ترچھا کر کے سر پہ جما رکھا تھا۔ انداز یوں تھا گویا اس آفس میں روز کا آنا جانا ہو۔

"ٹھہر کے کروں گا۔" فاتح نے مسکرا کے اسے دیکھتے ہوئے انٹرکام پہ چائے کا آرڈر دیا۔ سفید شرٹ اور گرے ٹائی میں ملبوس' جیل سے بال دائیں جانب کیے... وہ آج بھی ویسا ہی لگ رہا تھا جیسا ہمیشہ لگا کرتا تھا۔ کوٹ پیچھے اسٹینڈ پہ لٹکا تھا اور سفید شرٹ کے کپ پہ لگے سلور کف لنکس چمک رہے تھے۔ تالیہ نے غور سے اس کے تازہ دم مسکراتے چہرے کو دیکھا۔ وہ تالیہ کے ساتھ بہت اچھی طرح سے پیش آیا تھا۔ رویہ بھی دوستانہ تھا۔ لیکن کیا وان فاتح ویسا ہی تھا؟

"تمہارے کیس کی تیاری کیسی جا رہی ہے؟" انٹرکام رکھ کے وہ ہاتھ باہم پھنسائے آگے کو ہوا اور توجہ سے پوچھنے لگا۔

تالیہ نے بے فکری سے کندھے اچکائے۔ "میں بے قصور ہوں۔ میں یہ ثابت کر لوں گی۔"

"تم ٹھیک ہو نا؟" وہ اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے اور دنیا اس میز کے اطراف سے ختم ہو چکی تھی۔

وان فاتح کے ساتھ وہ ہوتی تھی تو وقت یونہی تھم جاتا تھا۔ سوچوں کے سارے شور خاموش ہو جاتے تھے۔ میز کے گرد جیسے دائرہ سا کھنچ گیا تھا۔ روشنی کا دائرہ۔ اس دائرے کے پار سب دھواں بن کے فضا میں تحلیل ہو چکا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں' فاتح۔"

"اور ایڈم بن محمد.... وہ تمہاری مدد کر رہا ہے؟"

"ہوں۔ اس کی یادداشت چلی گئی تھی۔ آپ کو معلوم ہو گا۔" تالیہ نے پرکھنے والے انداز میں پوچھا۔ فاتح مسکرایا۔

"سیریسلی؟" ابرو اچکائے۔ ان کے دائرے کی روشنی تیز ہو رہی تھی۔ "تم نے اس کہانی پہ یقین کر لیا؟"

وہ ہلکا سا ہنس دی۔ "آپ نے بھی نہیں کیا؟"

"نہیں۔ وہ محض مجھ سے فاصلہ رکھنا چاہتا تھا۔ سو میرا اخلاقی فرض تھا کہ اس کی خواہش کا احترام کروں۔ جب کسی کی زندگی میں آپ کی جگہ نہ ہو تو اس کو مجبور نہیں کرنا چاہیے۔"

تالیہ کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سا ملال چمکا۔

''کیسے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی زندگی میں آپ کی جگہ ہے یا نہیں؟''

ان کے دائرے کی روشنی ماند پڑنے لگی۔کوئی تاریک سایہ سا تھا جو اس روشنی کو نگل رہا تھا۔

''معلوم نہیں کیا جاتا۔محسوس کیا جاتا ہے۔''

''اور جب محسوس ہو جائے کہ اس کی زندگی میں اپنی جگہ نہیں رہی تو کیا کرنا چاہیے؟''

''Graceful exit!'' وان فاتح نے مسکرا کے ابرو اچکائے۔وہ مسکرا بھی نہیں سکی۔بس اس کو دیکھے گئی۔

وہ آسیب جیسا سایہ دائرے کے اوپر چھانے لگا۔روشنی جہاں سے بھی آ رہی تھی' اس کا راستہ رک گیا۔اسے لگا ان دونوں کے درمیان سرمئی دھواں سا اٹھنے لگا ہو اور سارا منظر نامہ دھندلا گیا ہو۔

تالیہ نے پلکیں جھپک کے غور سے اسے دیکھنا چاہا لیکن دھواں گاڑھا ہو رہا تھا۔وہ فاتح کو ٹھیک سے پڑھ نہیں پا رہی۔

''کیا تم واقعی ٹھیک ہو؟'' وہ نرم سی فکرمندی سے پوچھ رہا تھا۔تالیہ کی نظر اس کے عقب میں پھسلی۔فاتح کے عقب میں بنی اونچی کھڑکی کے بلائنڈز اٹھے ہوئے تھے۔پیچھے سبز لان دکھائی دے رہا تھا۔

لان کے وسط میں ایک سفید ہرن کھڑا تھا۔اتنا کورا سفید کہ ذرا سی گرد بھی اس کو میلا کر سکتی تھی۔اس کی بڑی بڑی سبز آنکھیں تالیہ پہ جمی تھیں۔وہ آنکھیں کچھ کہہ رہی تھیں۔ان کی تحریر پڑھنا مشکل تھا۔

''تالیہ؟'' فاتح کی آواز پہ وہ چونکی۔وہ منتظر سا اسے دیکھ رہا تھا۔

''میڈیا...لوگ...حتیٰ کہ آپ کے اسٹافرز تک....سب میرے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔میں ٹھیک کیسے ہو سکتی ہوں؟'' اس کے انداز میں تلخی تھی۔چند لمحے قبل کی شگفتگی عنقا ہو چکی تھی۔

''آج سے کئی برس پہلے ہم امریکہ میں ایک قصہ سنا کرتے تھے۔اس عورت کا قصہ جس نے مک ڈونلڈز کو sue کیا تھا۔''

تالیہ کو اس قصے میں دلچسپی نہیں تھی۔وہ متلاشی نظروں سے کھڑکی کو دیکھنے لگی۔سفید ہرن اب وہاں نہیں تھا۔

''یاد ہے ایک زمانے میں امریکہ میں ایک عورت نے مک ڈونلڈز کو اس وجہ سے sue کیا تھا کہ وہ کافی کپ کے اوپر یہ کیوں نہیں لکھتے کہ کافی گرم ہے۔اور عدالت نے اس کے حق میں فیصلہ دیا۔مک ڈونلڈز نے دو ملین کا ہرجانہ ادا کیا۔صرف اس لیے کہ انہوں نے کپ پہ ''گرم'' نہیں لکھا تھا۔''

''میں نے یہ قصہ سن رکھا ہے۔'' اس کی نظریں سبزہ زار میں اس ہرن کو تلاش کر رہی تھیں۔مگر وہ کہیں نہیں تھا۔

''قریباً سب نے سن رکھا ہے۔ایک احمقانہ مقدمہ۔یہ تو کامن سینس کی بات ہے کہ کافی گرم ہوتی ہے۔لکھنے کی کیا تک

بنتی ہے؟ تعجب کی بات کہ وہ عورت مقدمہ جیت بھی گئی۔ اس زمانے میں امریکی میڈیا نے اس عورت کو بہت لعن طعن کیا تھا۔ اور لوگوں نے بھی کیونکہ یہ وہ کہانی تھی جو میڈیا نے انہیں سنائی۔ اپنی مرضی کا سچ۔ جانتی ہو اس عورت کی اصل کہانی کیا تھی؟"

تالیہ نے واپس فاتح کو دیکھا۔ ان کے دائرے کی روشنی مدھم ہو چکی تھی لیکن ابھی بجھی نہیں تھی۔ اس نے اپنی توجہ فاتح کے قصے کی طرف مبذول کرنی چاہی۔

"سچ یہ تھا کہ وہ ایک ستر سال کی بوڑھی عورت تھی جس نے ڈرائیو تھرو سے مک ڈونلڈز کی کافی لی تھی۔ اس کے بھانجے نے وہ کافی اسے تھمائی تو بوڑھی عورت نے اسے اپنی گود میں رکھا۔ مگر کافی چھلک گئی اور اس کی ٹانگوں کو بری طرح جلا گئی۔ وجہ؟ کیونکہ مک ڈونلڈز کی کافی..... فارن ہائیٹ جتنی گرم ہوتی تھی۔ کسی بھی دوسری کافی شاپ سے کئی گنا ابلتی ہوئی۔ مک ڈونلڈز کو اس وقت تک سات سو سے زیادہ شکایات آ چکی تھیں کہ آپ کی کافی بہت گرم ہوتی ہے۔ لیکن مک ڈونلڈز نے کان نہ دھرے۔"

وہ اداس مسکراہٹ کے ساتھ فاتح کو بولتے سنے گئی۔ کتنا عرصہ ہو گیا تھا اس کے قصے سنے ہوئے؟ چھ دن؟ یا چھ سال؟

"وہ عورت اتنی بری طرح جلی کہ بستر مرگ پہ آ گئی۔ اولاد کا روزگار ختم ہو گیا۔ اسے وہ دو ملین ڈالرز آخر میں ملے بھی نہیں۔ چند ہزار ڈالرز دے کر مک ڈونلڈز نے جان چھڑائی۔ اور کیس ختم ہو گیا۔ لیکن capitalist میڈیا نے مجھے اور تمہیں وہ کہانی سنائی جو ان کے سرمایادارانہ نظام کی منشا کے مطابق تھی۔ میڈیا کبھی نہیں بدلتا۔ میڈیا تمہارے اور میرے ساتھ آج بھی وہی کر رہا ہے جو اس وقت کافی سے جلنے والی بوڑھی عورت کے ساتھ کر رہا تھا۔"

"میڈیا کبھی میرا سچ نہیں دکھائے گا۔ مجھے اپنا سچ خود دکھانا ہو گا۔" وہ تلخی سے مسکرائی۔ "لیکن.... آپ کے ساتھ میڈیا کیا کر رہا ہے؟" ناسمجھی سے پوچھا۔

فاتح نے گہری سانس لی اور پیچھے کو ہوا۔ "ٹی وی کھول لو۔ سوشل میڈیا دیکھ لو۔ ہر جگہ وان فاتح تنقید کی زد میں ہوتا ہے۔" اس نے مسکرا کے شانے اچکائے۔

"آپ اپنی جاب سے خوش نہیں ہیں؟" اس نے اچنبھے سے سوال پوچھا۔ "یہی تو آپ کا خواب تھا۔ یہی تو آپ چاہتے تھے' فاتح۔ پھر کیوں؟"

"اس کیوں کا سوال مجھے بھی ان چھ سالوں میں نہیں ملا۔" فاتح نے پیچھے کو ٹیک لگائے اطراف میں اپنے شاہانہ آفس کے در و دیوار کو دیکھا۔ "یہ ویسا نہیں ہے جیسا میں نے تصور کیا تھا۔ میں نے سوچا تھا' تالیہ.... میرے پاس میرے ملک کی باگ دوڑ ہو گی تو میں اس میں ملک کی بہتری کے فیصلے کروں گا۔ لیکن جب سے میں اس کرسی پہ آیا ہوں... مجھے اس کرسی کو بچانے کو

ترجیح دینی پڑتی ہے۔اگر یہ کرسی چلی گئی تو میں کچھ نہیں کر پاؤں گا اس لیے پہلے کرسی۔پھر کچھ اور۔"

"اور آپ پچھلے کئی سال سے اس کرسی کو بچا رہے ہیں۔ ہر طرف سے۔ ہر ایک کے ہاتھ سے۔" اس نے سمجھتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔اس کا دھیان اپنے دائرے کی روشنی سے ہٹ چکا تھا۔

"لیکن میں نے ملک کے حالات دیکھے ہیں۔آپ نے اچھے فیصلے بھی کیے ہیں' فاتح۔آپ نے بہت اچھے قوانین بنائے ہیں۔"

"مگر یہ ویسا نہیں ہے جیسا میں چاہتا تھا۔میں اس سے بہت زیادہ کرنا چاہتا تھا۔"

"مگر یہ لوگ آپ کو کچھ کرنے نہیں دے رہے۔آپ کے دشمن بڑھتے جا رہے ہیں۔" وہ اس کا چہرہ پڑھ رہی تھی۔"کبھی آپ نے سوچا کہ آپ کے دشمن آپ کے قریبی لوگوں کو بھی غداری کرنے پہ مجبور کر سکتے ہیں؟"

دائرہ اب بجھنے کے قریب تھا۔روشنی کم ہوئی تو پردھان منتری کا اجنبی آفس نمایاں ہونے لگا۔فاتح نے اس کی بات پہ چونک کے اسے دیکھا۔

"کھل کے کہو۔کیا کہنا چاہ رہی ہو۔"

"یونہی کہہ رہی ہوں۔ مجھے آپ کے گرد کچھ ایسے لوگ نظر آرہے ہیں جو آپ سے مخلص نہیں لگتے۔"

وہ اس کی آنکھوں سے نظریں ہٹائے بغیر کہہ رہی تھی۔

"اشعر میرے ساتھ کئی برس سے ہے۔ میں جانتا ہوں' اس نے تمہیں گرفتار کروایا ہے لیکن عصرہ اس کی بہن تھی....."

تالیہ نے پہلو بدلا۔ چھ سال کے فاصلے نے درمیان سے اعتماد کی وہ فضا غائب کر دی تھی جو سب کچھ کہنے دیتی تھی۔کیا اب وہ فاتح سے کھل کے بات کر سکتی تھی؟

"میں اشعر کی بات نہیں کر رہی تھی۔میرا مطلب تھا....آپ کے گھر میں آنے جانے والے لوگ..."

"میرے گھر میں چند ملازم ہیں جن کی سیکیورٹی کلئیرنس کر کے انہیں رکھا گیا ہے۔باقی میرے بچے ہیں' ییشا ہے اور اشعر ہے۔" وہ حیران ہوا تھا۔

"ییشا؟ وہ جولیانہ کی ٹیوٹر؟ وہ آپ کے گھر رہتی ہے؟" وہ چونک گئی۔

"ہاں۔اس کا کچھ ذاتی مسئلہ چل رہا تھا تو جولیانہ اور میں نے اسے پیشکش کی کہ وہ کچھ دن ہمارے پاس قیام کر لے۔کوئی بات ہے کیا؟"

"نہیں۔ایسے ہی کہہ رہی تھی۔" اس نے سر جھٹک کے گہری سانس لی۔اور اٹھ کھڑی ہوئی۔فاتح اس کا یقین نہیں کر رہے

گا وہ جانتی تھی۔ "میں چلتی ہوں۔ آپ کی بریک ختم ہونے والی ہے۔"

ایک نظر اس نے دونوں کے درمیان حائل میز کو دیکھا۔

برسوں پہلے وہ اس کے ڈائیننگ ہال میں ایسی ہی میز کے گرد بیٹھی تھی۔ اور اس سے پوچھا جارہا تھا کہ کیا گھائل غزال کی پینٹنگ اصلی ہے؟ اور اس نے مسکرا کے کہا تھا کہ ہاں' وہ اصلی ہے۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کوئی اس کا یقین نہیں کرے گا۔

پھر یہ منظر کتنی دفعہ دہرایا گیا تھا۔ تالیہ مراد جھوٹی اور فریب کار عورت تھی۔ وہ فاتح سے دل کی بات نہیں کہہ سکتی کیونکہ وہ اس کا یقین نہیں کرے گا۔ کتنی ہی دفعہ فاتح نے اس کا یقین کیا تھا۔ کتنی ہی دفعہ فاتح نے اس کا یقین نہیں کیا تھا۔ مگر اب دونوں کے درمیان کئی سال کا فاصلہ بھی حائل تھا۔ اب فاتح کے نزدیک اس کی بات کیسے معتبر ہوگی؟

"بس؟" فاتح جیسے مایوس ہوا۔ اور کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی۔ "ابھی میری بریک میں کچھ وقت ہے۔"

اور تالیہ نے سوچا کہ سارے کھیل وقت کے ہی تو تھے۔

اسے وقت ضائع کیے بغیر مڑنا تھا اور ہمیشہ کی طرح کچھ کہے بنا وہاں سے نکل جانا تھا۔

جیسے اس نے انہیں پہلی دفعہ نہیں بتایا تھا کہ گھائل غزال کی پینٹنگ نقلی ہے۔

جیسے اس نے فاتح کو نہیں بتایا تھا کہ اس کی فائل عصرہ نے چرائی تھی۔

جیسے اس نے یادداشت کھو دینے والے فاتح کو نہیں بتایا تھا کہ وہ دونوں کبھی وقت کے سفر پہ ساتھ گئے تھے۔

جیسے وہ فاتح کو کنویں پہ چھوڑ کے ایڈم کے ساتھ قدیم ملاکہ کے سفر پہ نکل گئی تھی۔

جیسے وہ ہمیشہ اپنی بات اسے نہیں کہہ پاتی تھی۔ کیونکہ دل کہتا تھا' وہ کبھی سچی قرار نہیں دی جائے گی۔

"میں آپ کا وقت نہیں ضائع کرنا چاہتی۔" اس نے سر کو خم دے کر سلام کیا۔

"تمہیں کیوں لگا کہ تمہارے لیے میرے پاس وقت نہیں ہوگا؟"

وہ تعجب سے بولا تھا۔ تالیہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

وہ پردھان منتری تھا۔ وہ اس کے لیے وقت نکال رہا تھا۔ پھر اس کی زندگی میں تالیہ کی جگہ کیسے نہیں تھی؟ وہ اس دن سے فاتح کو الزام دیتی آرہی تھی کہ وہ آگے بڑھ چکا ہے۔ وہ بدل چکا ہے۔

کتنا عجیب احساس ہوتا ہے جب انسان پہ انکشاف ہو کہ اس ساری ایکویشن میں وہ خود ہی غلط جگہ کھڑا ہے؟ اس کا چیزوں کو دیکھنے کا زاویہ ہی غلط ہے؟ فاتح بن رامزل آگے نہیں بڑھا تھا۔ تالیہ اس سے پیچھے کہیں رک گئی تھی۔ وہ تالیہ کے اپنی طرف بڑھنے کا انتظار کر رہا تھا۔

"کیا اب بھی آپ کی زندگی میں میری جگہ ہے؟" اس نے خود کو حیرت اور بے یقینی سے کہتے سنا۔

"اور تمہیں کیوں لگا کہ میری زندگی میں تمہاری جگہ ختم ہو چکی ہو گی؟"

وہ اطمینان سے اپنی کرسی پہ براجمان گردن اٹھائے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

"میں بھی..." اس کے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کے ادا ہونے لگے۔" آپ کے زخم بھر گئے ہوں گے۔ اور آپ آگے بڑھ چکے ہوں گے۔"

"کچھ لوگوں کو unlove کرنا ناممکن ہوتا ہے' تالیہ۔ ان کی جگہ زندگی سے کبھی ختم نہیں ہوتی۔ یہ میرے ہاتھ میں نہیں تھا۔" وہ نرمی سے مسکرایا لیکن وہ اسی بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی۔ (کیا اس نے کہا unlove؟ کیا اس نے واقعی یہ لفظ بولا تھا؟)

"میں چاہتا ہوں کہ تم کل رات میری فیملی کے ساتھ ڈنر کرو۔ میرے گھر پہ۔ میں تمہیں اپنے بچوں سے ملوانا چاہتا ہوں۔ اور یہ بھی دکھانا چاہتا ہوں کہ میرے گھر میں تمہاری جگہ ہمیشہ رہے گی۔"

اس کے الفاظ نے تالیہ مراد کو لاجواب کر دیا تھا۔ اس نے دھیرے سے اثبات میں گردن ہلائی۔ یہ اقرار تھا۔ یہ بہت تھا۔

"ایک بات پوچھوں؟"

"ہوں؟" فاتح نے سوالیہ ابرو اٹھائی۔

"کیا سری پردھانہ میں کوئی سٹئیڈ برن ہے؟"

"سٹئیڈ برن؟" وہ حیران ہوا۔ "میں نے کبھی نہیں دیکھا۔"

"مگر میں نے دیکھا ہے۔" وہ دل میں خود سے بولی۔

جب وہ باہر نکلی تو اس کا ذہن الجھا ہوا تھا۔

اگر فاتح کی زندگی میں اس کی جگہ تھی تو وہ اس رشتے سے ناامید کیوں تھی؟ وہ تالیہ مراد تھی۔ وہ کبھی ہمت نہیں ہارا کرتی تھی۔ اس کی ایکویشن میں کیا غلط تھا؟

سری پردھانہ کی راہداری میں آگے بڑھتے ہوئے ایک عجیب سے سوال نے اندر سر اٹھایا۔

کیا تالیہ مراد کی زندگی میں وان فاتح کی جگہ تھی؟

اس سوال کا جواب اسے اپنے اندر ڈھونڈنا تھا لیکن اس سے پہلے ایک کام کرنا تھا۔ اسے ملاکہ جانا تھا۔ اور اپنی آنکھوں سے دیکھنا تھا کہ کیا وہاں واقعی کوئی خط اس کا منتظر تھا؟ وہ اب اپنے خواب کے پورا ہونے کا انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ اسے اس

خواب کی تعبیر خود ڈھونڈنی تھی۔

تالیہ مراد کا ماضی ایک دفعہ پھر اسے پکار رہا تھا۔

☆☆=========☆☆

دوپہر اپنے جوبن پہ تھی لیکن اس شاپنگ مال کے اندر چمکتی دیواریں اتنی اونچی تھیں کہ باہر کے موسم کا کچھ علم نہ ہوتا تھا۔ مال کے اندر رنگوں اور روشنیوں کی ایک نئی دنیا آباد تھی۔ لوگ سارے مہینے کی محنت ان چمکتی راہداریوں میں لٹانے آئے کھڑے تھے۔

ایسی ہی ایک مرمریں راہداری میں ایڈم کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی چھوٹے بالوں والی اسسٹنٹ' کندھے سے اسٹریپ والا بیگ لٹکائے' ہاتھ میں دو فونز پکڑے کھڑی تھی۔ وہ دونوں ایک شاپ کے سامنے موجود تھے اور ایڈم رک کے موبائل پہ کچھ دیکھ رہا تھا۔

"باس؟" مختصر سی صوفی نے پکارا۔

"برانڈڈ جیولری اسٹور ہونے کا فائدہ یہ ہے' صوفی.... کہ چھ سال بعد بھی آپ کی دکان اسی جگہ موجود ہوتی ہے۔" اس نے مسکرا کے سامنے والی شاپ کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ کے خیال میں آپ درست سمت میں جا رہے ہیں' باس؟" صوفی نے بغور اسے دیکھا۔

"آف کورس۔ چھ سال پہلے .... اپنی موت سے کچھ دن قبل.... عصرہ محمود نے اپنے کارڈ سے ایک معمولی سی ادائیگی اس اسٹور پہ کی تھی۔ اتنی کم رقم میں اس اسٹور کی معمولی سی انگوٹھی بھی نہیں آسکتی۔ اگر ہم اس رقم کا پتہ لگا لیں تو...."

"میں تالیہ مراد کی بات کر رہی ہوں۔ آپ کبھی کسی کے لیے پی کیپ پہن کے شاپنگ مال میں تفتیش کرنے نہیں آئے۔"

وہ ایک دم چپ ہو گیا۔ پی کیپ اور گلاسز پہنے' وہ جینز اور شرٹ میں ملبوس' عام لوگوں کے درمیان بچتا نہیں جا رہا تھا۔

"تالیہ کا کیس اس وقت سب سے زیادہ بکنے والی چیز ہے۔" ایڈم نے سرسری انداز میں کندھے اچکائے۔ "اور تمہیں جاب پہ رکھنے سے پہلے ایک زمانے میں' میں ایسی کئی تحقیقات کر چکا ہوں۔"

"مگر اب تو نہیں کرتے نا۔ اتنے سالوں سے ایسا کچھ نہیں کیا۔ اب اس کے لیے کر رہے ہیں۔ کیا تالیہ مراد اتنا وقت اور توانائی صرف کیے جانے کی حقدار ہے؟" وہ جتانے والے انداز میں کہہ کے آگے بڑھ گئی۔ ایڈم نے بھنویں بھینچ کے اسے دیکھا۔ اور ہونہہ کہہ کے سر جھٹکا۔

"جی ہاں۔ مسز عصرہ بنت محمود ہمارے اسٹور کی بہت پرانی کسٹمر تھیں۔"

وہ کچھ دیر بعد اس قیمتی نگینوں سے چمکتے اسٹور کے اندر رکھے مخملیں صوفوں پہ براجمان تھے اور سامنے بیٹھا مینیجر بتا رہا تھا۔ صوفی آگے ہو کے بیٹھی ایک ایک بات نوٹ کیے جا رہی تھی۔ ایڈم البتہ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ چھت کی تیز سفید روشنیاں اس کے سنجیدہ چہرے پہ پڑ رہی تھیں۔ وہ صوفی کی بات پہ قدرے ڈسٹرب ہو گیا تھا یہ صاف ظاہر تھا۔

''وہ زیورات کی شوقین خاتون تھیں۔ اکثر ہمارے ہاں سے زیورات خریدا کرتی تھیں۔ میں خود انہیں ڈیل کرتا تھا۔''

مینیجر بات کرتے کرتے رکا۔ ایک سوٹ میں ملبوس اسٹور کا ملازم اس کے پاس آیا' اور ایک پرنٹڈ پیپر اس کی طرف بڑھایا۔

''سر.... یہ وہ بل ہے جو ایڈم صاحب نے مانگا تھا۔'' وہ جانے کی بجائے مینیجر کے صوفے کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑا ہو گیا۔

مینیجر نے عینک لگا کے کاغذ کو پڑھا' پھر اس کی طرف بڑھایا۔

''یہ رہی اس رقم کی تفصیل جو انہوں نے آخری دفعہ یہاں ادا کی تھی۔''

ایڈم نے تیزی سے کاغذ پکڑا اور نظریں سطور پہ دوڑائیں۔ وہ ایک ان وائس کی کاپی تھی۔ اس کے مطابق عصرہ محمود نے وہ معمولی رقم ایک نیکلیس کے پتھر ہٹا کے اس کو تو لنے کے لیے ادا کی تھی۔ یہ ایک ڈائمنڈ نیکلیس تھا جس کے زمرد ہٹا کے اس کی قیمت لگائی گئی تھی۔

''کیا آپ کو یاد ہے وہ اس سیٹ کی قیمت کیوں لگوانی چاہتی تھیں؟'' ایڈم نے چہرہ اٹھا کے مینیجر کو دیکھا۔ انکھیوں سے اس نے دیکھا کہ وہ ملازم لڑکا وہیں کھڑا تھا۔ وہ مسلسل ایڈم کو دیکھ رہا تھا۔

''انہوں نے بتایا نہیں تھا لیکن لوگ قیمت صرف ایک وجہ سے لگواتے ہیں۔''

''زیورات بیچنے کے لیے۔'' صوفی تیزی سے بولی۔

''جی بالکل۔'' مینیجر کے پیچھے کھڑے لڑکے نے پر جوش انداز میں تائید کی۔ وہ پھر سے ایڈم کو دیکھنے لگا۔

''کیا آپ کے پاس اس روز کی سی سی ٹی وی ریکارڈنگ ہوگی؟''

''سی سی ٹی وی زیادہ سے زیادہ چھ ماہ تک رکھی جاتی ہے۔ چھ سال بہت لمبا عرصہ ہے۔ سوری۔''

''مجھے اندازہ تھا۔ خیر.... اس ان وائس میں ان تینوں ڈائمنڈز کا سرٹیفکیٹ نمبر بھی لکھا ہے جو اس سیٹ میں جڑے تھے۔''

ایڈم بل کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''کیا آپ مجھے اس ہیرے کا ریکارڈ نکال کے دے سکتے ہیں؟ میرا خیال ہے مسز عصرہ نے وہ سیٹ کسی کو بیچا تھا۔ اس شخص نے آگے بیچا ہوگا۔ بغیر سرٹیفکیٹ کے وہ اسے آگے نہیں بیچ سکتا۔''

''جی۔ فنگر پرنٹ کی طرح ہر ہیرے کا سرٹیفکیٹ نمبر ہوتا ہے جو لیزر کی مدد سے اس ہیرے پہ لکھا گیا ہوتا ہے اور عام آدمی

کو نظر نہیں آتا۔ میں چیک کر کے بتاتا ہوں۔" مینیجر ساتھ رکھی میز کی طرف گھوما اور کی بورڈ پہ تیز تیز ٹائپ کرنے لگا۔" وہ ہیرا دنیا میں جہاں بھی ہوگا' مل جائے گا۔ میں متعلقہ اداروں کو ای میل کر رہا ہوں۔ جیسے ہی جواب آئے گا' میں آپ کو مطلع کر دوں گا۔ ہمارے ریکارڈ میں اس سیٹ کی تصویر بھی ہے۔ وہ بھی میں آپ کو میل کر رہا ہوں۔ ہمارا ہر سیٹ یونیک ہوتا ہے۔ ایک ڈیزائن صرف ایک دفعہ بنتا ہے۔" مینیجر تیزی سے انگلیاں چلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ وہ نوجوان ہنوز وہیں کھڑا تھا۔

"اس دن مسز عصرہ کو جس سیلز مینیجر نے ڈیل کیا تھا....." اس نے پوچھتے ہوئے بل سے نام پڑھا۔" نور جازلان... کیا میں اس سے مل سکتا ہوں؟"

"جی سر۔ وہ میں ہی تھا۔" مینیجر نہایت ذمہ داری سے بتا رہا تھا۔" اور مجھے یاد ہے وہ دن۔ وہ اپنا ڈائمنڈ سیٹ لے کر آئی تھیں اور اس کی قیمت لگوانا چاہتی تھیں۔"

"کوئی ایسی بات.... کوئی چھوٹی سی بات جو آپ کو اس دن سے متعلق یاد ہو؟"

سامنے کھڑے لڑکے کا دیکھنا اسے کوفت میں مبتلا کر رہا تھا۔ مگر وہ اسے نظر انداز کر کے مینیجر سے بات کرتا رہا۔

"وہ اس دن خاموش خاموش سی تھیں۔" مینیجر سوچ کے بتانے لگا۔" کچھ خاص نہیں بولی تھیں۔ انہوں نے سیٹ کی قیمت لگوائی اور پھر وہ دونوں چلے گئے۔"

"دونوں؟"

"ایک آدمی تھا ان کے ساتھ۔ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا میں نے اسے۔"

"اس کا کوئی نام.... کوئی شناخت.... کچھ یاد ہے آپ کو؟" ایڈم تیزی سے بولا۔

"نہیں سر.... اتنی پرانی بات ہو چکی ہے۔ مجھے تو اس کی شکل بھی ٹھیک سے نہیں یاد۔" مینیجر بے چارگی سے بولا۔

"خیر۔ جہاں اس نے ہیرے بیچے ہیں وہاں سے اس کا ریکارڈ نکل آئے گا۔" ایڈم نے خود کو تسلی دی۔ صوفی نے گہری سانس لے کر اسے افسوس سے دیکھا اور نوٹ پیڈ پہ کچھ لکھنے لگی۔ وہ بھی سر جھکا کے اپنے موبائل پہ میسجز دیکھنے لگا۔

مینیجر کو ای میل موصول ہوئی تو اس نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔" او کے... اس ڈائمنڈ سیٹ کا پتہ چل گیا ہے۔"

"گڈ... وہ اب کس کی ملکیت ہے؟" ایڈم تیزی سے سیدھا ہو کے بیٹھا۔

"وہ سسٹم میں ابھی تک عصرہ محمود کے نام پہ رجسٹرڈ ہے۔" وہ اسکرین کو دیکھ کے بتانے لگا۔

ایک دفعہ پھر بند گلی۔ ایڈم نے کوفت سے آنکھیں بند کیں۔

"کیا مطلب؟" صوفی نے تعجب سے ایڈم کو دیکھا۔" وہ سیٹ عصرہ نے بطور اجرت اس شخص کو دیا ہوگا۔ وہ چھے سال سے

اس سیٹ کو سنبھالے کیوں پھر رہا ہے؟"

"اونہوں۔ وہ اسے بیچ چکا ہوگا۔ بلیک مارکیٹ ذرا کم قیمت پہ۔ یا اس نے ہیروں کے لیزر نمبرز مٹوا دیے ہوں گے۔ ان کرملو کے پاس اب یہ ٹیکنالوجی موجود ہے۔" ایڈم نے کنپٹی چھوئی۔ ایک لمحے کے لیے اسے کتنی امید لگ گئی تھی۔ اسے لگا یہاں سے کوئی سرا اس کے ہاتھ آئے گا اور وہ تالیہ کو بچا لے گا۔ لیکن.... سارے کھرے وقت کی دُھول میں مٹ چکے تھے۔

"ہمیں افسوس ہے کہ ہم آپ کی مدد نہیں کر سکے۔" وہ اٹھا تو مینیجر اور صوفی بھی ساتھ ہی کھڑے ہوئے۔

"کوئی بات نہیں۔ آپ نے اپنا وقت ہمیں دیا۔ یہ بہت ہے۔" وہ جبراً مسکرایا۔ وہ نوجوان اب دانت نکوستا ایڈم کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا آپ کوئی جیولری دیکھنا پسند نہیں کریں گے؟" مینیجر نے مسکرا کے قریبی شوکیس کی طرف اشارہ کیا۔

ایڈم نے ایک نظر سامنے قطار در قطار دور تک پھیلے شوکیسز پہ ڈالی اور پھر سنجیدگی سے مینیجر کو دیکھا۔

"نہیں۔ تھینک یو۔ مجھے ہیرے جڑے کف لنکس' ٹائی پن یا گھڑیوں کا شوق نہیں ہے۔ میری جنریشن کے لوگ پتھروں کی نسبت "ایکسپیرینس" پہ پیسا خرچ کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔"

"میرا مطلب تھا... کوئی تو ایسا ہوگا آپ کی زندگی میں جسے آپ ہیرا تحفے میں دینا چاہیں گے۔" مینیجر خوشگوار لہجے میں ابرو اٹھا کے بولا۔ صوفی نے بھی مسکراہٹ چھپا کے ایڈم کو دیکھا۔

"وہ اب ہیروں سے خوش نہیں ہوتی۔ اس کے پاس سارے زمانے کے جواہرات ہیں۔" پھر مینیجر سے مصافحہ کیا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ نوجوان تیزی سے اس کے پیچھے لپکا۔

ایڈم کے ساتھ چلتی صوفی کھنکھاری۔ "آپ کیا کر رہے ہیں' باس؟"

وہ سر جھکائے موبائل پہ ٹائپ کرتے ہوئے بولا۔ "پے تالیہ کو اس سیٹ کی تصویر بھیج رہا ہوں تا کہ وہ دان فاتح سے پوچھے کہ یہ سیٹ عصرہ کی ملکیت میں ہے یا نہیں۔ امید ہے یہ سیٹ انہیں کئی برس سے نظر نہیں آیا ہوگا۔"

"آپ اپنی زندگی کے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟"

"میں ایک دوست کی مدد کر رہا ہوں۔"

"وہ صرف دوست نہیں ہے۔ یقیناً کسی وجہ سے آپ دونوں کا تعلق ٹوٹ گیا تھا لیکن جس طرح آپ اس کی مدد کر رہے ہیں' آپ کو پھر سے تعلق جوڑنے کی امید ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم۔" اس نے سادگی سے شانے اچکائے۔ وہ دونوں اب اسٹور کے دروازے تک پہنچ گئے تھے۔

"تو پھر معلوم کریں اور کھل کے اسے سب بتادیں۔"

"اس سے کیا ہوگا؟" وہ تلخی سے ہنسا۔

"پھر آپ کو کوئی پچھتاوا نہیں رہے گا۔ اور سنیں باس.... ساری دنیا امید پہ ہی تو قائم ہے۔ اور اپنے فائدے کے لیے ہم سب کو لڑنا پڑتا ہے۔ قسمت وغیرہ کچھ نہیں ہوتی۔ انسان کو وہی ملتا ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے' ہاں۔"

دروازہ کھولنے سے پہلے ایڈم ایک دم واپس گھوما۔ وہ نوجوان جو ان سے ذرا فاصلے پہ رکا کھڑا تھا' گڑبڑا گیا۔

"جی؟" ایڈم نے تحمل سے ابرو اٹھا کے پوچھا۔

"وہ سر... میں...." وہ ہکلا گیا۔ رنگت سرخ پڑ گئی۔ صوفی نے گہری سانس لی اور آگے بڑھی۔

"آپ ادھر کھڑے ہو جائیں۔ میں آپ دونوں کی تصویر بنائے دیتی ہوں۔ باس۔ باس!" اسے آنکھ سے اشارہ کیا۔

"اوہ۔" وہ اس سارے میں ایسا الجھا تھا کہ اسے بھول گیا تھا کہ وہ نوجوان اسے ایسے کیوں دیکھ رہا تھا۔ وہ بے چارہ فین تھا۔ ایڈم قدرے مسکرایا تو اس کو حوصلہ ہوا۔ وہ خوشی خوشی اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔ صوفی نے اپنے فون سے دونوں کی تصویر کھینچی۔ پھر ایڈم نے اس سے ہاتھ ملایا۔ وہ فین مومنٹ میں بالکل کچھ بول نہیں پا رہا تھا۔

"تھینک یو سر... میں آپ کا شو بہت شوق سے دیکھتا ہوں۔" وہ جذبات سے بے قابو ہوئے بدقت بول پایا۔

"بہت شکریہ۔" ایڈم نے سر کو جنبش دے کر کہا اور مڑ گیا۔ اپنے پیچھے اس نے سنا' وہ صوفی سے تصویر اپنے فون میں منتقل کرواتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "میں آج کے دن کو ساری زندگی یاد رکھوں گا۔"

ایڈم بن محمد کے قدم وہیں جم گئے۔ وہ آہستہ سے مڑا اور تعجب سے اس نوجوان کو دیکھا۔

"کیوں؟ تم اس دن کو کیوں یاد رکھو گے؟"

"کیونکہ...." وہ نروس سا مسکرایا۔ صوفی کو دیکھا پھر اس کو۔ "کیونکہ آپ سلیبریٹی ہیں۔ آپ... لائیک... مشہور ہیں اور..."

"باس؟" صوفی نے آنکھیں گھما کے اسے دیکھا۔

"مینیجر صاحب..." وہ بلند آواز میں کہتا واپس اسٹور میں آیا۔ بہت سے لوگ ہاتھ روک کے اسے دیکھنے لگے۔ ایڈم نے پی کیپ اتاری اور واپس اسی صوفے پہ جا بیٹھا۔

"مجھے آپ سے ایک اور فیور چاہیے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس کے بعد میں آپ کے ڈائمنڈز خریدنے کے لیے متفق ہو جاؤں گا۔" وہ بازو صوفے کی پشت پہ پھیلا کے مسکرا کے بولا۔ مینیجر مسکرا کے واپس اس کی طرف آیا۔

اس کی سب سے بڑی طاقت سلیبریٹی ہونا تھی۔۔اور آج اسی شے نے ایڈم بن محمد کو کامیابی دلانا تھی۔

☆☆==========☆☆

جونکر اسٹریٹ کی رونق اس سہ پہر ویسی ہی تھی۔ بادل سارے ملاکہ پہ چھائے تھے اس لیے وہاں ٹھنڈی سی چھایا تھی۔

ایسے میں سڑک کنارے ایک ٹیکسی رکی اور سفید ہیٹ والی تالیہ مراد باہر نکلی۔

اس کے سامنے سڑک کا وہ حصہ تھا جہاں سے وہ چھ سال بعد اپنی دنیا میں واپس آئی تھی۔

کتنی ہی دیر وہ وہیں کھڑی رہی۔ پھر ہمت کر کے دھیرے دھیرے قدم اس جانب اٹھائے۔ جامنی فراک کا گھیر ٹخنوں کے قریب ہوا سے پھڑپھڑا رہا تھا۔ اور سنہری چین والا پرس کندھے سے لٹک رہا تھا۔ انگلیاں باہم مروڑتی وہ اس مین ہول کے کنارے آئی۔ پھر پنجوں کے بل وہاں بیٹھی۔ چند لمحے وہ اپنے دل کی دھڑکن سنتی رہی۔

مین ہول کے ڈھکن میں ایک کاغذ کا کونا پھنسا نظر آرہا تھا۔ کنارے سے ایک جگہ سیمنٹ اکھڑی تھی تو وہاں برہنہ گیلی مٹی نظر آتی تھی جس میں ایک کونپل اگی تھی۔ اس کونپل پہ ایک تتلی بیٹھی تھی۔ تتلی سیاہ تھی اور اس پہ پیلے دھبے تھے۔ یا شاید وہ پیلی تھی اور دھبے سیاہ تھے۔

تالیہ نے ہاتھ اس جانب بڑھائے تو تتلی اڑ گئی۔ اس نے تتلی کا تعاقب نہیں کیا۔ بس ہمت کر کے ڈھکن ذرا سا اٹھایا اور لفافہ نکالا۔۔ پھر ہاتھ سے اس پہ لگی گرد اور ریت جھاڑی۔

"چھوٹی تاشہ بنت مراد کے نام۔"

خط کا لفافہ سفید تھا۔ زردی مائل سفید۔ کاغذ قدیم زمانے کا بنا لگتا تھا۔ اس پہ تاریخ اس دن سے ایک ماہ بعد کی لکھی تھی جب وہ ایڈم اور فاتح کے ساتھ قدیم ملاکہ سے نکلی تھی۔ جب مراد راجہ نے فاتح کو وہ کاری زخم پہنچایا تھا۔

تالیہ نے انگلیوں پہ گنا۔ یہ اس کے قدیم ملاکہ سے نکلنے کے ایک ماہ بعد لکھا گیا تھا۔

وہ لفافہ اٹھائے کھڑی ہوئی۔ اسے چاک کرنے کی ہمت نہ تھی۔ اس پہ لگی مہر سلطنت محل کی تھی۔ سلطان مراد راجہ کی مہر۔ کیا وہ واقعی اس کے ماضی کی بازگشت تھا؟ کیا اُس دنیا سے اِس دنیا میں خط بھیجنا ممکن تھا؟

تالیہ کو احساس ہوا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ وہ تیزی سے الٹے قدموں گھومی۔

گلی میں غیر شناسا لوگ آجا رہے تھے۔ بظاہر کوئی اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔ وہ سر جھٹک کے آگے بڑھنے لگی۔

کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ یہ احساس پھر سے ہونے لگا لیکن وہ بظاہر اطمینان سے قدم اٹھاتی رہی۔ ایک دوسری اسٹریٹ میں مڑتے ہوئے وہ تیزی سے پلٹی۔ کوئی سیاہ لبادے میں موجود تھا اور تیزی سے دوسری گلی کی اوٹ میں روپوش ہوا

تھا۔

تالیہ تیز قدموں سے اس طرف بھاگی۔ اس کا ہیٹ نیچے گر گیا لیکن وہ دوڑ کے اسٹریٹ کے دوسرے سرے تک آئی۔

سیاہ لبادے میں موجود شخص کی اس کی جانب پشت تھی۔ اس نے آہستہ سے چہرہ موڑا۔ وہ چہرہ دیکھ کے تالیہ ساکت سی کھڑی رہ گئی۔ اسے چند لمحے لگے تھے اسے پہچاننے میں۔

''لیانہ!'' وہ بے یقینی سے بولی تو لیانہ صابری ہلکا سا مسکرائی۔ وہ دونوں گلی کے سرے پہ کھڑی ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں۔ لیانہ مسکرا کے اور تالیہ ششدر سی ہو کے۔

''اوہ نو... داتن!'' وہ ایک دم ہنسی اور آگے بڑھ کے اس کے گلے لگ گئی۔ پھر اسی تحیر سے الگ ہوئی اور سر سے پیر تک اسے دیکھا۔

''تم... تم داتن ہو نا؟'' وہ واقعی بے یقین تھی۔

لیانہ صابری کے بال ویسے ہی گھنگھریالے تھے اور لباس ڈھیلا ڈھالا سا سیاہ رنگ کا تھا۔ لیکن وہ ایک دبلی پتلی جسامت کی عورت میں بدل چکی تھی۔ وزن کم ہونے کے باعث اس کی صحت خوشگوار اور عمر کم لگ رہی تھی۔

''ہاں۔ اور مجھے تمہارا میسج مل گیا تھا۔'' وہ مسکرا کے بولی۔ تالیہ نے ایک دفعہ پھر اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔

''میرے پاس پوچھنے کے لیے بہت سی باتیں ہیں... مگر... پہلے یہ بتاؤ... تمہارا وزن کیسے کم ہوا؟''

''بس تالیہ... بہت فاقے کاٹے... روز گھنٹوں ورزش کی... میٹھا چھوڑ دیا... کاربز کو خدا حافظ کہہ دیا... پھر کہیں جا کے وزن کم ہوا۔''

تالیہ نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

''تم جھوٹ بول رہی ہو۔''

''ظاہر ہے میں جھوٹ بول رہی ہوں۔ sleeve gastrectomy کروائی ہے۔ (ایسا آپریشن جس میں معدہ کاٹ کے چھوٹا کر دیا جاتا ہے۔)'' وہ مسکراتے ہوئے کندھے اچکا کے بولی تو تالیہ ہنس دی۔

''تم نہیں بدلو گی، داتن۔''

''اور کسی انسان کی اس سے بڑی اچھائی کیا ہو سکتی ہے کہ وہ بدلنے والا نہ ہو۔ ہوں؟'' داتن پدوکا تفاخر سے مسکرائی۔ تالیہ نے پیار سے اسے دیکھا۔

''آؤ، وہاں بیٹھتے ہیں۔'' اس نے اسٹریٹ سائیڈ بچھی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔ ''بہت سی باتیں ہیں جو مجھے تم سے

پوچھنی ہیں۔"

"اور مجھے تم سے صرف یہی پوچھنا ہے کہ تم کہاں تھیں' تالیہ؟ اتنے برس میں نے تمہیں کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا۔" داتن کے انداز میں اپنائیت بھرا غصہ در آیا۔ وہ ہنس دی اور سڑک پہ گرا اپنا ہیٹ اٹھایا۔

"داستان لمبی ہے۔ تم داستان سننے ہی آئی ہو نا تو بیٹھ کے سنو۔" وہ دونوں سڑک کنارے بچھی کرسیوں کی طرف چلی گئیں۔ تالیہ نے ہاتھ سے ویٹر کو اشارہ کیا۔ اسے داتن کو یہ داستان کافی کے چند ادوار کے ساتھ سنانی تھی۔

☆☆=========☆☆

تیز بتیوں سے روشن جیولری اسٹور میں اس وقت ایڈم کے سامنے چار پانچ افراد بیٹھے تھے۔ سب اسے بغور سن رہے تھے جو ہاتھ ہلاتے ہوئے آہستہ آہستہ سمجھانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"آپ چار لوگ وہ ہیں جو چھے سال سے یہاں جاب کر رہے ہیں۔ آپ چاروں اس دن شاپ میں موجود تھے جب مسز عصرہ آئی تھیں۔"

"جی بالکل۔ مجھے یاد ہے۔ مگر ہم میں سے کسی کی ان سے بات نہیں ہوئی تھی۔"

"آپ ایک برانڈڈ اسٹور ہیں۔ آپ کے پاس آنے والے گاہک صرف وہ ہوتے تھے جن کے پاس پیسے کی فراوانی ہو۔ یہاں عام آدمی نہیں آتا۔ شہر کے کتنے امراء یہاں روز آتے ہیں گے لیکن آپ کو نہیں یاد ہو گا کہ چھے برس پہلے یہاں کون کون آیا۔ البتہ عصرہ محمود آپ کو یاد ہیں حالانکہ وہ اتنی امیر نہیں تھیں۔"

"بالکل۔" ایک سیلز آفیسر بولا۔ "آخری سال تک تو ان کے مالی حالات بہت خراب تھے۔ جس زمانے میں یہ ہیروں کا سیٹ انہوں نے ہم سے لیا تھا اس بات کو بھی کئی برس ہو چکے تھے۔ مگر ان کی آمد کا دن مجھے اچھے سے یاد ہے۔ ایک ایک تفصیل کے ساتھ۔"

"جی بالکل۔ اور آپ کو معلوم ہے ایک زمانے میں میں وان فاتح کے پاس ملازمت کرتا تھا۔" ایڈم مسکرا کے بولا۔

"جی۔ آپ ان کے باڈی گارڈ تھے۔" پیچھے کھڑا فین نوجوان تیزی سے بولا۔

"باڈی مین۔" ایڈم نے ضبط سے تصحیح کی۔ "اور مجھے اپنی جاب کا پہلا دن اچھے سے یاد ہے۔"

(اور وہ دن وہ کیسے بھول سکتا تھا؟ اسی دن تو سب شروع ہوا تھا۔ تنکو کائل کا گھر.... ان کی ملازمہ.... عصرہ کا دیا سکہ.....)

"مجھے وہ دن اس لیے یاد ہے کہ اس دن میں ایک سلیبریٹی سے پہلی دفعہ ملا تھا۔ ہمیں امیر لوگ بھول جاتے ہیں' خوبصورت لوگ بھی ہماری یادداشت سے دھندلا جاتے ہیں' لیکن کسی بھی شخص کو روک کے پوچھیں کہ کیا کبھی وہ کسی سلیبریٹی

سے ملا ہے تو وہ اس دن کا پورا نقشہ آپ کے سامنے کھینچ دے گا۔ جب اس نے مارکیٹ میں کسی ایکٹریا سنگر کو دیکھا۔ کپڑے' جوتے' موسم ....ایک ایک لفظ جو سلیبریٹی کے منہ سے نکلا....لوگوں کو وہ سب یاد رہتا ہے۔" ایڈم پرجوش انداز میں کہہ رہا تھا۔

"اور لوگ اس یاد کو محفوظ کرنے کے لیے کیا کرتے ہیں؟ وہ سلیبریٹی کے ساتھ تصویر کھنچواتے ہیں۔ اب بتایئے....کیا کسی نے اس دن ان کے ساتھ تصویر کھنچوائی تھی؟ اور اگر کھنچوائی تھی تو لوگوں کو کہیں دکھائی ہوگی۔ فیس بک یا ٹویٹر پہ۔"

یہ ممکن نہیں تھا کہ عصرہ محمود شاپ میں داخل ہو اور کوئی اس کے ساتھ سیلفی نہ لے اور اسے اپ لوڈ نہ کرے۔ چند منٹ میں اس کے سامنے آٹھ تصاویر آ گئیں جو یہاں کام کرنے والے اور یہاں سے کام چھوڑ جانے والے ملازمین کے فیس بک سے اٹھائی گئی تھیں۔

عصرہ ہر تصویر میں مسکرا رہی تھی لیکن وہ تکان زدہ لگتی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا جس کے اندر یقیناً وہ سیٹ ہوگا۔ صرف ایک تصویر ایسی تھی جس میں وہ صوفے پہ بیٹھی تھی اور ملازم نے پیچھے کھڑے ہو کے سیلفی بنائی تھی۔ اس کے ساتھ بیٹھے شخص کا نیم رخ اس تصویر میں واضح نظر آ رہا تھا۔

اس کے چہرے پہ واضح زخم کا نشان تھا۔ بال گھنگھریالے تھے۔ تصویر کافی حد تک قابل شناخت تھی۔

جو ہمیں کرنا آتا ہے' وہ ہمیشہ ہمارے کام آتا ہے۔ وہ گہری سانس لے کر بڑبڑایا۔

اتنے دن سے وہ غلط لوگوں کو ڈھونڈ رہا تھا۔ فلاں دکان' فلاں کافی شاپ۔ وہ بھری مارکیٹ میں لوگوں سے غلط سوال پوچھ رہا تھا۔ اور اسے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔

اسے صرف ان دکانداروں سے پوچھنا تھا کہ کیا انہوں نے کبھی عصرہ محمود کو یہاں آتے دیکھا ہے؟ اور ہر شخص کے پاس سنانے کو ایک فین مومنٹ سے بھری کہانی ہوتی۔ کتنی ہی سیلفیاں نکل آتیں۔ ساری کڑیاں مل جاتیں۔

ایڈم نے گہری سانس لی اور وہ تصویر تالیہ کو بھیجی۔

"وان فاتح سے پوچھ کے بتائیں....کیا وہ اس شخص کو جانتے ہیں؟ اور سچ تالیہ....جب آپ ملاکہ سے واپس آئیں گی تو میں آپ کے پاس آؤں گا۔ مجھے آپ سے ایک اہم بات کرنی ہے۔" اس نے وہ پیغام بھیج دیا اور ایک تھکی ہوئی سانس خارج کی۔

☆☆=========☆☆

سڑک کنارے بچھی کرسیوں پہ وہ آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔ کافی کے کپ سامنے رکھے تھے اور فضا میں روسٹ ہوئے کافی

بینز کی مہک پھیلی تھی۔ تالیہ کا ہیٹ اب میز پہ رکھا تھا۔ کافی کا دوسرا دور چل رہا تھا اور باتیں ختم ہونے کو نہیں آ رہی تھیں۔

''میں نے اتنے سال تمہیں اتنا تلاشا' تالیہ۔ لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ تمہارے وہ سال کہیں گئے ہی نہیں تھے۔'' داتن اس کی کتھا سن کے حسرت سے ٹھنڈی آہ بھر کے بولی۔ ''کاش یہ آپشن میرے پاس بھی ہوتا۔ زندگی کو pause کرنے کا۔''

''یہ آپشن نہ ہونا ہی اچھا ہے۔ خیر تم بتاؤ.... تم پولیس کو مطلوب تو نہیں ہو نا؟''

''نہیں۔ میں آزاد ہوں۔ میرے پیچھے کوئی نہیں ہے۔'' وہ آنکھیں گھما کے مسکرائی تو تالیہ نے غور سے اسے دیکھا۔

''تم نے وہ زندگی نہیں چھوڑی' داتن؟'' اسے جیسے افسوس ہوا۔

''میرے پاس خاموش رہنے کا حق ہے۔'' داتن نے مسکرا کے کندھے اچکا دیے۔ تالیہ نے سر جھٹکا اور کافی کا کپ اٹھا لیا۔ بدلنے کا فیصلہ تالیہ نے کیا تھا۔ داتن نے نہیں۔

''تم فاتح سے ملیں؟''

''ہاں۔ کئی دفعہ۔'' وہ عام سے انداز میں بولی۔ نظریں کافی کے کپ پہ جھکی تھیں۔ ''صبح بھی میں ان کے ساتھ تھی۔''

''سب کیسا ہے تمہارے درمیان؟'' داتن اس کا چہرہ پڑھنا چاہ رہی تھی۔

''معلوم نہیں۔ میں یہ دیکھنے گئی تھی کہ ان کی زندگی میں میری جگہ ہے یا نہیں۔ مگر اب سوچ رہی ہوں کہ کیا میری زندگی میں ان کی جگہ ہے؟'' وہ گھونٹ بھرتے ہوئے دور تک بچھی میز کرسیوں کی قطار کو دیکھنے لگی۔ ہر کیفے اور ریستوران کے سامنے اس کا اپنا چھجا بنا تھا جس کے نیچے لوگ بیٹھے اس خوبصورت سہ پہر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ بے فکرے' من موجی لوگ۔ یا شاید وہ بھی اس لڑکی کو دیکھ کے یہی سوچتے ہوں گے۔ کون اپنے اندر کس جنگ سے نبرد آزما ہے' کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔

''تمہاری زندگی میں اس کی جگہ کیوں نہیں ہے؟''

''کیونکہ دنیا والے مجھے اپنے پردھان منتری کے ساتھ قبول نہیں کریں گے۔''

''ایں؟ دنیا والے کہاں سے آ گئے؟''

''دنیا والے ہی تو ہر جگہ آ جاتے ہیں' داتن۔'' وہ اداسی سے سڑک کو دیکھتے ہوئے بولی۔ ''وان فاتح ان کا ہیرو ہے اور لوگ اپنے ہیرو سے نفرت نہیں کر سکتے۔ وہ اس کو شیئر کرنے والے سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ جیسے لوگ زار روس نکولیس دوم سے نفرت نہیں کرتے تھے۔ اس کی بیوی الیگزینڈرا سے نفرت کرتے تھے۔ راسپوٹین سے کرتے تھے۔ حالانکہ قصوروار 'زار' تھا کیونکہ اس نے ان دونوں کو اپنی زندگی میں جگہ دی تھی۔ مگر پرستار کی اندھی محبت یہ سوال نہیں پوچھتی۔ اپنے ہیرو کے لیے ان کے پاس ڈھیروں تاویلیں ہوں گی۔ تالیہ مراد کے لیے نہیں ہوں گی۔''

''وان فاتح کے ساتھ زندگی کا تصور مشکل لگ رہا ہے؟''

''جو الزام میرے اوپر لگا ہے' اس کو دھوئے بغیر تو بہت مشکل ہے۔دنیا والے مجھے برا کہیں گے۔اگر ان کو معلوم ہوا کہ تالیہ مراد فاتح کی بیوی ہے تو وہ مجھے 'ہوم ریکر' کہیں گے۔پہلی بیوی کبھی غلط نہیں ہوتی۔دوسری ہوتی ہے۔''

شام اب گہری ہو رہی تھی۔پرندے آسمان پہ غول کی صورت اڑتے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔

''تو پھر چھوڑ دو اس کو۔نکل جاؤ اس کی زندگی سے۔اپنی زندگی مشکل نہ بناؤ' تالیہ۔تم ایک ایسا انسان ڈیزرو کرتی ہو جس کے ساتھ تم سر اٹھا کے جی سکو۔تمہیں کسی کا خوف' کسی کا گلٹ نہ ہو۔''

تالیہ نے اداس مسکراتی نظریں اس کی طرف اٹھائیں۔''تم ایڈم کی بات کر رہی ہو۔''

داتن چپ ہو گئی۔پھر گہری سانس لی۔''شکر ہے تم جانتی ہو۔''

''ہاں۔مجھے معلوم ہو گیا تھا۔ہم نے کہا تھا کہ ہم اس بارے میں بات کریں گے لیکن نہیں کر سکے۔کئی دن۔کئی سال۔'' وہ کپ کے دہانے پہ انگلی پھیرتے ہوئے مسکرا کے بولی۔

''اگر تم وان فاتح کے ساتھ خوش نہیں ہو تو اس کو اپناؤ جو تم سے محبت کرتا ہے۔سیانے کہتے تھے' شادی اس سے نہیں کرنی چاہیے جس سے آپ محبت کرتے ہیں بلکہ اس سے کرنی چاہیے جو آپ سے محبت کرتا ہے۔''

''ان سیانوں کی اپنی شادیوں کا کیا بنا۔میں اکثر سوچتی ہوں۔'' وہ ہنس کے ٹال گئی۔داتن نے ناک چڑھا کے ہونہہ کیا۔

''تم اپنے آپ کو وان فاتح کے انتظار میں ضائع کر رہی ہو۔تم ایڈم جیسا انسان ڈیزرو کرتی ہو تالیہ۔اب بھی وقت ہے۔تم فاتح کی زندگی سے عزت کے ساتھ الگ ہو جائے۔خود پہ کوئی دھبہ لگائے بغیر۔''

''کسی نے مجھے کہا تھا کہ کسی کو unlove کرنا آسان نہیں ہوتا۔میں کوشش کروں گی کہ فاتح کو unlove کر سکوں۔شاید یہ فیصلہ تب آسان ہو جائے۔'' پھر اس نے گھڑی دیکھی۔''میرے پاس ابھی ایک دن ہے۔کل مجھے فاتح کی فیملی کے ساتھ ڈنر کرنا ہے۔فاتح نے بلایا ہے۔''

''اگر تم نے وان فاتح کو چھوڑ ہی دینا ہے تو اس کی فیملی سے ملنے کا مقصد؟''

''میں اس ایشا تاج سے ملنا چاہتی ہوں جو ان کے گھر رہ رہی ہے۔وہ جولیانہ کی ہوم ٹیوٹر ہے اور....'' اس نے مسکرا کے داتن کو دیکھا۔''تمہیں اس کو دیکھ کے کوئی یاد آیا؟''

''کون؟'' داتن نے تعجب سے اسے دیکھا۔تالیہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

''میں...داتن...میں تالیہ۔وہ میری کاربن کاپی ہے۔کسی نے دو سال پہلے اسے فاتح کی زندگی میں داخل کیا ہے اور وہ

صرف اسی لیے دھوکہ کھا گئے کیونکہ انہیں اس کو دیکھ کے میں یاد آتی تھی۔ وہ کون دشمن ہے اور مجھے ان کو اس سے بچانا ہے۔"

"تالیہ۔" داتن نے آہستہ سے کہا۔ "دو سال ایک لمبا عرصہ ہے ایک کون کھیلنے کے لیے۔ اور میرا نہیں خیال کہ تمہارے اور اس کے درمیان کوئی خاص مشابہت ہے۔ اتنی مشابہت ہونے کا یہ مطلب بھی تو ہو سکتا ہے کہ فاتح ایک ہی طرح کی عورتوں کو اپنی زندگی میں جگہ دیتا ہے۔"

تالیہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ "تمہیں میرا یقین نہیں ہے؟"

"میں صرف اتنا کہہ رہی ہوں کہ تم ہیشا تاج کے بارے میں غلط بھی ہو سکتی ہو۔ تالیہ تم ابھی تک چھ سال پہلے کے ٹائم فریم میں ہو۔ یہاں ایک زمانہ بیت چکا ہے۔ اتنا وقت کس کے پاس ہوگا کہ وہ تمہارے جانے کے چار سال بعد کسی کو فاتح کی زندگی میں بھیجے گا؟ اور پھر دو سال تک اس عورت نے انہیں کوئی نقصان نہیں دیا۔ اب کیوں دے گی؟"

"تمہیں میری عقل اور مجھ پہ ذرا بھی بھروسہ نہیں ہے؟" تالیہ خفگی سے کہتے ہوئے اٹھ گئی۔

"اپنی عقل سے پوچھو کہ کہیں وہ تمہیں وہی تو نہیں دکھا رہی جو تم دیکھنا چاہتی ہو۔ تم یہ ماننے کو تیار نہیں ہو کہ فاتح کی زندگی میں کوئی اور بھی ہے۔ تم بس یہی چاہتی ہو کہ کسی طرح ان کو تمہاری ضرورت پڑتی رہے۔ تم ان کو ہر مسئلے سے بچاتی رہو۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔ "اور تمہارا اپنا کیس؟ اس کی تحقیق کون کرے گا؟"

"ایڈم۔ کیونکہ دوست اسی لیے ہوتے ہیں۔" وہ شانے اچکا کے بولی۔ "خیر چھوڑو ہیشا کو۔ میں تمہیں ثابت کر کے دکھا دوں گی۔ بہر حال.... میرے گھر کا پتہ تمہیں معلوم ہوگا۔ میں تم سے کل کے ایل میں ملوں گی۔ تب تک تم مجھے ہیشا تاج کے بارے میں جتنی معلومات مل سکیں ڈھونڈ کے دو گی۔"

داتن نے منہ بنا کے اسے دیکھا۔ "تم اس زندگی کو ترک کر چکی ہو۔ اب میں تمہاری کرائم پارٹنر نہیں رہی۔ اب میں تمہارے لیے کیوں ریسرچ کروں گی تالیہ؟"

"کہا نا.... دوست اسی لیے ہوتے ہیں۔" اس نے مسکرا کے ہیٹ سر پہ رکھا۔ اور ہاتھ اٹھا کے دوسری جانب سے آتی ٹیکسی کو اشارہ کرنے لگی۔

"تم اب کہاں جا رہی ہو؟" داتن نے پیچھے سے پکارا۔

"اس شخص سے ملنا جس نے ہیشا کو بھیجا ہے۔ میں جانتی ہوں وہ کون ہے۔" وہ آگے بڑھ گئی۔

ٹیکسی ڈرائیور کو پتہ بتا کے اس نے پرس سے وہ خط نکالا اور پھر.... دھڑکتے دل سے لفافے کی مہر توڑی۔

اندر زردی مائل کاغذ پہ سیاہ روشنائی میں لکھی تحریر دیکھتے ہی اس کی آنکھیں دھندلا گئیں۔ وہ اس لکھائی کو پہچانتی تھی۔

"پیاری تالیہ...

تمہیں گئے آج تیسواں روز ہونے کو آیا ہے۔میری فتوحات میں اضافہ ہو رہا ہے اور میرے دشمنوں کو شکست ہو رہی ہے۔لیکن کوئی بھی خوشی تمہارے بچھڑنے کے غم کا نعم البدل نہیں ہو سکتی۔تم مجھے بہت اکیلا کر کے چلی گئی ہو۔

میں مانتا ہوں کہ میرے کیے اکثر فیصلے بہت غلط تھے۔میں نے وان فاتح کو تکلیف پہنچائی۔نہیں معلوم کہ وہ دوسری دنیا پہنچنے تک زندہ رہا یا نہیں۔ نہیں معلوم کہ اپنی دنیا میں میں زندہ ہوں یا مردوں میں سے ہوں۔نہیں معلوم کہ تم اپنی کتابوں میں میرے بارے میں کیا پڑھو گی۔ غلط تھے میرے فیصلے۔میں مانتا ہوں۔لیکن اس سب میں ایک چیز سچی تھی۔تالیہ کی مراد راجہ سے محبت۔اور مراد راجہ کی اپنی اصل بیٹی تالیہ سے محبت۔میں نے جو کچھ کیا محبت میں کیا۔محبت انسان سے کیا نہیں کرواتی۔چوری...قتل...جنگ۔بس ایک "محبت" نہیں کرواتی۔میں تم سے وہ محبت نہیں کر سکا جو مجھے کرنی چاہیے تھی۔نہیں جانتا کہ تمہاری دنیا میں وقت کی سوئی کہاں ہے۔لیکن ایک ملال ہمیشہ رہے گا۔

کاش تم مجھے یوں دھوکہ دے کر نہ جاتیں۔تم مجھ سے لڑ کے،روٹھ کے،مجھ پہ غصہ کر کے چلی جاتیں تالیہ....لیکن دھوکہ دے کر نہ جاتیں۔مجھے ٹھیک سے الوداع کہنے کا موقع تو دیتیں۔تم نے مجھے بہت تکلیف دی ہے۔میں اپنی دی گئی تکلیف کی سزا بھگت رہا ہوں....لیکن جانتی ہو تمہارا دل کیوں ٹوٹا ہوا ہے؟ کیونکہ تم نے مجھے تکلیف دی ہے۔تمہارا یہ دکھ کبھی دور نہیں ہوگا تالیہ۔تم چاہے ملکوں ملکوں پھرو....چاہے ان سارے مسئلوں سے نکل آؤ جن میں تم گرفتار تھیں...چاہے تمہارے پاس زمانے بھر کے خزانے آجائیں...یا تمہیں اپنا من پسند آدمی مل جائے....تم جہاں بھی جاؤ گی میری بیٹی....تمہارا یہ زخم کبھی نہیں بھرے گا۔

سوائے اس کے کہ.....

تم میرے پاس واپس آجاؤ۔

تمہیں کسی دوسری دنیا میں سکون نہیں ملے گا۔

یہ بد دعا نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے۔

تمہارا باپ۔

مراد۔"

خط کے صفحے پہ جگہ جگہ گرتے آنسوؤں نے روشنائی مٹا ڈالی تھی۔اس نے گیلی سانس ناک سے اندر کھینچی۔شوفر نے بیک ویو مرر میں اس لڑکی کو دیکھا جو خط تہہ کرتے ہوئے پرس میں رکھ رہی تھی۔اس کی جھکی پلکوں پہ کتنے ہی آنسو آن ٹھہرے تھے۔

کسی کو unlove کرنا واقعی آسان نہ تھا۔نہ فاتح کو۔نہ مراد راجہ کو۔

☆☆=========☆☆

وہ گلی چھ سال میں کئی دفعہ بدلی ہوگی۔لیکن تالیہ کو وہ آج بھی ویسی ہی لگی تھی۔وہی گملے۔وہی فرش۔اور ذوالکفلی کے گھر کے سامنے بنے دو اسٹیپ۔وہ اس گلی میں داخل ہوئی اور چبھتی نظروں سے اطراف کا جائزہ لینے لگی۔اس کی آنکھوں کے سارے آنسو اب تک سوکھ چکے تھے۔اور ان میں سرد مہری در آئی تھی۔

مکان کے دروازے پہ زنجیر میں لپٹا تالہ لگا تھا۔یوں معلوم ہوتا تھا اس گھر کو برسوں سے کسی نے نہیں کھولا۔جامنی فراک والی لڑکی سینے پہ بازو لپیٹے چند لمحے تنفر سے اس مکان کو دیکھتی رہی۔

پھر وہ دروازے کے سامنے بنے اسٹیپ پہ بیٹھی' ہیٹ اتار کے ساتھ رکھا اور اونچی آواز میں بولی۔"میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں' ذوالکفلی۔"

گلی سنسان تھی۔مغرب گہری ہو چکی تھی اور سارے پہ جامنی اندھیرا پھیلا تھا۔بظاہر اس کے اردگرد کوئی نہ تھا۔لیکن تالیہ جانتی تھی کہ وہ کسی کونے سے اسے دیکھ رہا تھا۔چند لمحے گزرے اور گلی کے دوسرے کونے سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔زینوں پہ بیٹھی تالیہ نے چہرہ اس طرف موڑا۔

لمبی برساتی پہنے' سر پہ سیاہ ہیٹ جمائے' وہ اس کی طرف چلتا آ رہا تھا۔جیسے جیسے وہ قریب آتا گیا' اس کے چہرے کا ایک ایک نقش واضح ہوتا گیا۔اس کی آنکھوں کی چمک آج بھی ویسی ہی تھی۔جھریوں نے البتہ جلد کو کریلے کے خول کی مانند کر دیا تھا۔کڑوے کریلے جیسے۔قلموں سے بال سفید ہوتے نظر آ رہے تھے۔وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے عین اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔پھر ہیٹ والا سر جھکا کے اسے دیکھا اور مسکرا کے ابرو اچکائے۔

"کیا چیز شہزادی کو میرے غریب خانے پہ لے آئی آج؟"

تالیہ نے گردن اٹھا کے اسے پتلیاں سکوڑ کے دیکھا۔

''تم بھی عجیب آدمی ہو ذوالکفلی۔'' وہ افسوس سے اسے دیکھ کے کہنے لگی۔''میں تم سے پہلی دفعہ تب ملی تھی جب میرے بابا زخمی تھے۔ تم نے مجھے ان کی دوا دی تھی.... اس شرط پہ کہ ان کو تمہارے لیے کچھ کرنا ہوگا۔ محبت کی بے بسی بھی عجیب ہوتی ہے۔ ساری شرطیں منوا لیتی ہے۔ تمہیں جوان خون چاہیے تھا اپنی ساحرانہ قوتوں کو بڑھانے کے لیے۔ جتنے لوگوں کو تم جادو سکھاؤ گے اتنی تمہاری طاقت بڑھے گی۔ میں نے پمبورو کی کتابوں میں پڑھا ہے اس بارے میں۔ اسی لیے تم نے مجھ سے میرا باپ لے لیا اور اس کو جادوگر بنا ڈالا۔'' وہ ٹھہر ٹھہر کے بول رہی تھی۔

''اگر تمہارا باپ جادوگر نہ ہوتا تو کیا وہ سارے ظلم نہ کرتا جو اس نے کیے' چڑی تالیہ؟ اونہوں۔ کسی ہنر کا سیکھنا انسان کی فطرت نہیں بدلتا۔ سانپ کی فطرت میں ڈس لینا ہے۔ وہ مسجد میں رہ کے بھی نہیں بدلتا۔''

''جیسے تم نہیں بدلے۔ وہ دنیا ہو یا یہ دنیا۔ تم نے ہر جگہ دوسروں کو دھوکے سکھائے۔ جادو بھی تو ایک دھوکہ ہے۔ تم اپنی دنیا میں جادوگر تھے۔ ہماری دنیا میں کون آرٹسٹ کہلائے۔ جب میں تمہیں بھلا چکی تھی' تب تم مجھ سے یتیم خانے میں ملے۔ اور تم نے مجھے پھر سے دھوکہ دیا۔''

''اپنی شناخت چھپا کے؟'' وہ چمکتی آنکھوں سے مسکرا رہا تھا۔

''نہیں۔ مجھے یہ تاثر دے کر یہ تم مجھے اڈاپٹ کرنے جا رہے ہو۔ پہلی دفعہ مجھے یقین ہو چلا تھا کہ مجھے ایک باپ' ایک گھر ملنے والا ہے۔ تالیہ نے ساری عمر کیا چاہا ہے اس کے سوا کہ اس کا کوئی گھر ہو' کوئی فیملی ہو؟ لیکن نہیں۔ برسوں بعد میں تمہیں دوبارہ ملی' تب بھی تم نے میرے ساتھ یہی کیا۔ مجھے ایک فریب کے پیچھے لگا دیا۔''

''کیا میں نے تمہیں بہروپیہ بنایا؟ یاد رکھو.... تم میرے پاس آنے سے پہلے بھی چھوٹی موٹی چوریاں شروع کر چکی تھی۔''

''میں vulnerable تھی۔'' اس کی آواز اب سپاٹ نہیں رہی تھی۔ اس میں اداسیاں گھل گئی تھیں۔''میرے خواب ٹوٹے تھے۔ میرے پاس غربت میں گزارا کرنے کی چوائس تھی۔ میں نے غلط فیصلہ کیا۔ لیکن تمہارے پاس بھی چوائس تھی۔ تالیہ کی روح کو بچا لینے کی۔ تم نے بھی درست فیصلہ نہیں کیا۔ تم نے مجھے فریب کاری کی دنیا میں گرنے دیا۔''

''میں نے ہمیشہ تمہارا خیال رکھا۔ تمہارے پیچھے تمہاری حفاظت کی۔ تم مشکل میں میرے پاس آتی تھیں۔ اور تم نے کیا کیا؟ مجھے زہر دینا چاہا؟''

دونوں اندھیر گلی میں آمنے سامنے موجود تھے۔ وہ ابھی تک بیٹھی تھی اور وہ کھڑا تھا۔ دونوں کے پاس کہنے کو بہت کچھ تھا۔

''میں نے تمہیں زہر نہیں دیا تھا۔ دھوکہ دیا تھا۔ میں تم سے چابی مانگنے کبھی نہ آتی اگر تم مجھے اس چابی کے چکر میں نہ پڑنے دیتے۔ تم مجھے میرا ماضی بھولے رہنے دیتے۔ بھولنا ایک نعمت تھی' ذوالکفلی۔ تم نے میری نعمت مجھ سے چھین جانے دی۔''

''اور تم نے مجھ سے دھوکے سے چابی حاصل کر لی۔ میں نے کہا تھا نا' تمہیں دھوکے کی قیمت چکانی پڑے گی۔ تمہارے چھے برس ضائع ہو گئے' تالیہ۔ چچ چچ.....

''اگر میرے چھے برس ضائع ہوئے' تو تمہارے بھی یہ سال کسی اچھے کام کو کرنے میں نہیں گزرے۔ اب میری بات سنو جادوگر' انسان کا جو وقت کسی اچھے کام میں نہ گزرے' وہ ایسا ہوتا ہے کہ جیسے اس نے وہ گزارا ہی نہیں۔ بورنگ روٹین میں رہنے والوں کو اسی لیے لگتا ہے کہ وقت تیزی سے گزر گیا۔ وقت صرف ان کا ضائع نہیں ہوتا جو روشنی کے سفر پہ نکلتے ہیں۔ تالیہ کو افسوس نہیں ہے کہ اس کے سال ضائع ہوئے۔ تالیہ کو تم سے چابی حاصل کرنے پہ بھی کوئی پچھتاوا نہیں ہے۔''

''تو پھر یہاں کیوں آئی ہو؟''

''یہ کہنے کہ میرا تمہارا حساب برابر ہو چکا ہے۔ بلکہ تمہارے گناہ زیادہ ہی ہوں گے۔ پھر فاتح کے پیچھے بیشا کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟''

ذوالکفلی کے ابرو اچنبھے سے بھنچے۔ ''میں سمجھا نہیں۔ کون بیشا؟'' وہ حیران ہوا تھا۔

تالیہ نے افسوس سے سر جھٹکا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ اسٹیپ پہ کھڑی اس سے قدرے اونچی لگ رہی تھی۔

''تمہاری زبان دو کاموں میں ماہر ہے۔ جادو اور جھوٹ۔ لیکن تالیہ کو سچ اور جھوٹ کا فرق کرنا آتا ہے۔ تم نے اس عورت کو میرے سانچے پہ تخلیق کیا اور فاتح کی زندگی میں داخل کیا۔ صرف تم جانتے تھے ہمارے دونوں زمانوں کی باتوں کے بارے میں۔ سیاہ گھوڑے اور جانے کیا کچھ۔ تم فاتح کو نقصان پہنچا کے تالیہ سے بدلہ لینا چاہتے ہو۔''

''نہیں' چڑی تالیہ۔'' وہ الجھن بھری برہمی سے بولا۔ ''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں کسی بیشا کو نہیں جانتا۔ نہ مجھے کسی کو یوں بھیجنے کی ضرورت ہے۔ میرا اعتنا تم سے تھا۔ وان فاتح سے نہیں۔'' وہ تلخی سے بولا۔ ''تم میرے تنفر میں اتنی اندھی ہو چکی ہو کہ اپنے اصل دشمن کو ڈھونڈنے کی بجائے....''

''میں تمہارے جھوٹ سننے نہیں آئی۔ یہ بتانے آئی ہوں کہ اگر....'' وہ ایک قدم نیچے اتری اور اس کے مقابل کھڑے ہو کے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''اگر.... تم نے.... فاتح کو نقصان پہنچایا.... تو.... میں.... تمہاری.... جان لے لوں گی۔''

''تم؟'' وہ استہزائیہ مسکرایا۔ ''تم کسی کی جان نہیں لے سکتیں۔''

''کیونکہ میں نے تمہیں زہر نہیں دیا تھا؟''

ذوالکفلی تلخی سے مسکرایا۔ ''تم نے الف لیلوی کہانیاں پڑھی ہیں' چڑی تالیہ؟ ان میں ایک شہزادی ہوتی ہے جس کو اگر کوئی زہر دے ڈالے... یا... کسی ٹاور میں قید کر دے... یا... سوتیلی ماں اس پہ ظلم کرے.... تو اسے بچانے ایک شہزادہ آتا ہے سفید

گھوڑے پہ۔ اور وہ اس کہانی کے سارے کرداروں کو ان کے غموں سے نکال لیتا ہے۔ تم بھی اپنی کہانی کی وہی saviour ہو۔ سفید گھوڑے والی شہزادی۔ اپنے سیاہ ماضی سے تائب ہو کے اچھائی کے سفید راستے پہ چلنے والی۔ اور سفید گھوڑے والی شہزادیاں کسی کی جان نہیں لے سکتیں۔"

وہ کہہ رہا تھا اور تالیہ اسے چبھتی نظروں سے دیکھتی گئی۔ پھر اس کے کان کے قریب چہرہ جھکا کے بولی۔

"ذوالکفلی...." اس کی آواز سرگوشی سے بھی ہلکی تھی۔ "سفید گھوڑے والی شہزادیوں کا زمانہ گزر چکا ہے۔"

پھر وہ اپنا ہیٹ لیے آگے بڑھ گئی۔ ذوالکفلی تلخ مسکراہٹ کے ساتھ اسے جاتے دیکھتے رہا۔

☆☆=========☆☆

اگلی صبح اور اگلی دوپہر یوں گزر گئی کہ پتہ ہی نہ چلا۔ پترا جایا کے آسمان پہ سرِ شام ہی سیاہ بادل اکٹھے ہونے لگے۔ ان کے گرجنے کی آوازیں اونچے محلوں میں رہنے والوں کو اپنے آرام دہ لوِنگ رومز میں بھی واضح سنائی دے رہی تھیں۔ آج رات بارش کھل کے برسی تھی' یہ تھا۔

وان فاتح کی رہائشگاہ بھی بار بار بجلی کی چمک سے روشن ہوتی۔ پھر اندھیرا چھا جاتا۔ اندر اسٹڈی میں وہ اپنی مرکزی کرسی پہ بیٹھا تھا۔ وہ سامنے بیٹھے سکندر اور جولیانہ کو دھیمے لہجے میں جو بات بتا رہا تھا' اسے سن کے جولیانہ نے کوئی تاثر نہیں دیا البتہ سکندر بدک کے کھڑا ہوا۔

"کیا مطلب؟" اس نے بے یقینی سے باپ کو دیکھا۔ "تالیہ مراد ہمارے گھر آ رہی ہے؟ وہ ہمارے ساتھ ڈنر کرے گی؟"

"تالیہ فیملی ہے' سکندر۔"

"تالیہ فیملی نہیں ہے۔" وہ دبا دبا سا غرایا۔ اس کے نوعمر چہرے پہ غصہ سرخی پھیلا رہا تھا۔

"سکندر....." وہ اتنے ہی تحمل سے بولا۔ "وہ ہر برے وقت میں ہمارے ساتھ کھڑی ہوتی تھی۔ یہ اس کا برا وقت ہے۔ اس پہ ایک غلط الزام لگا ہے۔ ہم اس کو اکیلا کیسے چھوڑ دیں؟"

"ڈیڈ..... آپ کو دکھائی کیوں نہیں دے رہا؟ اس نے ہماری ماں کا قتل کیا ہے۔ سارا میڈیا یہی کہہ رہا ہے۔"

"میڈیا تو یہ بھی کہتا ہے کہ میں ایک برا حکمران ہوں۔ کیا تم ان باتوں کا بھی یقین کر لیتے ہو؟" اس کے انداز میں اب کے برہمی در آئی۔ سکندر چپ ہو گیا۔ فاتح نے جولیانہ کی طرف چہرہ موڑا۔ "کیا تم نے سکندر کو نہیں بتایا؟"

سکندر نے چونک کے اسے دیکھا۔ "کیا؟"

جولیانہ کھنکھاری۔ پھر سکندر کی طرف دیکھا۔ "ڈیڈ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ تالیہ نے ماما کا قتل نہیں کیا تھا۔ جو کیک وہ بھیجتی تھی

وہ میں نے خود دیکھے تھے۔ ان پہ آئسنگ نہیں ہوتی تھی۔ اور زہر آئسنگ میں تھا۔ کیک میں نہیں۔ آئسنگ کوئی بعد میں چھڑکتا تھا۔"

سکندر چند لمحے الجھن سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔ پھر فاتح کی طرف رخ کیا۔ "کون؟"

"دیکھو سکندر... تمہاری ماما کے ایک پرانے ملازم کا آج سراغ ملا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تالیہ بے گناہ ہے۔ وہ گواہی دے گا اور تالیہ بری ہو جائے گی۔ یہ اتنا سمپل ہے۔"

سکندر نے دونوں ابرو سوالیہ انداز میں اٹھائے۔ "یعنی تالیہ مراد بے قصور ہے اور اصل گواہ سامنے آنے والا ہے؟"

"ہاں۔"

"میں جولیانہ نہیں ہوں ڈیڈ جو میں اس بات کا یقین کر لوں گا۔" وہ ایک دم پھنکارا۔ "یہ تالیہ مراد کی کہانیوں میں سے ایک ہے۔ اس کے پاس بہت پیسہ ہے۔ وہ کسی کو بھی خرید سکتی ہے۔"

"سکندر...." فاتح نے گہری سانس لے کر اس کو پکارا۔

"اس نے میری ماں کا قتل کیا ہے۔ میں بس یہی جانتا ہوں۔ آپ چاہتے ہیں کہ میں تمیز سے اس ڈنر میں بیٹھوں تو میں بیٹھ جاؤں گا۔ میں اس کو برداشت کر لوں گا۔ لیکن آپ مجھ سے یہ امید نہ رکھیں کہ میں اس کہانی میں آؤں گا۔" وہ پیر پٹخ کے اٹھا اور تیزی سے باہر چلا گیا۔ بادل زور سے گرجے اور کھڑکیوں کے باہر بجلی چمکی۔ اگلے ہی پل سیاہی پھر سے چھا گئی۔ فاتح نے افسوس سے اس کو جاتے دیکھا۔ "اس کو کیا ہو گیا ہے؟"

"کیا اب آپ تالیہ کو نہیں بلائیں گے؟" جولیانہ نے تذبذب سے پوچھا۔

"ظاہر ہے میں اسے بلاؤں گا۔ تالیہ فیملی ہے اور ہمارے گھر میں اس کی جگہ ہمیشہ رہے گی۔" وہ مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے اٹھا تو جولیانہ مسکرا دی۔

"مجھے تالیہ مراد تھوڑی بہت یاد ہے۔ مجھے وہ ہمیشہ اچھی لگتی تھی۔" وہ سادگی سے بولی تو فاتح مسکرا دیا۔

ادھر سکندر اپنے کمرے کا دروازہ کھول کے غصے سے اندر داخل ہوا تو دیکھا۔ اسٹڈی چیئر پہ اشعر ریلیکس انداز میں بیٹھا ہے۔ جینز پہ جرسی شرٹ پہنے وہ ہاتھ میں سکندر کی گیند گھما رہا ہے۔ سکندر نے دروازہ بند کیا اور بگڑے تاثرات کے ساتھ بیڈ کے کنارے بیٹھا۔ کشن اکو ٹھوکر ماری۔

"تو یہ سچ ہے؟ تالیہ مراد آج ڈنر ہمارے ساتھ کرے گی؟" اشعر گیند کو دیکھتے ہوئے بولا تو سکندر نے اسے گھورا۔

"ڈیڈ کو نظر کیوں نہیں آ رہا؟"

"کیونکہ وہ ان کا بالکل سپاٹ ہے۔ تم اسے نہیں جانتے۔ میں جانتا ہوں۔" اس نے گیند رکھی اور سنجیدہ آواز میں اسے سمجھانے لگا۔ "تمہارے ڈیڈ زندگی کے اس حصے میں بہت اکیلے ہیں۔ ان کو تالیہ کی صورت میں ایک لائف پارٹنر مل رہا ہے۔ اور اس میں کوئی برائی نہ ہوتی اگر وہ کا کا کا قتل نہ کر چکی ہوتی۔"

"آپ سارا وقت مجھے ہی بولتے رہتے ہیں۔ ڈیڈ کو سمجھاتے کیوں نہیں ہیں؟" وہ زچ ہو کے بولا۔ اشعر نے گہری سانس لے کر شانے اچکائے۔

"تمہارے ڈیڈ سمجھانے کی حدود سے نکل گئے ہیں۔ یہ لڑکی خطرناک ہے' سکندر۔ یہ تمہارے ڈیڈ کو نقصان پہنچانے کے لیے ان کی زندگی میں داخل ہوئی ہے۔ میں بتا رہا ہوں۔ اب تمہیں ہی کچھ کرنا ہوگا۔" وہ افسوس سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔ "ورنہ تم ہر دوسری شام اس کے ساتھ ایک ہی میز پہ ڈنر کرنے پہ مجبور ہو گے۔"

اشعر چلا گیا اور سکندر دروازے کو گھورتا رہا۔

☆☆=========☆☆

جس وقت داتن اس کے اپارٹمنٹ میں داخل ہوئی' لونگ روم کی کھڑکیوں کے باہر شام اترتی دکھائی دے رہی تھی۔ بجلی وقفے وقفے سے چمک رہی تھی۔ دروازے کا کمبینیشن کوڈ اسے معلوم تھا۔ تالیہ نے پہلے سے بتا رکھا تھا۔ وہ اندر آئی۔ اپنا بیگ صوفے پہ ڈالا۔ تالیہ کی تلاش میں نظریں ادھر ادھر دوڑائیں۔ پھر دیکھا.... بیڈروم کا دروازہ کھلا تھا۔

"تالیہ.... تال..." وہ جو مگن سی اسے پکارتی اندر آ رہی تھی.... چوکھٹ پہ ٹھٹک کے رک گئی۔

تالیہ ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی تھی۔ مرر کی سفید وینٹی لائٹس روشن تھیں۔ ان کی تیز روشنی میں وہ کوئی سفید مورت لگ رہی تھی۔ وہ بالوں کے جوڑے میں پنیں لگا رہی تھی۔ آواز پہ پلٹی۔ اسے دیکھ کے داتن متحیر رہ گئی۔

وہ سفید اور سلور انڈین ساڑھی میں ملبوس تھی۔ ساڑھی کے آستین کلائیوں سے ذرا پیچھے تک آتے تھے۔ بالوں کا ڈھیلا جوڑا بنائے۔ چھوٹی گھنگریالی لٹیں گالوں پہ گرائے.... وہ گہرا کاجل لگائے تیار تھی۔ گردن میں ہیروں کا نازک نیکلیس پہن رکھا تھا اور کانوں میں سرخ یاقوت جڑے بندے تھے۔ داتن کو دیکھ کو وہ اداسی سے مسکرائی۔

"تم... کتنی حسین لگ رہی ہو' تالیہ۔"

"تیلی ہو کے تم بھی اچھی لگتی ہو۔" وہ مسکرا کے آئینے کی طرف مڑ گئی۔ پھر برش پہ ذرا سا پاؤڈر اٹھایا اور گال کی اونچی ہڈی پہ پھیرنے لگی۔

"تم فاتح کے گھر جا رہی ہو؟" داتن آہستہ سے اس کے عقب میں آ کھڑی ہوئی۔

''ہوں۔تم نے مِیشا کو چیک کیا؟''

''ہاں۔'' داتن کی آواز میں مایوسی تھی۔''سوری تالیہ لیکن اس کے بارے میں کوئی قابلِ گرفت بات نہیں معلوم ہوئی۔وہ وہی ہے جو وہ خود کو کہہ رہی ہے۔ایک سنگل مدر۔ایک فوٹوگرافر اور ٹیچر۔لوگ اس کی بہت عزت کرتے ہیں۔''

''تم نے ٹھیک سے دیکھا نہیں ہوگا۔اس کے فنانشلز....اس کا شناختی کارڈ....'' تالیہ کے ماتھے پہ بل پڑے۔

''سب چیک کیا ہے۔سب صاف ہے۔وہ ایک سادہ اور بے گناہ عورت ہے۔وہ کوئی کون وومن نہیں ہے۔''

''اونہوں۔'' تالیہ اس کی طرف گھومی اور سنجیدگی سے بولی۔''وہ بہت ہوشیار ہے۔دوبارہ چیک کرو۔کچھ مل جائے گا۔''

داتن نے ملال سے اسے دیکھا اور گہری سانس بھر کے رہ گئی۔تالیہ نے پرس اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھی۔

''تالیہ...تمہارے پاس مِیشا کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔کیا فاتح تمہارا یقین کرے گا؟''

تالیہ نے جواب نہیں دیا۔وہ باہر نکل گئی۔شاید اس کے پاس جواب نہیں تھا۔

''دھیان سے جانا تالیہ۔آج موسم خراب ہے۔'' مگر تالیہ نے نہیں سنا تھا۔وہ سننے کی حدود سے باہر تھی۔

وان فاتح کی رہائشگاہ سری پردھانہ جیسی نہ تھی۔بس ایک بڑا سا بنگلہ تھا جس کے چاروں اطراف وسیع وعریض لان بنا تھا۔فرنٹ پہ ایک نیلا تالاب بھی تھا جس کے ساتھ اس وقت ایک کرسی رکھی تھی اور وان فاتح اس پہ بیٹھا تھا۔وہ سفید شرٹ کے آستین پیچھے موڑے'ٹیک لگائے بیٹھا' سیاہ آسمان کو دیکھ رہا تھا جب کار اندر داخل ہوئی۔وہ مسکرا کے اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ سیدھی اس کی طرف آئی تھی۔تھوڑی سی نروس۔تھوڑی سی خوش۔وہ ملی جلی کیفیت کا شکار لگتی تھی۔سفید ساڑھی میں ملبوس وہ اس سیاہ رات میں دمک رہی تھی۔

وہ چند قدم آگے بڑھا۔چند قدم وہ قریب آئی۔یہاں تک کہ دونوں سوئمنگ پول کے کنارے ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ رکے۔

''خوش آمدید۔مجھے خوشی ہے کہ تم آگئیں۔'' وہ اسے دیکھ کے گہری سانس لے کر بولا۔تالیہ نے خوشگوار حیرت سے اسے دیکھا۔

''آپ کو شک تھا میرے آنے پہ؟''

''شک نہیں تھا۔ڈر تھا۔''

''لیکن آپ نے ہی کہا تھا کہ کچھ لوگوں کو اَن لو کرنا آسان نہیں ہوتا۔'' وہ مسکرائی۔اس کے گال پہ ننھا سا گڑھا بنا۔اس کے کانوں کے سرخ یاقوت چمکے۔تالاب کی سطح پہ پڑتی روشنی تالیہ کے چہرے سے ٹکرا کے اسے مزید روشن بنا رہی تھی۔

"ویسے ریکارڈ کے لیے.... کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ کن لوگوں کی بات کر رہے تھے آپ؟"

وہ دھیرے سے ہنس دیا۔ "میں تمہاری بات کر رہا تھا۔ تالیہ مراد کی۔ جسے اَن لَو کرنا آسان ہے نہ بھلانا۔"

اسے محسوس ہوا کہ اس کی ہتھیلیاں نم ہو رہی ہیں لیکن بظاہر وہ مسکراتی رہی۔ وسط لان کے وہ دونوں چمکتے ہوئے پول کے کنارے کھڑے تھے۔ آسمان کے تاروں اور پول کے پانی سے بالکل بے نیاز۔

"کیا آپ واقعی مجھے بھول نہیں پائے؟" اس کی آواز میں نمی در آئی۔ آنکھیں فاتح پہ جمی تھیں۔

"تالیہ تمہیں کوئی کیسے بھول سکتا ہے؟ میں تو کبھی نہیں۔" وہ صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔ "ہم نے اپنی دنیا میں گیارہ دن ایک دوسرے کو جانا تھا۔ پھر ہم چار ماہ کے لیے قدیم ملاکہ چلے گئے تھے۔"

"پھر اپنی دنیا میں ہم چھے ماہ کے لیے واپس آئے۔ اور پھر.... ایک ماہ ہم نے قدیم ملاکہ میں گزارا۔" اس نے فاتح کا فقرہ مکمل کیا۔

"ہاں۔ اور کل ملا کے کتنا ہوا؟ ایک برس بھی نہیں۔" اس نے انگلیوں پہ گنا۔ "میں تمہاری زندگی میں ایک برس رہا تھا شاید۔ تم میری زندگی میں اس کے بعد بھی چھے برس تک رہی ہو۔ میں نے ایک لمبا عرصہ تالیہ مراد کی یاد میں گزارا ہے۔ میں تمہیں کئی دفعہ کھو چکا ہوں۔ اب کی بار میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔" وہ ٹھہرا۔ تالیہ کا سانس رک گیا۔ "کیا ہم پھر سے شروع کر سکتے ہیں؟"

"غلام اور شہزادی کی حیثیت سے؟ یا سلطان ساز اور راجہ کی بیٹی بن کے؟ یا پھر.... باس اور ان کی باڈی دومن؟" وہ بظاہر مسکرا کے بولی البتہ وہ محسوس کر سکتی تھی کہ اس کا چہرہ دہکنے لگا تھا۔

"نہیں۔ ایک فیملی بن کے۔" وہ اپنائیت سے بولا۔ "تم میری فیملی ہو تالیہ۔ ہاں ٹھیک ہے.... وہ رشتہ ہم نے مجبوری میں جوڑا تھا۔ چھے برس گزر چکے ہیں۔ تمہارے اوپر کیس چل رہا ہے اور میں پردھان منتری ہوں لیکن...." اس نے گہری سانس لی۔ "ہماری کہانی ان چیزوں سے بالاتر رہی ہے۔ ہم نے زمانوں کا سفر ایک ساتھ کیا ہے۔ تم نہیں تھیں تو الگ بات تھی۔ لیکن اب تم آگئی ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم دوبارہ کہیں جاؤ۔"

تالیہ کے گلے میں آنسوؤں کا گولا اٹکنے لگا۔ آنکھوں میں گلابی پن در آیا۔ "آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میں چاہتا ہوں کہ تم کہیں نہ جاؤ۔ یہیں رہو۔ میرے ساتھ۔ میرے گھر کا حصہ بن کے۔ کیا ہم ہر چیز دوبارہ سے شروع کر سکتے ہیں؟" وہ بنا پلک جھپکے اس کی آنکھوں میں دیکھ کے پوچھ رہا تھا۔ اس کے انداز میں ایک ڈر سا تھا۔ اور وہ یہ محسوس کر سکتی تھی۔

"مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ.... آپ کو کسی چیز کا ڈر ہے۔"

"ہاں۔" اس نے اعتراف کیا۔ "مجھے چھ برس اس بات کا خوف رہا ہے کہ تم کہیں چھپ گئی ہو اور ایک دن اچانک سے مجھے ڈاک میں ڈائیورس پیپرز بھجوا دو گی۔ اور مجھے تمہاری خواہش کا احترام کرتے ہوئے انہیں سائن کرنا پڑے گا۔ اور میں تمہیں ایک دفعہ پھر کھو دوں گا۔" اس کے انداز میں بے چارگی تھی۔ اپنائیت تھی۔ وہ ایک دم پرسکون سی ہو کے ہنس دی۔ اس کے سارے واہمے' سارے خدشات جیسے دور بھاگ گئے۔

"میں ایسا کبھی نہیں کروں گی۔"

"یعنی تم میری زندگی کا حصہ بننے کے لیے تیار ہو؟"

تالیہ جواب میں کچھ کہنے لگی لیکن پھر فاتح کے عقب میں اس نے دیکھا.... پول کے دوسرے کنارے پہ ایک ہرن کھڑا تھا۔ رات کی تاریکی میں اس کی سفید جلد چمک رہی تھی۔ وہ اپنی سبز آنکھوں سے تالیہ کو دیکھے جا رہا تھا۔

"تالیہ؟"

"ہوں؟" وہ چونکی۔ پھر مسکرا دی۔ "میں آپ کو اپنا جواب ڈنر کے اختتام پہ بتا دوں گی۔"

"اوکے۔" فاتح مسکرا دیا۔ "آؤ.... میں تمہیں اپنے بچوں سے ملواتا ہوں۔" تالیہ نے اس طرف نظریں موڑیں۔ اب وہ ہرن وہاں نہیں تھا۔ اس نے سر جھٹکا اور فاتح کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

سیاہ آسمان اپنے پروں پہ ستارے پھیلائے ان کو خاموشی سے اوپر سے دیکھتا رہا۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اب بنگلے کی عمارت کی طرف جا رہے تھے۔ وہ آپس میں کچھ کہہ بھی رہے تھے۔ کسی بات پہ فاتح ہلکا سا ہنسا بھی تھا۔

سکندر نے کھڑکی سے یہ منظر ناپسندیدگی سے دیکھا تھا۔ اس کی رنگت سیاہ پڑ رہی تھی اور ماتھے پہ بل تھے۔

☆☆=========☆☆

ایڈم بن محمد کا اسٹڈی روم شام ہوتے ہی سفید روشنیوں سے جگمگا اٹھا تھا۔ کھڑکی کے شیشوں سے باہر پھیلتا جامنی اندھیرا دکھائی اور گرجتے بادل سنائی دے رہے تھے۔ اسٹڈی ٹیبل پہ کھلے لیپ ٹاپس' نوٹز اور فائلیں بے ترتیبی سے پڑی تھیں۔

احمد نظام ایک لمبی گفتگو کے بعد اب کھڑے ہو رہے تھے۔ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے انہوں نے اپنے ساتھ اٹھتے تھکے تھکے سے ایڈم سے پوچھا۔

"کیا دان فاتح نہیں جانتے کہ یہ شخص کہاں رہتا ہے جو مسز عصرہ کے ساتھ جیولرز پہ گیا تھا؟"

"نہیں۔ انہوں نے میری ای میل کے جواب میں بس اتنا بتایا ہے کہ وہ ایک زمانے میں عصرہ کے والد کا ملازم تھا۔ اس کا

نام سرمد ہے۔ اس کو کئی دفعہ انہوں نے اپنے گھر آتے دیکھا لیکن ان کو یہ نہیں معلوم کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ عصرہ کی موت کے بعد وہ کبھی نہیں آیا۔"

"میں نے چند لوگوں کو کہہ رکھا ہے۔ اگر وہ آدمی ملک سے فرار نہ ہو گیا ہو تو جلد ہمارے سامنے ہوگا۔ تالیہ مراد کی بے گناہی صرف وہی ثابت کر سکتا ہے۔" وہ امید سے کہہ رہے تھے۔ ایڈم اداسی سے مسکرا دیا اور کندھے اچکا دیے۔ وہ اپنے تئیں سب کچھ کر چکے تھے۔

وہ رخصت ہو گئے تو وہ دروازہ بند کر کے لونگ روم میں آیا۔

اس کا اپارٹمنٹ بالکل خاموش تھا۔ دیواریں' فرنیچر' ٹی وی کی بجھی اسکرین.... وہ جب بھی اکیلا ہوتا یوں لگتا یہ ساری چیزیں تھوڑی تلے ہتھیلی جمائے فرصت سے اسے دیکھ رہی ہیں۔ اس پہ طنز کر رہی ہیں۔

وہ صوفے پہ بیٹھا اور پیر میز پہ رکھ لیے۔ پھر گردن پیچھے لگا کے خاموشی سے چھت کو دیکھنے لگا۔

تالیہ کے بعد اس نے کبھی دوست نہیں بنائے تھے۔ دوست قسمت سے ملتے ہیں۔ جس کو نہیں ملتے' اس کو نہیں ملتے۔ دوست سے قریب قریب کوئی رشتہ مل بھی جائے تو بھی وہ دوست نہیں ہوتا۔

اس وقت اسے ایک دوست کی ضرورت تھی۔ اور اس ساری دولت' شہرت اور عزت کے باوجود ایڈم بن محمد جانتا تھا کہ اس کے پاس کوئی دوست نہیں تھا جس سے وہ دل کی بات کہہ سکے۔ جو اسے جج نہ کرے۔ جس کے ساتھ وہ خود کو آرام دہ محسوس کرے۔

گھنٹی بجی تو اس نے گہری سانس لی اور اٹھ کے دروازے تک آیا۔ انٹر کام اسکرین کو دیکھنے کی زحمت بھی محسوس نہ کی۔ وہ جانتا تھا احمد نظام واپس آئے ہوں گے۔ یقیناً وہ کچھ بھول گئے تھے۔

اس نے دروازہ کھولا اور.... پھر وہ اگلا سانس لینا بھول گیا۔

پہلے ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے۔ پھر بے یقینی سے آنکھیں پھیلیں۔

"دا تن؟" اس کے ہونٹوں سے بے آواز نکلا۔

"کیسے ہو' رائٹر؟" لیانہ صابری مسکرائی۔ وہ ویسی ہی تھی۔ وہی بال۔ وہی مسکراتا چہرہ۔ وہی بے نیاز انداز۔ اور ایک طرح سے دیکھا جائے تو وہ بالکل ویسی نہیں تھی۔

"آپ.... کیسے؟؟ اتنے عرصے بعد؟" ششدر سے ایڈم نے چوکھٹ چھوڑ دی۔ وہ مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ وہ اسے روک بھی نہ سکا۔ وہ اتنا شل تھا۔

''میں نے سوچا تمہاری یادداشت واپس آجائے پھر آؤں گی۔'' وہ طنزیہ کہتے ہوئے صوفے پہ بیٹھی۔ وہ متحیر سا اس کے پیچھے چلا آیا۔

''میری یادداشت.....'' لمحے بھر کو اسے بھول ہی گیا تھا۔ پھر سر جھٹکا۔ ''وہ تو بس....''

''ہاں ہاں....وہ تو بس اپنے دوستوں کو خود سے دور رکھنے کا بہانہ تھا۔ اگر تم نے وہ سب نہ کیا ہوتا تو میں بہت پہلے آجاتی۔ گھر اچھا ہے تمہارا۔ کتنا کما لیتے ہو؟'' اب وہ گردن موڑ موڑ کے اس کے اپارٹمنٹ کا جائزہ لے رہی تھی۔ وزن کم ہوا تھا۔ عادتیں نہیں بدلی تھیں۔ ایڈم ایک دم ہنس دیا۔

''جیسے آپ اب تک میرے بینک اکاؤنٹس کو کھنگال نہیں چکی ہوں گی۔''

''میں تمہارے منہ سے سننا چاہتی ہوں۔'' وہ دلچسپی سے پوچھ رہی تھی۔ ''تاکہ مجھے بھی معلوم ہو کہ میرے دوست کتنے دولت مند ہیں۔''

''آپ میری دولت کی لالچ میں یہاں نہیں آئیں' داتن۔ آپ میرے لیے آئی ہیں۔'' وہ مسکرا کے اس کے سامنے بیٹھا۔

''اور میں آپ کو بتا نہیں سکتا کہ اس وقت میں کتنا خوش ہوں۔ کچھ دیر پہلے میں سوچ رہا تھا کہ میں خود میں کتنا اکیلا ہوں۔ لیکن نہیں۔ اچھا ہوا جو اتنے سال میں نے جھوٹے دوست نہیں بنائے۔ انسان کے دوست کم ہوں تو بھی وہ ایک نعمت ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے کھوٹے لوگوں سے محفوظ رکھا ہوتا ہے۔''

وہ اتنی صاف گوئی سے کہہ رہا تھا کہ داتن نے ابرو اچکا کے اسے دیکھا۔

''تم نے سچ بولنا نہیں چھوڑا' ایڈم بن محمد۔ میں سمجھی تھی اب تک اس دنیا سے کچھ سیکھ چکے ہو گے۔''

اور ایڈم بے اختیار ہنس دیا۔ ایک عرصے بعد اس کے سامنے کوئی آیا تھا جس کے لیے وہ ایک سلیبریٹی نہیں تھا۔ تالیہ کی بات اور تھی۔ لیکن داتن...داتن کے لیے وہ برابر کا ایک دوست تھا۔

☆☆=========☆☆

سکندر ان دونوں کو آتے دیکھ کے اندر اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ ملازم اسے بلانے آیا تو وہ تیوریاں چڑھائے باہر آیا۔

تالیہ اس وقت لاؤنج کے ایک سنگل صوفے پہ بیٹھی تھی۔ دوسرے پہ فاتح بیٹھا تھا۔ وہ مسکرا کے سامنے بیٹھی جولیانہ کو تالیہ کے بارے میں بتا رہا تھا۔ جن دنوں وہ دان فاتح کی چیف آف اسٹاف تھی اور کس طرح وہ ہر کرائسس میں کوئی نہ کوئی حل نکال لیتی تھی۔ جولیانہ مسکرا کے سن رہی تھی۔ اس کے انداز سے تالیہ کا اعتماد بڑھا تھا۔ اور تب اس نے سکندر کو آتے دیکھا۔ اس

۔نے مسکرا کے سر کے خم سے سکندر کو گڈ ایوننگ بولا۔ وہ بظاہر ایک اٹھارہ انیس برس کا لڑکا تھا لیکن اس کے ماتھے کے بل اتنے پکے تھے کہ تالیہ کی مسکراہٹ پھیکی پڑ گئی۔ اس نے فوراً فاتح کو دیکھا۔ فاتح نے سکندر کے انداز کو دیکھ لیا تھا لیکن کچھ کہا نہیں۔ وہ بہت وقار سے اس کو نظر انداز کر گیا تھا۔

لاؤنج میں ایک دم تناؤ کی سی کیفیت در آئی۔ ایسے میں جولیانہ نے فضا کو خوشگوار بنانے کی کوشش کی۔

''مجھے خوشی ہے کہ آپ ہمارے گھر آئیں۔ مجھے تھوڑا تھوڑا آپ کا ہمارے گھر میں آنا یاد ہے۔'' وہ آگے ہو کے بیٹھی' ہاتھ باہم ملائے قدرے شرما کے بولی۔

''مجھے بھی یاد ہے۔'' سکندر سرد سا بولا۔ ''بالخصوص جب آپ ماما کے انتقال والے دن آئی تھیں۔ شور کی آواز سارے گھر نے سنی تھی۔''

تالیہ کی رنگت زرد ہوئی۔ اس نے فاتح کو دیکھا۔ اس کے ماتھے پہ شکن در آئی تھی۔ مگر سکندر اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ تالیہ کی طرف متوجہ تھا۔

''ویسے آپ اتنے سال کہاں تھیں؟'' لہجہ بالکل ٹھنڈا اور سپاٹ تھا۔

''میں جہاں تھی' اپنی مرضی سے نہیں تھی۔'' وہ مدھم سا مسکرا کے بولی۔ اس عورت میں ایک مقناطیسی قوت تھی۔ وہ دیکھتی تھی تو سامنے والا خود بخود سب بھول کے اس کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔ لیکن سکندر کی آنکھوں کی چبھن غائب نہیں ہوئی۔

''میں نے سنا ہے آپ نے میری ماما کے سارے نوادرات بیچ دیے ہیں۔''

''ہاں۔ وہ اب مجھ سے بہتر کلیکٹرز کی ملکیت ہیں۔ میں ان کی حفاظت ویسے نہیں کر سکتی جیسے وہ کریں گے۔''

ماحول کا تناؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ فاتح خاموشی سے ان دونوں کو بات کرتے دیکھ رہا تھا۔ تالیہ انکھیوں سے اسے دیکھتی منتظر تھی کہ وہ اپنے بیٹے کو ٹوکے گا لیکن اس نے مداخلت نہیں کی۔

''بہت مہنگے بکے ہوں گے وہ۔'' سکندر کا انداز عجیب تھا۔

''بہت۔'' اس کی مسکراہٹ اب بالکل غائب ہو چکی تھی۔

''آپ خوش ہوں گی۔''

''میں کورٹ میں ایک کیس کا سامنا کر رہی ہوں۔ ابھی خوشی منانے کا وقت نہیں ملا۔'' وہ سپاٹ انداز میں بولی۔ وہ جس طرح صوفے کے کنارے بیٹھی تھی' اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ شدید غیر آرام دہ محسوس کر رہی ہے۔

''معلوم نہیں آپ کی کب اس سے جان چھوٹے گی۔'' سکندر کے کچھ بولنے سے پہلے جولیانہ تیزی سے بولی۔ گویا تناؤ کم

کرنے کی ایک اور کوشش کی۔

''چھوٹ جائے گی۔'' فاتح نے اسی اطمینان سے کہا۔ ''ویسے بھی تالیہ ہمت نہیں ہارا کرتی۔''

تالیہ پھیکا سا مسکرا دی۔ اس کی شام بدمزہ ہو چکی تھی۔

''میں نے تالیہ کو اس لیے انوائیٹ کیا ہے کیونکہ ....'' فاتح اسی نرم مگر سنجیدہ لہجے میں بولا۔ ''تالیہ ہمارے لیے فیملی ہے۔ اور میں تالیہ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ اس گھر میں اس کے لیے جگہ ہمیشہ رہے گی۔''

سکندر نے محض کندھے اچکا دیے۔ جولیانہ نے مسکرا کے سر ہلا دیا۔ پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''میں آتی ہوں۔''

ان کو وہیں چھوڑ کے جولیانہ وہاں سے نکلی اور راہداری کی طرف چلی آئی۔ ایک کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا تو ییشا کا چہرہ دکھائی دیا۔ وہ بالوں کو ہیئر بینڈ میں باندھتے ہوئے مسکرا کے بولی۔ ''آؤ جولی۔''

''ابھی سو گئی؟'' جولی نے پیچھے سے کمرے میں جھانکا۔ ییشا نے مسکرا کے سر ہلا دیا۔ ''ہاں۔ کیوں؟ کوئی کام تھا؟''

''آپ باہر آ جائیں نا۔ تالیہ آئی ہے۔'' پھر وہ ہچکچائی۔ ''مجھے تالیہ کے آنے پہ کیسا فیل کرنا چاہیے؟''

''مطلب؟''

''مجھے لگتا ہے تالیہ اور ڈیڈ شادی کرنے جا رہے ہیں۔ اگر آپ کے والد سنگل ہوں اور آپ کو کسی لڑکی سے ملوائیں تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے نا۔''

''کیا تم خوش ہو؟'' ییشا نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ جولیانہ نے اس کے ہاتھ تھامے اور الجھن سے پوچھا۔

''کیا مجھے خوش ہونا چاہیے؟''

''ہاں' جولی۔ تمہیں ایک اچھی لڑکی کی طرح نہ صرف خوش ہونا چاہیے بلکہ ان کو سپورٹ کرنا چاہیے۔'' وہ سمجھانے والے انداز میں بولی۔ ''دیکھو میں ایک سنگل پیرنٹ ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ سنگل پیرنٹ ہونا کیسا ہوتا ہے۔ تمہاری ماما کی ڈیتھ کو بھی اتنے سال ہو گئے ہیں۔ تمہیں ان کی خوشی میں خوش ہونا چاہیے۔''

''ہاں۔ مجھے خوش ہونا چاہیے۔ ویسے بھی مجھے تالیہ اچھی لگتی ہے۔'' جولیانہ کھل کے مسکرا دی۔ ''اور اگر ڈیڈ اس کے ساتھ خوش ہیں تو میں بھی خوش ہوں۔''

اس کے پیچھے لاؤنج میں تناؤ کی کیفیت ویسے ہی برقرار تھی۔ پھر سکندر نے ایک دفعہ پھر سامنے بیٹھی تالیہ کو مخاطب کیا۔ فاتح نے بات کا آغاز پھر سے کرنا چاہا تو سکندر نے اچانک سے بات کاٹی۔

''ویسے آپ اس سے پہلے کیا کرتی تھیں؟''

''سکندر۔'' وان فاتح کا ضبط اب جواب دے گیا تھا۔ اس نے برہمی سے اسے تنبیہہ کی۔

''میں نے صرف ان کی جاب پوچھی ہے۔'' وہ شانے اچکا کے بولا۔

تالیہ مسکرائی۔ اب کے یہ مسکراہٹ مصنوعی نہیں تھی۔ تلخ تھی۔

''وہی کرتی تھی جس کے بارے میں اشعر نے تمہیں بتایا ہوگا۔ اور یقیناً بہت کچھ بتایا ہوگا۔''

اب کے فاتح نے قدرے تعجب بھری ناراضی سے تالیہ کو دیکھا۔ ''تالیہ! کیا ہم کسی اور موضوع پہ بات نہیں کر سکتے؟''

''مگر مجھے لگ رہا ہے کہ سکندر کو مجھ سے بہت سے سوال پوچھنے ہیں۔ آپ اسے پوچھنے دیں۔'' اس کا لہجہ اب کے زخمی تھا۔

سکندر نے ایک ناراض نگاہ باپ پہ ڈالی' پھر کچھ بڑبڑاتے ہوئے اٹھا اور سیدھا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

تالیہ نے گلہ آمیز نظروں سے فاتح کو دیکھا۔

''آپ نے کہا تھا آپ کے گھر میں میرے لیے جگہ ہے۔'' کچھ دیر پہلے کی چمکیلی رات کا فسوں اب تک غائب ہو چکا تھا۔

''میں اب بھی یہی کہتا ہوں۔'' وہ آگے ہو کے بیٹھا اور اسی سنجیدگی سے تالیہ کو دیکھا۔ ''میری زندگی میں تمہاری جگہ کا تعین میں نے کرنا ہے۔ میرے بچوں نے نہیں۔ ہمیں اپنے فیصلے کسی دوسرے کے مطابق نہیں بدلنے ہوتے۔ دوسروں کو ان فیصلوں کے مطابق خود کو تبدیل کرنا ہوتا ہے۔''

وہ کچھ کہنے لگی لیکن خاموش ہونا پڑا۔ راہداری سے ییشا اور جولیانہ چلتی آ رہی تھیں۔

''ہے تالیہ.... آپ کو یہاں دیکھ کے بہت خوشی ہوئی۔'' ییشا گرمجوشی سے اس کے قریب آئی۔

تالیہ نے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا اور محض سر کے خم سے سلام کہہ دیا۔ وہ جو تیزی سے آگے آ رہی تھی کہ تالیہ سے مصافحہ کرے' خفیف سی ہو کے وہیں رک گئی۔ پھر سر جھکا کے سلام کہا۔

''بیٹھیے ییشا۔'' فاتح نے بغور اس کے انداز کو دیکھا اور پھر ییشا کی خفت دور کرنے کو کہا۔ ''تالیہ.... یہ ییشا ہیں۔ جولیانہ کی ٹیچر۔ اور ہمارے لیے فیملی کی طرح ہیں۔''

''جی۔ میں ان کو جانتی ہوں۔'' تالیہ کے چہرے پہ ایک تلخ مسکراہٹ در آئی۔ (فیملی کی طرح؟ واہ اتنا آسان ہے کسی کو فیملی بنالینا؟)

''جی۔ ہم نمائش پہ ملے تھے۔'' ییشا سامنے والے صوفے پہ بیٹھی اور مسکرا کے کہنے لگی۔ وہ اخروٹی بالوں کو پونی میں باندھے ہوئے تھی۔ گلابی پاجو کرنگ پہنے' سر پہ اسٹول اوڑھے وہ سادہ سے حلیے میں بھی کافی دلکش لگ رہی تھی۔

''آپ یہاں رہ رہی ہیں' مسز ییشا؟'' تالیہ چبھتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جولیانہ بغور تالیہ کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہی تھی۔ وہ ییشا کے ساتھ صوفے پہ بیٹھ گئی تھی۔

''جی۔ کچھ دن کے لیے۔'' اس کی گہری چبھتی نظروں کے جواب میں ییشا کی نظروں میں صرف اپنائیت اور سادگی تھی۔

(یہ سب ایک ناٹک ہے!) اس نے افسوس سے سر جھٹکا اور فاتح کی طرف متوجہ ہوئی۔

''کیا آپ کا سیکیورٹی پروٹوکول آپ کو خونی رشتے داروں کے سوا کسی اور کو یوں گھر میں ٹھہرانے کی اجازت دیتا ہے؟''

''یہ فیصلہ گھر کے سربراہ کو کرنا ہوتا ہے' تالیہ۔ سیکیورٹی آفیسر کو نہیں۔'' اب کے وہ تنبیہ کرنے والے انداز میں بولا۔ اسے جیسے تالیہ کے رویے کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

ییشا کی خفت میں اضافہ ہونے لگا۔

''آپ لوگ بیٹھیں۔ میں بس سونے جا رہی تھی۔'' وہ اٹھنے لگی تو جولیانہ نے روک دیا۔

''آپ کہاں جا رہی ہیں؟ ڈیڈ نے کہا تھا سب کھانا اکٹھا کھائیں گے۔''

ییشا متذبذب سی واپس بیٹھی۔ پھر سفید ساڑھی والی لڑکی کو دیکھا جو اسے یوں گھور رہی تھی جیسے اس کے اندر تک اتر جائے گی۔

''جی مسز ییشا... آپ بیٹھیے۔'' تالیہ انہی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''ویسے بھی مجھے آپ سے آپ کی فوٹوگرافز کے بارے میں ایک بات پوچھنی تھی۔'' ساتھ ہی وہ ذرا سا مسکرائی۔ اس کی مسکراہٹ سے ماحول کا تناؤ قدرے کم ہوا۔

فاتح کے ماتھے کی شکنیں بھی ڈھیلی ہوئیں۔ ییشا کا چہرہ کھل اٹھا۔

''اوہ رئیلی.... آپ کو میرا کام کیسا لگا؟''

''بہت اچھا۔ کتنے عرصے میں یہ فوٹوگرافز کھینچی تھیں آپ نے؟''

''تقریباً چھ ماہ میں۔'' وہ خوش دلی سے بتانے لگی۔ ''مجھے گھوڑے بہت اچھے لگتے ہیں۔ میں جہاں کوئی گھوڑا دیکھتی اس کی تصویر کھینچ لیتی۔''

''انٹرسٹنگ۔ ویسے آپ نے کبھی گھوڑے پالے ہیں؟''

ییشا نے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں۔''

''میں نے پالے ہیں۔'' وہ نظریں ییشا سے ہٹائے بغیر بولی۔ ''اور جو گھوڑے نہیں پالتا اس کو لگتا ہے کہ سارے گھوڑے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ جیسے دوسری قوموں کے لوگ ہمیں ایک جیسے لگتے ہیں۔ سارے چائنیز' سارے افریقی ایک سی شکلوں

والے لگتے ہیں لیکن ان میں رہو تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کی شکل مختلف ہے۔ایسے ہی ہر گھوڑے کا چہرہ اور جسم مختلف ہوتا ہے۔مجھے گھوڑوں کی شکلیں یاد رہتی ہیں۔"

"اچھا۔گڈ۔"ییشا کو جیسے اس کی بات کی سمجھ نہیں آئی تھی۔تالیہ کی بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔

"یو نو...میں ویسے ہی ایک سنگاپورین فوٹوگرافر پیٹر ہوانگ کا کام دیکھ رہی تھی۔وہ بھی سیاہ گھوڑوں کی تصاویر لیتا ہے۔آپ کی اور اس کی تصاویر میں صرف پس منظر کا فرق تھا۔گھوڑے ایک سے تھے۔ان کے کھڑے ہونے کا انداز تک ایک ہی تھا۔"

"آپ کہہ رہی ہیں کہ میں دوسرے فوٹوگرافرز کا کام چراتی ہوں۔"ییشا افسوس سے بولی۔اس کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"میں یہ کہہ رہی ہوں کہ مجھے سیاہ اور سفید دونوں گھوڑوں کی پہچان ہے۔"

"تالیہ۔"فاتح نے تعجب سے تنبیہ کی۔وہ کسی اور مقصد کے لیے اکٹھے ہوئے تھے مگر گفتگو غلط سمت جا رہی تھی۔

"ایک ہی گھوڑے کی تصویر دو لوگ بھی لے سکتے ہیں۔"جولیانہ ناگواری سے بولی۔وہ شام بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔

تالیہ کچھ کہنے لگی کہ ییشا سنجیدگی سے بولی۔

"پیٹر کے گھوڑے کا نام رزالی ہے۔اور پیٹر میرا اچھا دوست اور استاد رہا ہے۔"ییشا نے فون پہ بٹن دبائے۔اور ایک تصویر نکال کے اس کے سامنے کی۔"یہ پیٹر کھڑا ہے میرے ساتھ اس کی نمائش پہ۔وہ مجھے گائیڈ کرتا رہتا ہے۔آپ اس سے بھی پوچھ سکتی ہیں۔میں نے صرف اس کے گھوڑے کی تصاویر بنائی ہیں۔اس کا کام نہیں چرایا۔"وہ سنجیدگی سے وضاحت دے رہی تھی۔فاتح نے افسوس سے اسے دیکھا۔تالیہ کا چہرہ سپاٹ تھا۔اس نے محض شانے اچکائے۔

"آپ نے اپنا ہوم ورک کر رکھا ہے۔میں کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"چے تالیہ....آپ شاید مجھے پسند نہیں کرتیں۔"ییشا ٹھہرے ہوئے انداز میں بولی۔"یا آپ کو میری طرف سے کوئی غلط فہمی ہے شاید۔مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ کی شام تلخ ہو رہی ہے۔میں اب سونے جاتی ہوں۔"وہ اٹھتے ہوئے بولی۔"مجھے ویسے بھی یہاں رہنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔میں صبح یہاں سے اپنی بیٹی کے ساتھ موو کر جاؤں گی۔آپ اپنا دل میری طرف سے صاف کر لیں کیونکہ اللہ شاہد ہے....میں نے ہمیشہ آپ کی حمایت کی ہے۔"وہ باوقار انداز میں اپنی صفائی دیتے ہوئے سب کو شب بخیر کہہ کے مڑ گئی۔

"میری حمایت؟"تالیہ نے ابرو اٹھایا۔اسکے تاثرات ویسے ہی تھے۔ییشا گہری سانس لے کر پلٹی جیسے اب اس کے تفتیشی انداز سے تنگ آ گئی ہو لیکن مہمان ہونے کی وجہ سے لحاظ کر رہی ہو۔

"آپ جولیانہ سے پوچھ سکتی ہیں۔ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ جولیانہ عدالت میں آپ کے حق میں گواہی دے؟"

فاتح نے بے اختیار پیشانی کو چھوا۔ ہر شے جیسے تلپٹ ہو کے رہ گئی تھی۔

"عدالت؟" تالیہ نے چونک کے فاتح کو دیکھا۔

"مسز مینشا....آپ ریسٹ کریں۔ میں ہینڈل کرلوں گا۔" فاتح کے کہنے پہ مینشا سنجیدہ چہرے کے ساتھ وہاں سے رخصت ہو گئی لیکن تالیہ مراد اپنی نشست پہ سیدھی ہو کے بیٹھ گئی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہی تھی، فاتح؟"

جولیانہ نے ایک ناراض نظر تالیہ پہ ڈالی اور اٹھ کے مینشا کے پیچھے چلی گئی۔

"تالیہ کیا میں تم سے اکیلے میں بات کرسکتا ہوں؟" وہ جواب تک خاموشی سے ضبط کر رہا تھا، اٹھتے ہوئے بولا اور اسٹڈی کی طرف بڑھ گیا۔ اپنے کمرے کے دروازے کی جھری سے سکندر نے ان دونوں کے بگڑے تاثرات کے ساتھ اسٹڈی کی طرف جاتے دیکھا اور ہلکا سا مسکرایا۔

"ایسا کیا ہے جو میں نہیں جانتی؟" وہ دونوں اسٹڈی میں آئے تو تالیہ برہمی سے بولی۔ وہ اس کی طرف گھوما اور اس سے زیادہ تلخی سے بولا۔

"یہ کس طرح کا سلوک تھا تالیہ؟ میں تمہیں اپنی فیملی کا حصہ بنانا چاہتا ہوں اور تم...."

"مجھے آپ کی فیملی کا حصہ بننے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ لیکن آپ کو بچانے کی ایک کوشش کرنا چاہتی تھی۔ یہ عورت...." اس نے ہاتھ سے بند دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ عورت فراڈ ہے۔ کون دومن ہے۔ آپ کو دعویٰ تھا کہ آپ اپنے گھر میں داخل ہونے والی عورتوں کی نیت سمجھ جاتے ہیں۔ آپ کی وہ حس اب بے کار ہوتی جا رہی ہے۔"

"یا اللہ....اس بے چاری نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟" اس نے ماتھے کو چھوا۔ "ہم اس کو دو سال سے جانتے ہیں۔ وہ کوئی فراڈ نہیں ہے۔ وہ میری بیٹی کی ٹیوٹر ہے۔ برے وقت میں اس نے ہمارا ساتھ دیا ہے۔"

"وہ ایک بہروپیہ ہے اور آپ کو نقصان دینے کے لیے آپ کی زندگی میں داخل ہوئی ہے۔"

"اس کی سیکیورٹی کلیئرنس بہت دفعہ ہو چکی ہے۔ ایسی کوئی بات ہوتی تو سامنے آ جاتی۔"

بجلی زور کی کڑکی۔ ایسے جیسے دور کہیں کسی کے دل پہ گری ہو۔

"یعنی میری بات پہ آپ کو یقین نہیں ہے؟"

"تم یہ بات کس بنیاد پہ کہہ رہی ہو؟" وہ اب کے گہری سانس لے کر بولا۔ "اگر یہ عورت واقعی فراڈ ہے تو اس کی پوری

تفتیش کی جائے گی۔ مجھے کوئی ٹھوس وجہ دو ورنہ میں کیسے ایک مظلوم عورت کو مشکوک قرار دے کر سیکیورٹی ایجنسیوں کو اس کے پیچھے لگا دوں؟"

"مطلب وہی نا۔تالیہ کے قول پہ آپ کو یقین نہیں ہے۔" وہ بے بسی بھرے غصے سے بولی۔وہ دونوں اسٹڈی کے وسط میں آمنے سامنے کھڑے تھے۔دونوں کے چہرے تلخ تاثرات کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔کھڑکی کے شیشے پہ بارش کے قطرے ایک دم تڑتڑاتے ہوئے گرنے لگے۔

"تمہیں کیوں لگا کہ وہ کوئی فراڈ ہے؟"

"کیونکہ اسے ذوالکفلی نے بھیجا ہے۔تالیہ مراد کے سانچے پہ تراش کے تاکہ اسے آپ کی زندگی میں داخل کر سکے۔"

"کیا تم نے ذوالکفلی سے اس بارے میں پوچھا ہے؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں۔اور ظاہر ہے اس نے انکار کر دیا.... لیکن میں جانتی ہوں یہ اسی کا کام ہے۔"

فاتح نے ملال سے سر جھٹکا۔کھڑکیوں پہ برستی بوندوں کی آواز تیز ہو گئی تھی۔

"تم چھے سال پہلے والے دور میں جی رہی ہو جب ذوالکفلی ہمارا دشمن تھا۔تم یہ بات تب کہتی تو میں مان جاتا۔لیکن اب اس بات کو برسوں گزر چکے ہیں۔پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی گزر چکا ہے۔"

تالیہ بے بسی بھرے غصے سے اسے دیکھے گئی۔اس کی چمکیلی شام کو کسی نے جلا کے راکھ کر دیا تھا۔

"آپ کو نہیں ماننا۔آپ نہ مانیں۔مگر مجھے بتائیں ہیشا کیا کہہ رہی تھی۔"

"وہ جولیانہ کی بات کر رہی تھی۔" فاتح نے سر جھٹکا اور میز کے دوسری جانب آیا۔ایک کھڑکی کھلی تھی۔اس سے پانی اندر آ رہا تھا۔"جب وہ کیک آتے تھے تو جولیانہ انہیں دیکھتی تھی۔ان پہ آئیسنگ نہیں ہوتی تھی۔یعنی آئیسنگ بعد میں چھڑکی جاتی تھی۔" وہ کھڑکی بند کرتے ہوئے کہہ رہا تھا اور وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔

"اور آپ خاموش رہے؟"

"اس نے مجھے بھی بہت عرصے بعد بتایا تھا۔اور جولیانہ نفسیاتی طور پہ بہت کمزور ہے۔وہ کبھی عدالت جا کے گواہی نہیں دے سکتی۔اور اگر وہ بیان بھی دے تو میڈیا اس کو اتنے برس خاموش رہنے کی بہت بری سزا دے گا۔وہ خبروں کا مرکز بن جائے گی۔وہ اس سب کو برداشت نہیں کر سکے گی۔وہ میری بیٹی ہے تالیہ اور....."

"میں یہ نہیں کہہ رہی کہ جولیانہ میرے لیے گواہی دے۔میں اتنی ظالم نہیں ہوں۔لیکن آپ خاموش رہے۔میرے سامنے۔آپ نے مجھے یہ بات کیوں نہیں بتائی؟" وہ بے یقین تھی۔

''کیونکہ یہ ضروری نہیں تھا۔ جب اس نے گواہی ہی نہیں دینی تو اس کا کیا فائدہ ہوتا؟''

تالیہ نے دکھ سے اسے دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ ''آپ نے تالیہ کو بچانے کی کوشش کب کی ہے؟''

باہر بار بار بجلی چمکتی۔ سارا لان روشن ہو جاتا۔ اور پھر وہی اندھیرا چھا جاتا۔ روشنی کی زندگی بہت کم تھی۔

''اوہ.... تم واقعی ایسا سمجھتی ہو؟'' فاتح کو اس کی بات سے جیسے دھکا سا لگا۔ ''جب سلطان نے اس ننھے بچے کو مارا تھا تو کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ میں تمہیں بچاؤں؟ کیا میں نے تمہارے لیے چابی حاصل نہیں کی تھی؟''

''آپ نے وہ سب اپنے لیے کیا تھا۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ آپ نے یان سوفو سے کیا سودا کیا تھا۔''

فاتح نے افسوس سے اسے دیکھا۔ ''تمہیں مجھ پہ بھروسہ ہونا چاہیے تھا۔''

''کیا آپ کو مجھ پہ بھروسہ ہے؟ نہیں۔ آپ ہمیشہ میرے علم میں لائے بغیر فیصلے کر لیتے ہیں فاتح۔ میرے باپ سے سودا کرنا ہو یا یان سوفو سے.... آپ مجھے بتانا ضروری ہی نہیں سمجھتے۔ آپ فیصلہ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دنیا اس کے مطابق خود کو بدلے۔ یان سوفو ٹھیک کہتی تھی۔ آپ خود غرض ہیں۔''

''کیا صرف میں ہوں جو ہر بات نہیں بتاتا؟ جب تم ایڈم کی دوا کے لیے اپنے باپ کے واپس جانا چاہتی تھیں تو کیا تم نے مجھے بتایا تھا؟''

''اس بات سے آپ کا تعلق نہیں تھا۔ جولیانہ والی بات سے میرا تعلق تھا۔ آپ کو مجھے بتانا چاہیے تھا۔ لیکن آپ مجھے کبھی نہیں بچائیں گے۔'' وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگی۔ ''ایک میں کم عقل ہوں جو آپ کو اس عورت سے بچانے کی کوشش کر رہی تھی۔''

''تھینک یو۔ میں اپنا خیال خود رکھ سکتا ہوں۔ میں دو دفعہ الیکشن جیتا ہوں اور تب میرے ساتھ تم نہیں تھیں۔''

بارش اتنی زور سے برس رہی تھی گویا پانی دیواریں توڑ کے اندر آگھسے گا۔

وہ چند لمحے اسے غم اور غصے سے دیکھتی رہی۔ وہ بھی ایسی ہی شاکی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''آپ کی زندگی میں میری جگہ نہیں ہے۔ نہ آپ کو میری ضرورت ہے۔''

''کیونکہ تمہارے لیے میں ہمیشہ ایک ایسا سیاست دان رہوں گا جو تمہاری پیٹھ پیچھے لوگوں سے سودے کر لیتا ہے۔'' وہ تلخی سے بولا۔ باہر برستی بارش کی آواز میں بادلوں کی گرج بھی شامل ہو گئی تھی۔

''جب ایسا ہی کرنا تھا تو مجھے یہاں بلانے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اچھا کیا۔ مجھے بلا لیا۔ میرے لیے فیصلہ آسان ہو گیا۔'' وہ الٹے قدموں پیچھے ہٹتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''میں نے کہا تھا کہ آج کی شام کے اختتام پہ میں آپ کو اپنا جواب

دے دوں گی۔ تو میرا جواب بھی سن لیں۔'' وہ زخمی لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''میری زندگی میں بھی 'فاتح' آپ کی اب جگہ نہیں رہی۔ ہمارے درمیان وقت آچکا ہے۔''

یہ کہہ کے وہ اپنی سفید میلو پہ الٹی گھومی۔ دروازے کا ہینڈل گھما کے کھولا۔ پھر کچھ سوچ کے گردن موڑی۔

''میں آپ کو ڈائیورس پیپرز بذریعہ ڈاک نہیں بھیجوں گی۔ خود لے آؤں گی۔ سائن کر دیجئے گا۔''

''تم ایک دفعہ پھر حالات کا سامنا کرنے کی بجائے فرار اختیار کر رہی ہو۔ جیسے تم ہمیشہ کرتی ہو۔'' وہ بھی اتنی ہی تلخی سے بولا۔ تالیہ تیزی سے باہر نکل آئی۔ اس کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔ مگر اس نے ان کو رگڑ دیا۔

باہر سیڑھیوں کے قریب جولیانہ اور سکندر سر جوڑے کھڑے تھے۔ انہوں نے ان دونوں کی اونچی آوازیں بارش کے شور میں بھی سن لی تھیں۔ تالیہ بیرونی دروازے کی طرف جاتے جاتے ان کے قریب رکی۔

''میں جانتی ہوں کہ تم سمجھتے ہو' میں نے تمہاری ماں کا قتل کیا تھا۔'' سکندر کو دیکھ کے وہ ایک ایک لفظ پہ زور دے کر بولی۔ ''میری طرف سے تم کیا بلکہ سارا ملک بھی یہ سمجھتا ہے تو تالیہ مراد کو فرق نہیں پڑتا۔ فائن بائے می۔''

سکندر لاجواب سا ہو گیا۔ کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر کہہ نہیں سکا۔ وہ پہلے ہی کہہ چکی تھی کہ اسے فرق نہیں پڑتا۔

''اور تم سمجھتی ہو کہ میں کوئی گولڈ ڈگر ہوں۔'' اس نے اب کے سنجیدگی سے جولیانہ کو دیکھا۔ ''جو تمہارے ڈیڈ کی زندگی میں داخل ہو کے فائدہ اٹھانا چاہتی ہے۔ مگر بے فکر رہو۔ تمہارے ڈیڈ کے پاس ایسا کچھ نہیں ہے جو میرے باپ کے پاس نہیں تھا۔ جانتی ہو میرے بابا کون تھے؟''

جولیانہ جو بس اسے دیکھے جا رہی تھی۔ نفی میں سر ہلا کے رہ گئی۔

''میرے بابا اپنے ملک کے امیر ترین آدمیوں میں سے ایک تھے۔ اور جب وان فاتح اس اجنبی ملک میں گئے جہاں کوئی ان کو نہیں جانتا تھا تو وہ میرے بابا کے پاس ملازمت کرنے لگے۔'' اس نے انگوٹھی والی انگلی سے سینے پہ دستک دی۔ ''میرے بابا کے پاس۔ وان فاتح کو اس اجنبی ملک میں شناخت میرے بابا نے دی تھی۔''

''امریکہ میں؟'' جولیانہ سانس روکے' آنکھیں تحیر سے پھیلائے اسے دیکھ رہی تھی۔

''اپنے ڈیڈ سے پوچھ لینا۔ وہ اس بات کا انکار نہیں کر سکیں گے۔ میں نے کہا نا' تمہارے گھر میں ایسا کچھ نہیں ہے جو میں زندگی میں پہلے نہیں دیکھ چکی۔'' یہ کہہ کے وہ آگے بڑھ گئی۔ اب وہ مزید ایک لمحہ اس گھر میں نہیں رک سکتی تھی جس کے مکینوں کے دل میں اس کے لیے جگہ نہیں تھی۔ سارے فیصلے آسان ہو گئے تھے۔

''اس نے کہا..... ڈائیورس پیپرز۔'' جولیانہ ابھی تک ہکا بکا تھی۔ ان دونوں نے اسٹڈی سے آتی لڑائی کا اختتام بہت واضح

سنا تھا۔ "کیا ڈیڈ اور تالیہ نے شادی کر لی تھی؟"

"ایلش نے کہا تھا ایسا کچھ ضرور ہو گا ان کے درمیان۔ لیکن اگر ایسا ہے بھی تو فکر نہ کرو۔ وہ ختم ہونے والا ہے۔" سکندر نے تسلی آمیز انداز میں گہری سانس لی۔

جولیانہ کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ تالیہ تو چلی گئی تھی لیکن ان کے گھر کا ماحول مکدر ہو چکا تھا۔

باہر بارش اسی طرح تڑاتڑ برسے جا رہی تھی۔

☆☆=========☆☆

ایڈم بن محمد کے اپارٹمنٹ کی اونچی کھڑکیوں پہ بھی بارش کی بوندیں گر رہی تھیں۔ شہر کے اس حصے میں البتہ ان کی شدت ہلکی تھی۔ بادلوں کی گرج کی آواز بھی نہ آتی تھی۔ یہاں بارش قہر بن کے نازل نہیں ہوئی تھی۔ یہاں وہ نرم پھوار کی صورت برس رہی تھی اور ایسے میں گرما گرم کافی کی مہک نے ماحول کو مزید خوبصورت بنا دیا تھا۔

"مجھے نہیں یاد میں نے آخری دفعہ کس کے لیے کافی بنائی تھی۔" اوپن کچن سے نکلتے ایڈم کے ہاتھ میں دو گرما گرم مگ تھے اور وہ مسکراتے ہوئے لاؤنج میں آتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ایک مگ صوفے پہ بیٹھی داتن کو پکڑایا اور خود سامنے بیٹھا۔

"میں تو کافی بنانا بھول چکا تھا۔"

داتن نے ایک گھونٹ بھرا۔ پھر ماتھے پہ شکنیں ڈالیں "ہاں۔ پتہ چل رہا ہے۔"

ایڈم نے برا منائے بغیر ٹانگ پہ ٹانگ جمائی اور مسکرا کے گھونٹ بھرتے ہوئے اسے دیکھا۔ "آپ کے بچے کیسے ہیں؟"

"ان کو پیسے بھیجتی رہتی ہوں۔ اس لیے خوش ہیں مجھ سے۔"

"اتنی تلخ نہ ہوں۔ ہم سب کسی نہ کسی رشتے کے معاملے میں قلاش ہوتے ہیں۔" وہ ہلکا پھلکا نظر آ رہا تھا۔ پھر سرسری سا پوچھا۔ "چے تالیہ سے ملیں آپ؟"

"ہاں۔ کل سے اس کے ایک واہمے کی تحقیق میں لگی ہوں۔" وہ برے منہ کے ساتھ میشا والا قصہ بتانے لگی۔

"میشا کے بارے میں کچھ منفی نہیں ملا؟" ایڈم حیران ہوا۔ "لیکن وہ تو کون آرٹسٹ تھی۔ کچھ تو ملنا چاہیے تھا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ واقعی فراڈ ہے؟"

ایڈم سوچ میں پڑ گیا۔ "مجھے چے تالیہ نے ایسا کہا تو کچھ دیر کے لیے میں بھی ان کی بات مان گیا۔ لیکن.... دو سال ایک لمبا عرصہ ہوتا ہے۔" پھر وہ چونکا۔ "کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ چے تالیہ وہی دیکھ رہی ہیں جو وہ دیکھنا چاہتی ہیں؟"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ وہ یہ قبول نہیں کر پا رہی کہ فاتح کو اس کی ضرورت نہیں رہی۔" پھر اس نے کافی کا گھونٹ

بھرتے ہوئے بغور ایڈم کو دیکھا۔ "تم بتاؤ... تمہاری زندگی کیسی جا رہی ہے؟"

"دیکھ نہیں رہیں؟ سب کچھ تو ہے میرے پاس۔ خوش ہوں۔ مزے میں ہوں۔"

داتن نے افسوس سے اسے دیکھا۔

"میں بڑے فخر سے کہا کرتی تھی کہ ایڈم بن محمد ہمیشہ سچ بولتا ہے۔"

"آپ کی کہی اکثر باتیں سچ نہیں نکلتیں۔"

"نہیں بتایا تم نے اس کو؟" داتن کے سوال نے اسے چپ کرا دیا۔ لاؤنج میں سناٹا چھا گیا۔ بارش کی بوندوں کی ہلکی سی آواز بھی خاموش ہو گئی۔ یہ ایڈم کے اندر کا سناٹا تھا جو ایک دم سارے پہ چھا گیا تھا۔

"کوشش کی تھی۔ لیکن پھر ہم کئی سال کے لیے الگ ہو گئے اور اس بارے میں بات نہیں کر سکے۔"

"میں سمجھی تھی اب تک تم اپنے لیے لڑنا سیکھ چکے ہو گے۔ لیکن تم ایڈم.... تم اب بھی خود کو سیکنڈ بیسٹ سمجھتے ہو۔ اسی لیے تم اس کو کچھ نہیں بتا پاتے۔ کب نکلو گے اپنے احساس کمتری سے؟"

"اور اگر میرے بتانے سے وہ بھی ختم ہو گیا جو میرے اور چے تالیہ کے درمیان ہے؟ اگر ہمارے درمیان معاملات اتنے آکورڈ ہو گئے کہ ہم بات کرنے سے بھی رہ گئے تو؟"

"تو چھے سال تک سب ایسا ہی تھا۔ اس کے بغیر مر تو نہیں گئے تم۔ ہنستے کھیلتے ہو۔ کما رہے ہو۔ کام کر رہے ہو۔" وہ جل کے بولی۔

"داتن۔" ایڈم نے مگ رکھا اور سنجیدگی سے پوچھا۔ "سچ سچ بتائیں۔ اگر میں ان کو سب بتا دوں.... اور ان سے انتخاب کرنے کے لیے کہوں تو کیا وہ مجھے چنے گی؟"

"نہیں۔" داتن سوگواریت سے بولی۔ "لیکن میری کہی اکثر باتیں سچ نہیں نکلتیں۔"

ایڈم کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ چہرہ بجھ گیا۔ "لیکن اگر انہوں نے مجھے نہیں چنا تو میں یہ بات ان سے کیوں کہوں؟"

"اگر وہ تمہارا انتخاب کرے گی تو تمہیں محبت مل جائے گی۔ نہیں کرے گی تو کلوژر مل جائے گا۔ موو آن کرنے کے لیے کلوژر سب کو چاہیے ہوتا ہے۔ اور پھر... تمہارے پاس کھونے کو کیا ہے؟" داتن کی بات پہ وہ خاموش ہو گیا۔ اس کے اندر کا سناٹا اب بولتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔

☆☆=========☆☆

حالم کا اپارٹمنٹ رات کے اس پہر خاموش پڑا تھا۔عمارت کی بیرونی دیواروں پہ گرا بارش کا پانی اب تک سوکھ چکا تھا۔کھڑکیوں پہ جمی ہوئی سفید لڑیاں نظر آ رہی تھیں۔طوفان خود رخصت ہو گیا تھا لیکن اپنا نشان چھوڑ گیا تھا۔

داتن اندر داخل ہوئی تو ایسی ویرانی تھی اس گھر میں کہ دل ہول جاتا۔لونگ روم کی کھڑکیاں کھلی تھیں اور ہوا اندر آ رہی تھی۔

بالکونی کی منڈیر پہ پرندے بیٹھے تھے۔آہٹ پہ اڑ گئے۔جانے کون سے پرندے تھے اور یہاں کیوں آئے تھے۔

داتن کچھ دیر اندھیر لونگ روم میں کھڑے رہی۔ساری بتیاں بجھی تھیں۔صرف نیچے سڑک سے آتی ٹریفک کی روشنی یا اردگرد کی روشن عمارتوں کے باعث کمرے کے خدوخال نظر آتے تھے۔

سفید ساڑھی والی تالیہ بڑے صوفے سے کمر لگائے فرش پہ بیٹھی تھی۔بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹے وہ گم صم سی بیٹھی تھی۔ڈھیلے جوڑے سے الجھی الجھی لٹیں باہر نکل رہی تھیں۔داتن کی نظریں اس کی سفید ہیلز تک گئیں جو مخالف سمتوں میں اتار کے پھینکی گئی تھیں۔زیورات میز پہ لاوارث پڑے تھے۔وہ خود کو ہیروں کی قید سے آزاد کیے اداس بیٹھی تھی۔

''میں سمجھی تھی کہ ایک زمانہ گزر چکا ہے۔'' داتن سوگواریت سے بولی۔''اب میں حالم کے گھر میں داخل ہوں گی تو منظر مختلف ہو گا۔نیا گھر۔نئی زندگی۔لیکن پرانی تالیہ....''

تالیہ نے بھیگا چہرہ اٹھایا۔

''تالیہ کبھی کسی کی نظر میں معتبر نہیں ہو گی۔''

''اور پرانے مسئلے۔'' داتن نے فقرہ مکمل کیا اور اپنا پرس میز پہ رکھا۔خود صوفے پہ آ بیٹھی۔تالیہ کے بالکل ساتھ۔پھر ترحم سے اس کا چہرہ دیکھا۔''میں نے کہا تھا نا۔موسم کے تیور اچھے نہیں ہیں۔''

''اس گھر میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔'' وہ گھٹنوں پہ تھوڑی رکھے بھیگی آنکھوں سے دیوار کو دیکھتے ہوئے بولی۔

''ہوا کیا تھا؟''

''ان کے بیٹے نے مجھے میرا ماضی یاد کرایا۔بیٹی نے چند لمحے تک مجھے پسند کیا لیکن جیسے ہی میں نے ان کو ان کے گھر میں سجی نقلی پینٹنگ کی حقیقت بتانی چاہی وہ سب میرے خلاف اکٹھے ہو گئے۔''

''اور فاتح سے جھگڑا کیوں ہوا؟''

''اب تو یاد بھی نہیں کہ کس بات پہ جھگڑا ہوا۔بس اتنا یاد ہے کہ ان کے پاس میرے لیے کوئی مقام نہیں ہے۔''

کھلی کھڑکیوں سے آتی ٹھنڈی ہوا سے زمین پہ گرا اس کی ساڑھی کا سفید پلو پھڑپھڑانے لگا۔داتن کی نظریں اس کی ساڑھی پہ پھسلیں۔

''اور تمہارا دل ٹوٹ گیا؟ کیونکہ تم فاتح کو بچا نہیں سکی۔تم اچھی تالیہ ہو اب۔اور تمہاری ذمہ داری ہے سب کی زندگی بچانا۔تمہارا دل ٹوٹنا ہی تھا۔''

''تو پھر میں اور کیا کرتی' داتن؟'' وہ رندھی آواز میں کہتے ہوئے اندھیرے کو دیکھ رہی تھی۔''میں کیسے اپنے سفید گھوڑے پہ دھبہ لگنے دے سکتی تھی؟''

''سفید گھوڑا؟''

''کیا تم کتابیں نہیں پڑھتیں' داتن؟ کتابوں میں لوگوں کو ان کا خوشگوار انجام صرف تب ملتا ہے جب سفید گھوڑے والا شہزادہ آتا ہے اور سب کو بچالیتا ہے۔تالیہ وہی Saviour ہے...اسے اپنی کہانی کے کرداروں کے دل بھی جیتنے تھے اور انہیں بچانا بھی تھا۔لیکن تالیہ کے گھوڑا داغدار ہو گیا کیونکہ وہ ایسا نہیں کر سکی۔سفید گھوڑے والوں کا ماضی داغدار نہیں ہونا چاہیے نہ ان کی زبان سے تلخ انکشاف ہونے چاہیے ہیں۔''

''یعنی کہ Princess Charming۔'' داتن نے گہری سانس لی اور پھر آہستہ سے بولی۔

''لیکن کیا میں تمہیں حقیقت بتاؤں تالیہ؟''

''ہوں؟'' تالیہ نے بھیگی آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا۔

''ہماری دنیا میں سفید گھوڑے نہیں ہوتے۔''

اس کی آواز ٹھنڈے گھر کی دیواروں سے پلٹ پلٹ کے سنائی دی۔

تالیہ کی آنکھ سے ایک آنسو ٹپکا اور گال پہ لڑھک گیا۔

''سنا تم نے؟ اس دنیا میں کسی کا گھوڑا سفید نہیں ہے۔اور تم سفید گھوڑے والی شہزادی نہیں ہو جو سب کو بچا لے گی تو اس کو اس کی ہیپی اینڈنگ مل جائے گی۔تمہیں کسی کے اپروول کی ضرورت نہیں ہے۔نہ فاتح کے نہ اس کے بچوں کے۔تم اپنے اصل سے نہ بھاگو۔''

''یعنی میں اپنی پرانی زندگی کی طرف چلی جاؤں؟''

''میں یہ نہیں کہہ رہی۔تم نے جرائم چھوڑ دیے۔جھوٹ چھوڑ دیے۔اچھا کیا۔ہر ایک ایسا نہیں کر سکتا۔لیکن تالیہ اپنا آپ نہیں چھوڑ سکتی۔اسے چھوڑنا بھی نہیں چاہیے۔''

''اور تالیہ کون ہے؟'' ٹھنڈی ہوا بار بار اس کے چہرے پہ بال بکھیر دیتی لیکن تالیہ ان کو پیچھے نہیں ہٹا رہی تھی۔

''تالیہ ایک معتبر لڑکی ہے۔اپنی نظروں میں معتبر لڑکی۔'' داتن نے نرمی سے اس کے ہاتھ تھامے۔''صرف ایک شخص ہے

جسے تالیہ کو معاف کرنے کی ضرورت ہے اور وہ ہے خود تالیہ مراد۔ تم نے صرف خود کو معاف کرنا ہے اور تمہیں تمہاری ہیپی اینڈنگ مل جائے گی تالیہ۔"

"کیا میں اپنی کہانی کا white knight نہیں ہوں داتن؟"

"ہم سب اپنے اپنے وائٹ نائٹ خود ہوتے ہیں۔ لیکن ہمیں صرف اپنا ہی وائٹ نائٹ بننا چاہیے۔ تمہیں ساری دنیا کو بچانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں ساری دنیا کی نظروں میں ہیرو بننے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

"اگر مجھے فاتح کے ساتھ رہنا ہے تو کیا مجھے ان سے جڑے لوگوں کی محبت نہیں چاہیے؟" وہ کسی بچے کی طرح سوال کر رہی تھی۔

"نہیں تالیہ۔ تمہیں صرف فاتح کی محبت چاہیے۔ تمہیں خود کو معاف کر کے اپنی زندگی بنانی ہے۔ تم فاتح کو نہیں چھوڑ سکتیں صرف اس لیے کہ اس کے بچے تمہیں پسند نہیں کرتے۔"

"بہت سی باتیں جمع ہو گئی ہیں۔ صرف ایک یہ بات نہیں ہے۔" تالیہ نے آنکھیں موند لیں۔ کرب سا کرب تھا جو اندر باہر چھایا تھا۔ "میں کیا کروں؟"

"فاتح کیا کہتا ہے؟"

"وہ کہتا ہے کہ میں ہمیشہ فرار اختیار کرتی ہوں۔"

"کیا درست کہتا ہے؟"

"شاید۔ میں ہمیشہ فرار ہی تو اختیار کرتی ہوں۔ گھائل غزال کی حقیقت نہیں بتائی ان کو۔ فاتح کی یادداشت کھونے پہ خاموشی سے ایک عرصہ ان کی اسٹاف بنی رہی۔ ان کو بتائے بغیر ایڈم کے ساتھ قدیم ملاکہ جا رہی تھی میں۔"

"اور کیا تمہیں تمہاری ہیپی اینڈنگ مل گئی؟"

تالیہ نے نفی میں گردن ہلائی۔

"اگر تم وہی غلط انتخابات کرتی رہو گی تو تمہیں کبھی تمہاری ہیپی اینڈنگ نہیں ملے گی۔ ہیپی اینڈنگ درست فیصلے کرنے والوں کو ملا کرتی ہے۔ تم نے اب نہیں بچانا فاتح کو یا کسی اور کو۔ اب تم صرف خود کو بچاؤ گی۔ اب تم خود کو معاف کرنا سیکھو گی۔ تم کسی دوسرے کا گلٹ نہیں اٹھاؤ گی۔ تم صرف اپنی ہیرو ہو۔"

"اور اس سب سے کیا ہو گا؟ فاتح کو تو میں کھو چکی ہوں۔"

"کیا تم اس کو دوبارہ نہیں حاصل کر سکتیں؟ کیا تم اپنا جھگڑا نہیں چھوڑ سکتیں؟"

تالیہ نے آنکھیں رگڑیں اور تعجب سے اسے دیکھا۔

"کل تم کہہ رہی تھیں کہ میں ان کو چھوڑ دوں۔"

"تب میں نے تمہیں سفید ساڑھی میں اس لٹے پٹے حال میں نہیں دیکھا تھا۔ میں غلط تھی تالیہ۔ تمہیں اس کے ساتھ زندگی نہیں گزارنی چاہیے جو تم سے محبت کرتا ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ گزارنی چاہیے جو تم سے محبت کرے اور تم اس سے محبت کرو۔"

"نہیں، داتن۔ میں فیصلہ کر چکی ہوں۔" اس نے ناک سے گیلی سانس اندر کھینچی۔ "میں وان فاتح سے علیحدہ ہو رہی ہوں۔"

داتن چند لمحے ملال سے اسے دیکھتی رہی۔

"او کے۔ پھر تم خود کو معاف کر کے آگے بڑھو۔ اور دنیا کو دکھاؤ کہ تمہیں اپنے آپ پہ کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ تم وہ کام چھوڑ چکی ہو۔ اپنا آپ نہیں چھوڑ سکتیں۔ تم اپنی نظروں میں معتبر ہو۔ کیونکہ....."

"کیونکہ سفید گھوڑے ہماری دنیا میں نہیں ہوتے۔" وہ بڑبڑائی۔

"کیونکہ سفید گھوڑے ہماری دنیا میں نہیں ہوتے۔" داتن نے دہرایا۔

تالیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر انگلیوں سے آنکھیں دوبارہ ملیں۔ اس کی آنکھیں بہتے کاجل سے سیاہ ہو چکی تھیں لیکن منظر اب کافی حد تک واضح تھا۔

"میں سفید گھوڑے کا بوجھ اپنے کندھوں پہ نہیں اٹھاؤں گی۔ مجھے خود کو اس بوجھ سے ہلکا کرنا ہے۔" وہ خود سے کہہ رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا سے اس کی ساڑھی کا پلو ہنوز پھڑ پھڑا رہا تھا۔

☆☆=========☆☆

رات گزر رہی تھی اور سب کے لیے ہی گزر رہی تھی۔ رات سب کے لیے رات ہی تھی۔ سب کے لیے سیاہ اور تکلیف دہ تھی۔

تالیہ اب اپنے بیڈ روم میں تھی۔ بیڈ پہ چت لیٹے وہ چھت کو دیکھ رہی تھی۔

موبائل بجا تو اس نے فون اٹھا کے دیکھا۔ اسکرین دھندلی تھی۔ اس نے آنکھوں کو رگڑا اور میسج کھولا۔

ایڈم کا پیغام آیا تھا۔

"ہم نے سرمد کو ٹریس کر لیا ہے۔ وان فاتح نے ہماری بہت مدد کی۔ ان کا میری طرف سے شکریہ ادا کر دیجیے گا۔ کل کا دن میں نے انہیں بہت تنگ کیا لیکن وہ میری ہر ای میل کا جواب دیتے رہے۔ ان کے تعاون کے بغیر ہم سرمد کو نہیں پکڑ سکتے

تھے۔"

اس کی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگیں۔اور وہ کہتی تھی وہ اس کو بچانے نہیں آتا۔

وہ اس کے پیچھے قدیم ملاکہ بھی آیا تھا۔وہ اس کے لیے کب نہیں آتا تھا؟ لیکن اب یہ باتیں بے معنی ہوگئی تھیں......

وہ اسٹڈی میں بیٹھا فائلز دیکھ رہا تھا۔آنکھوں پہ چشمہ چڑھا تھا اور ماتھے کے بل برقرار تھے۔

"وہ ٹھیک کہہ رہی تھی ڈیڈ۔" آواز پہ فاتح نے سر اٹھایا۔سفید فراک والی بچی کونے میں کھڑی تھی۔اس نے بالوں کو سفید ہیئر بینڈ میں جکڑ رکھا تھا اور وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

"وہ غلط کہہ رہی تھی۔" وہ ناپسندیدگی سے بڑبڑایا۔

"آپ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اس کو بچالیں گے۔اس کیس سے اس کو نکال لیں گے بس وہ قدیم ملاکہ سے واپس آپ کے ساتھ آجائے۔لیکن آپ نے اس سے اس کے کیس کی ایک اہم بات چھپائی۔"

"چھپانے اور نہ بتانے میں فرق ہوتا ہے۔میں جولیانہ کو مشکل میں نہیں ڈال سکتا۔اور تالیہ اپنے آپ کو اس مشکل سے نکال سکتی ہے۔مجھے معلوم ہے وہ اس سے نکل آئے گی۔"

"اگر اس نے خود کو خود ہی نکالنا تھا تو آپ نے اسے بچانے کا دعویٰ کیوں کیا تھا؟"

فاتح نے عینک اتاری اور فائل بند کی۔اب یہ ساری باتیں بے معنی ہوگئی تھیں۔

آج کی شام سے واپسی ممکن نہیں تھی۔

رات گزر رہی تھی اور سب کے لیے گزر رہی تھی۔

رات سب کے لیے رات ہی تھی۔

☆☆=========☆☆

وان فاتح کی رہائشگاہ پہ صبح گزشتہ شب کی بارش کی تازگی لیے اتری۔

لان اور پودے نہا دھو کے پہلے سے زیادہ سرسبز لگ رہے تھے۔رات شاید کوئی بھی ٹھیک سے نہیں سویا تھا۔اور صبح بھی ناشتہ کیے بغیر وہ تینوں گھر کے اندرونی صحن کے برآمدے کے زینوں پہ بیٹھے تھے۔چاروں طرف کمرے تھے اور درمیان میں چوکور سا صحن تھا۔اوپر چھت کھلی تھی۔

صبح دوبارہ بارش ہوئی تھی اور صحن کا فرش گیلا گیلا سا تھا۔فاتح نے یہ گھر اسی صحن کی وجہ سے منتخب کیا تھا کہ یہ اس کو ملاکہ والے سن باؤ کے گھر کی یاد دلاتا تھا۔

وہ تینوں اوپر نیچے زینوں پہ بیٹھے تھے۔ جولیانہ کا سر اداسی سے جھکا تھا اور سکندر دھیمی آواز میں پوچھ رہا تھا۔

''آپ نے ہمیں کیوں نہیں بتایا' ڈیڈ؟''

''کیونکہ وہ یہاں نہیں تھی' سکندر۔ بہت ساری باتیں اسی لیے ہو رہی ہیں کیونکہ تالیہ یہاں نہیں تھی۔''

وہ ایک گملے پہ لگا پتا توڑ کھینچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جولیانہ نے ہاتھ بڑھایا اور پتا توڑ کے اسے تھما دیا۔ فاتح عادتاً اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنے لگا۔

''آپ نے اس سے شادی کیوں کی؟ میں آپ کو جج نہیں کر رہا۔ صرف پوچھ رہا ہوں۔'' سکندر نے دھیمی آواز میں پوچھا۔ رات کی نسبت اب وہ تینوں قدرے نارمل تھے۔

''اس کا باپ اس کی شادی ایک ایسے شخص سے کر رہا تھا جو دولت مند تھا اور طاقت ور بھی لیکن وہ تالیہ کے لیے سونے کا دوزخ تھا۔ میں نے یہ صرف اسے اس مشکل سے نکالنے کے لیے کیا تھا۔ آئی ایم سوری میں تم لوگوں کو نہیں بتا سکا۔ لیکن شروع میں ہم نے اسے ایک پیپر میرج کے طور پہ جلد ختم کر دینا تھا۔''

''تو آپ نے اسے ختم کیوں نہیں کیا؟'' جولیانہ نے سر اٹھا کے امید سے اسے دیکھا۔

''میں نہیں کر سکا۔ پھر دوسرے مسئلے آن پڑے۔ میں تالیہ کو بھول گیا۔'' وہ سر جھکائے دکھ سے کہتے ہوئے پتے کو توڑ توڑ کے نیچے گرا رہا تھا۔ ''جب یاد آیا تو حالات ایسے ہو گئے کہ اس کو چھوڑنا اس وقت تک ثانوی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ اور جب یہ فیصلہ کرنے کا وقت آیا کہ ہم نے ساتھ رہنا ہے یا نہیں' تب وہ غائب ہو گئی۔ چھ سال کے لیے۔''

''اور اب.... ڈیڈ؟'' جولیانہ نے امید سے پوچھا۔ ''اب آپ ساتھ رہیں گے یا نہیں؟''

''کیا کل رات کے بعد بھی اس سوال کی گنجائش ہے؟'' وہ گہری سانس لے کر بولا۔ گیلے صحن میں اداس سی خاموشی چھا گئی۔ جولیانہ کھنکھاری۔

''کیا آپ واقعی اس کے والد کے ملازم تھے؟''

''ہوں؟'' فاتح نے چونک کے اسے دیکھا۔ پتا توڑتا ہاتھ رک گیا۔

''کل جاتے وقت تالیہ نے ہمیں کہا کہ اس کے بابا ایک بہت امیر آدمی تھے اور ایک اجنبی ملک میں انہوں نے آپ کو اپنے پاس ملازمت دی تھی۔ کیا ایسا ہی ہوا تھا ڈیڈ؟''

وان فاتح کے لبوں پہ اداس سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس نے پتا گملے کی طرف اچھالا اور اٹھتے ہوئے بولا۔

''وہ غلط نہیں کہہ رہی۔'' اسے آگے بڑھتے دیکھ کے سکندر نے جلدی سے پکارا۔

''ڈیڈ۔'' فاتح پلٹ کے اسے دیکھنے لگا۔ ''اگر وہ پیپرز لائی تو آپ ان پہ دستخط کر دیں گے؟''

دان فاتح کے چہرے پہ ایک وقت میں کئی تاثرات آ کے گزر گئے۔

''اگر وہ لائی تو ہاں۔'' اس نے قطعیت سے کہا اور خود آگے بڑھ گیا۔ سارے سوالات کی گنجائش ختم ہو گئی۔

سکندر نے گہری سانس لی اور زیر لب بڑبڑایا۔ (شکر۔)

فاتح اندر آیا اور آفس کے لیے تیار ہوتے اپنے کمرے کی طرف جانے لگا تو راہداری سے ییشا نکل کے آتی دکھائی دی۔ اسے دیکھ کے کھنکھاری۔

''دا تو سری۔'' ساتھ ہی لاؤنج کی میز انگلی سے بجائی۔

وہ اس طرف متوجہ ہوا تو ییشا مسکرائی۔ البتہ اس کا چہرہ اداس اور کملایا ہوا لگتا تھا۔

''مجھے آپ کی اجازت چاہیے تھی۔ میں اپنی ایک فرینڈ کے ساتھ اس کے گھر شفٹ ہو رہی ہوں۔''

فاتح نے تعجب سے اسے دیکھا۔ ''اور آپ کا ایکس ہزبنڈ؟ کیا وہ جگہ اس سے محفوظ رہے گی؟''

''میری فرینڈ کا فارم ہاؤس شہر سے دور ہے۔ مجھے لگتا ہے میں وہاں محفوظ رہوں گی۔ آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے اتنا عرصہ مجھے اپنے گھر رکھا۔''

''آپ یہ سب تالیہ کی باتوں کی وجہ سے کہہ رہی ہیں۔'' فاتح نے افسوس سے اسے دیکھا۔

''میں نہیں چاہتی میری وجہ سے کوئی پیچیدگی ہو۔'' اس کی آنکھوں میں نمی چمکی۔ ''میں پہلے ہی بہت سے مسائل کا شکار ہوں۔ مجھے مزید ایک مسئلہ نہیں چاہیے۔''

''ییشا پلیز...'' وہ سمجھانے والے انداز میں بولا۔ ''تالیہ اس وقت ایک مشکل دور سے گزر رہی ہے۔ وہ تھوڑی سی پیرانائڈ ہے۔ اسے ہر شخص اپنا دشمن لگتا ہے۔ میں اس کی طرف سے معذرت خواہ ہوں۔ مگر آپ کہیں نہیں جائیں گی۔ آپ یہیں رہیں۔ میں اس مسئلے کو حل کر لوں گا۔''

''مگر....''

''ییشا....آپ کو اجازت چاہیے تھی۔ میں نہیں دے رہا۔ آپ کے جانے سے جولی بہت ڈسٹرب ہو جائے گی۔ اگر آپ کو جانا ہی ہے تو تھوڑے دن رک جائیں۔ پھر آپ بے شک چلی جائے گا لیکن اس طرح نہیں۔'' فاتح نے مسکرا کے ہدایت دی تو ییشا مسکرا دی۔ اور سر اثبات میں ہلا دیا۔

وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اندر آیا اور دروازہ بند کیا۔ پھر سوچتے ہوئے موبائل پہ کال ملائی۔

”میں نے رات تمہیں کہا تھا کہ مجھے یشا تاج کی سیکیورٹی کلیئرنس دوبارہ کر کے دو۔ کیا تم نے کی؟“

”جی سر۔ میں نے تمام سرکاری ذرائع کو استعمال کر کے چیک کیا ہے۔“

”اور؟“ فاتح نے بے چینی سے پوچھا۔

”سر مجھے اس کے بارے میں کوئی قابل گرفت معلوم نہیں ہوئی۔ میں نے اس کے گھر کے قریب رہنے والے لوگوں سے بھی معلوم کیا ہے۔ وہ واقعی وہی ہے جو وہ خود کو کہہ رہی ہے۔ ایک فوٹوگرافر اور ٹیچر۔ اس کے اسٹوڈنٹس کے والدین تک اس کے اچھے کردار کی گواہی دینے کے لیے تیار ہیں۔ اس کا شناختی کارڈ' ڈرائیونگ لائسنس' پاسپورٹ.... سب گورنمنٹ کا ایشو کردہ ہے۔ کرمنل تو دور کی بات اس کو آج تک پارکنگ ٹکٹ نہیں ملا۔ سوری لیکن آپ کے دوست کا شک بالکل بے بنیاد ہے۔“

فاتح نے افسوس سے آنکھیں بند کیں اور سر جھٹکا۔ ”اوہ تالیہ.... تمہارا paranoia ....“

وہ سمجھ سکتا تھا کہ تالیہ اس دھوکے میں کیوں ہے کہ یشا فاتح کو نقصان پہنچائے گی۔ یہ ایک طرح کا نفسیاتی مسئلہ تھا جس میں ایک شخص کو دوسرے کے saviour کا کردار ادا کرنے کی اتنی عادت پڑ جاتی ہے کہ وہ ایسے حالات ڈھونڈنے لگتا ہے جن میں اسے دوسرے کو بچانا پڑے۔ اسے یہ وہم ہونے لگتا ہے کہ دوسرے شخص کو اس کی مدد اور حفاظت کی ضرورت ہے۔

☆☆=========☆☆

آج سارا شہر گیلا گیلا سا تھا۔ سورج بھی اتنے پانی کے باعث ناراض سا ہو گیا اور ٹھیک سے نہیں نکلا۔ مگر بادل تھے کہ برس برس کے تھکتے نہیں تھے۔ اپنی ساری سیاہی سمیت وہ آسمان پہ فخر سے پھیلے بوندیں برسائے جاتے تھے۔

ایسے میں ایک کافی شاپ کی شیشے کی دیوار پہ بوندیں ٹھہری ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔ روسٹ ہوئے کافی بینز کی مہک ساری شاپ میں پھیلی تھی۔ کچھ آفس کے لیے تیار لوگ تیزی سے کافی مگ پکڑتے باہر نکل رہے تھے۔ کچھ لوگ میزوں پہ بیٹھے گرم کافی یا ہاٹ چاکلیٹ کے ساتھ ڈونٹ کھاتے ہوئے' موبائل پہ لگے تھے۔

ایسے میں ایک کھڑکی کے ساتھ وہ بیٹھی تھی۔ اس نے میز پہ رکھے مگ کے گرم ہینڈل کو پکڑ رکھا تھا اور شیشے سے باہر گیلی سڑک کو دیکھ رہی تھی۔

”آپ سن رہی ہیں میں کیا کہہ رہا ہوں؟“ سامنے بیٹھے ایڈم نے میز پہ دستک دی تو تالیہ چونکی اور اس کی طرف چہرہ موڑا۔

اس نے مانگ نکال کے بالوں کی پونی باندھی ہوئی تھی۔ لباس سیاہ تھا۔ اتنا سیاہ جیسے کسی کے جنازے پہ آئی ہو۔ لیکن گردن

میں گرہ لگا مظفر سرخ تھا۔ ایڈم دیکھ سکتا تھا کہ وہ ڈسٹرب تھی۔ وہ اتنی دیر سے اس کو سرمد کے بارے میں تفصیلات بتا رہا تھا لیکن وہ نہیں سن رہی تھی۔

''کیا ہوا ہے؟'' اس نے نرمی سے پوچھا۔

''میں نے فاتح کو بیتا کی حقیقت بتانی چاہی۔'' وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔ ''لیکن انہوں نے یقین نہیں کیا۔ صبح انہوں نے مجھے ایک میسج بھی بھیجا جس میں لکھا تھا کہ ان کی سیکیورٹی ٹیم نے بیتا کو پھر سے چیک کیا ہے۔ وہ بالکل کلیئر ہے۔''

''چے تالیہ.....''

''مگر ظاہر ہے یہ سب جھوٹ بول رہے ہیں۔ بیتا کون وومن ہے۔ اور اس کو ذوالکفلی نے ہی بھیجا ہے۔''

''چے تالیہ.....'' وہ کھنکھارا۔ ''کیا معلوم آپ غلط ہوں؟''

''تم بھی مجھے unstable اور پیرانائڈ سمجھتے ہو؟'' اس نے بھنویں بھینچ کے اسے دیکھا۔ ''داتن بھی یہی سمجھتی ہے۔''

''نہیں۔ لیکن آپ کے لیے وہ چھ سال نہیں گزرے جو ہمارے لیے گزر چکے ہیں۔ میں.... فاتح صاحب... داتن.... ہم سب اپنی زندگی میں اسٹیبل ہو گئے ہیں۔ لیکن چھ سال پہلے جب ہم تازہ تازہ اس سب سے نکلے تھے تو ہم آپ سے زیادہ ان اسٹیبل تھے' پیرانائڈ تھے۔ اسی لیے تو دان فاتح نے سیاست چھوڑ دی تھی اور میں نے یادداشت کھونے کا بہانہ کیا تھا۔ ہمیں نارمل ہونے میں ایک لمبا عرصہ لگا تھا۔ آپ کو بھی لگے گا۔ اس لیے ضروری نہیں ہے کہ بیتا کوئی کون آرٹسٹ ہو۔''

''تو پھر وہ میری طرح کیوں لگتی ہے؟''

''کیونکہ یوں سمجھیں کہ... ان کی کمفرٹ زون میں ایک ہی طرح کے لوگ داخل ہو سکتے ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں آپ کی جگہ ہے۔ اسی لیے اتفاق سے انہوں نے صرف ایسی عورت کو زندگی میں جگہ دی جو کسی طرح تالیہ سے ملتی جلتی تھی۔ ہر شخص کون آرٹسٹ نہیں ہوتا' چے تالیہ۔ آپ نے کہا تو میں بھی ایسے ہی سوچنے لگ گیا۔ لیکن اب میرا نہیں خیال کہ وہ ایسی ہو گی۔ اس کے سارے کاغذات اصلی ہیں۔''

''کیونکہ وہ بہت اچھی کون وومن ہے۔ اس نے اپنا ہوم ورک مکمل کر رکھا ہے۔'' تالیہ نے ہٹ دھرمی سے شانے اچکائے۔ ایڈم نے گہری سانس لی۔

''اگر آپ یہ بات بار بار کہتی رہیں تو دان فاتح کو لگے گا کہ آپ جیلس ہو رہی ہیں۔''

''میں اور جیلیس؟ ہونہہ۔'' وہ تلخی سے سر جھٹک کے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ ایڈم کھنکھارا۔

''او کے... جب آپ ملاکہ میں تھیں تو میں نے کہا تھا کہ مجھے آپ سے ایک بات کہنی ہے۔''

''تم مجھے ایک ڈاکومنٹ بنا دو گے ایڈم؟'' وہ تھکے تھکے انداز میں باہر دیکھتے ہوئے بولی تو وہ چونک گیا۔

''کیسا ڈاکومنٹ؟''

''میں فاتح سے الگ ہو رہی ہوں۔ مجھے تحلیل نکاح کے کاغذات بنوانے ہیں۔''

وہ چند لمحے کچھ بول نہیں سکا۔''میں وکیل نہیں ہوں۔''

''ہماری شادی اس دنیا میں رجسٹرڈ نہیں تھی اس لیے تو آتھرائزڈ ڈاکومنٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف ایک کاغذ پہ چند سطور پرنٹ کر دو۔ میں فاتح سے دستخط کروالوں گی۔''

''چند سطور تو آپ خود بھی لکھ سکتی ہیں۔''

تالیہ نے چہرہ اس کی طرف موڑا تو اس کی آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔''مجھ سے نہیں ہوگا....ایڈم۔''

اور یہ وہ لمحہ تھا جب برسوں بعد ایڈم بن محمد کا دل ایک دفعہ پھر سے خالی ہو گیا۔ وہ چند لمحے بس اسے دیکھتا رہا۔ دکھ سے۔ یاسیت سے۔ ملال سے۔

''سوری میں نے تمہاری بات کاٹ دی۔ تم کچھ کہنا چاہتے تھے؟'' اس نے ابرو اٹھا کے پوچھا۔

ایڈم نے دھیرے سے نفی میں سر ہلایا۔ سارے فیصلے ایک پل میں ہو گئے تھے۔

''اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔''

تالیہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔ اس کا ہاتھ ابھی تک مگ کے گرم ہینڈل پہ تھا۔ وہ اتنا گرم تھا کہ نہ اس کے لمس سے ٹھنڈا ہو رہا تھا نہ باہر برستی بارش سے۔

''وہ کیوں؟''

''کیونکہ میں آپ کو جانتا ہوں.... بے تالیہ۔ آپ کا دل ٹوٹا ہوا ہے۔ آپ ناخوش ہیں۔''

''میں ناخوش نہیں ہوں۔ بس فیصلہ کر چکی ہوں۔ فاتح اور میں....'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔''ہم ناممکن ہیں۔ ہم کبھی ساتھ نہیں رہ سکیں گے۔''

''اس فیصلے کو کچھ وقت دیں۔ شاید چیزیں ٹھیک ہو جائیں۔'' وہ دکھی دل سے کہہ رہا تھا۔

''کچھ بھی ٹھیک نہیں ہوگا....ایڈم.... میں بس ان کی دنیا سے دور جانا چاہتی ہوں۔''

''کیا مطلب؟'' وہ تیزی سے سیدھا ہوا۔''ڈونٹ ٹیل می کہ آپ قدیم ملاکہ جانے کا سوچ رہی ہیں۔''

''نہیں....یا اللہ....کبھی نہیں....'' تالیہ نے جھرجھری لی۔''میں بس اس ملک سے دور جانا چاہتی ہوں۔ عدالت مجھے بری کر

دے، تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔ کسی اور ملک' کسی اور شہر میں میں اپنا گھر بناؤں گی۔ نئے دوست بناؤں گی۔ کوئی نیا کام شروع کروں گی۔ وہاں کوئی میرا ماضی نہیں جانتا ہوگا۔ کوئی مجھے نفسیاتی مریض یا مجرم نہیں کہے گا۔ میری ساری زندگی ہی نئی ہو جائے گی۔"

"مگر دل تو وہی پرانا ہوگا۔" وہ زخمی سا مسکرایا۔

"دل پہ تالیہ کا اختیار نہیں ہے ایڈم۔ پلان زیڈ پہ ہے۔ اب بھی پلان اے' بی اور سی ہے۔"

"میں یہ کر چکا ہوں۔ ملکوں ملکوں پھر چکا ہوں۔ نئے دوست بنا چکا ہوں۔ ماضی سے پیچھا بھی چھڑا چکا ہوں۔ مگر میں آپ کو حقیقت بتاؤں' شہزادی؟" وہ میز پہ آگے کو جھکا اور مسکرا کے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ طریقہ کام نہیں کرتا۔ انسان جہاں بھی چلا جائے... اگر وہ اندر سے خوش نہیں ہے.... اگر اس کا دل محبت سے خالی ہے.. تو باہر کا منظر بدلنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ قدموں کے نیچے جیسی زمین بھی ہو' اس کا آسمان وہی رہتا ہے۔"

"تم مجھے پیپرز بنا دو گے؟" وہ آہستہ سے بولی۔ ایڈم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"او کے۔" پھر بات بدل دی۔ "دو دن بعد کورٹ میں پیشی ہے۔ آج رات آپ کو سرمد سے ملنے جانا ہے۔ کیا آپ اسے ہینڈل کر لیں گی؟"

"کر لوں گی۔" تالیہ نے مگ اٹھایا اور ہونٹوں سے لگایا۔ اس کا ہینڈل اب تک ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

"پھر تالیہ.... آپ کو یقین ہے کہ سرمد آپ کی مرضی کی گواہی دے گا؟"

"میرا پاس ایک ہی گواہ بچا ہے ایڈم۔ اور میں اس سے اپنی مرضی کا بیان ضرور دلواؤں گی۔" وہ اب کافی پیتے ہوئے شیشے کی دیوار کے باہر دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں سرد سی آگ جل رہی تھی۔ اسے اب صرف خود کو بچانا تھا۔

☆☆=========☆☆

سرمد ایک درمیانے قد کاٹھ کا آدمی تھا۔ عمر چالیس سے اوپر تھی اور آنکھوں پہ نظر کا چشمہ لگاتا تھا۔

یہ چشمہ اس رات اس کی بیڈ سائیڈ ٹیبل پہ رکھا تھا اور وہ خود لحاف اوڑھے سو رہا تھا جب دروازہ زور زور سے دھڑ دھڑایا جانے لگا۔

سرمد ہڑبڑا کے اٹھا۔ نائٹ بلب کی روشنی میں اس نے وال کلاک کو دیکھا۔ صبح کے تین بج رہے تھے۔ اس نے موبائل اٹھایا اور اسکرین روشن کی۔ کوئی کال نہیں تھی۔ یعنی آنے والا اس کا کوئی شناسا نہ تھا۔

دروازہ ہنوز دھڑ دھڑایا جا رہا تھا۔

وہ عینک لگاتا' سلیپرز پیروں میں اڑستا باہر آیا۔ چھوٹے سے گھر کی راہداری عبور کی۔ دروازے تک آیا اور باہر جھانکا۔ وہاں گھنگھریالے بالوں والی ایک عورت کھڑی تھی۔ ماتھے پہ بل ڈالے وہ دروازہ کھٹکھٹائے جا رہی تھی۔

سرمد نے پٹ کھولا اور گردن نکال کے باہر جھانکا۔ "جی؟"

"کیا ہم اندر بیٹھ کے بات کر سکتے ہیں؟" وہ بنا کسی تمہید کے بولی۔

"میں آپ کو نہیں جانتا۔ آپ کو کس سلسلے میں بات کرنی ہے؟"

"تم اس کی اجازت کیوں مانگ رہی ہو؟ ہم اس سے بات کیے بغیر تھوڑی جائیں گے۔" دیوار کی اوٹ سے ایک لڑکی نکلی۔ اس نے سیاہ ٹراؤزر شرٹ پہ سیاہ ہڈی پہن رکھی تھی۔ ہڈ نے سر ڈھک رکھا تھا لیکن چہرہ واضح تھا۔ اسے دیکھ کے سرمد شل رہ گیا۔ لیکن وہ... وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے آگے آئی' اور جوگر کی ٹھوکر سے دروازہ کھولا۔

"ہٹو سامنے سے۔"

"آپ کون ہیں اور یوں میرے گھر میں کیوں چلی آ رہی ہیں؟" سرمد نے بظاہر چڑ کے کہا۔ مگر وہ اسے روک نہیں سکتا تھا۔ وہ اندر داخل ہو چکی تھی۔ وہ اس کے پیچھے اندر لپکا۔

وہ لاؤنج کے وسط میں کھڑی گردن گھما گھما کے اطراف کا جائزہ لے رہی تھی۔

"آپ کون ہیں؟ دیکھیں... میں پولیس کو کال کر سکتا ہوں۔" تالیہ نے چہرہ موڑ کے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔

"تم میری توقع سے چھوٹے اور کمزور ہو۔"

"مجھے بات کرنے دو۔" داتن دبی آواز میں بولی اور سامنے آئی۔

"دیکھیں سرمد صاحب... ہم دونوں جانتے ہیں کہ عصرہ محمود کے لیے آپ کیا کرتے تھے۔"

داتن نے ساتھ ہی ایک کرسی اس کے لیے رکھی۔ وہ تالیہ کو گھورتے ہوئے وہاں بیٹھا جو اب ٹی وی کیبنٹ سے ٹیک لگائے کھڑی' جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے نہیں معلوم آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں عصرہ کے والد کا ملازم تھا مگر میں ان سے کئی سال نہیں ملا۔"

"سرمد..." داتن نے ضبط کیا۔ "میرے پاس گواہ ہیں جو گواہی دیں گے کہ آپ عصرہ کے ساتھ جیولری سیٹ پہ ایک سیٹ کی قیمت لگوانے گئے تھے۔"

"کیا یہ جرم ہے؟" وہ بگڑ کے بولا۔

"جس کام کے بدلے انہوں نے یہ سیٹ دیا' وہ جرم تھا۔"

''انہوں نے مجھے کوئی سیٹ نہیں دیا۔'' وہ ماتھے پہ بل ڈالے بولا۔

''دیکھیں سرمد...'' داتن نے پھر سے کوشش کی۔ ''انہوں نے آپ سے آرسینک منگوایا تھا۔ آپ صرف عدالت میں یہ بتا دیں تو تالیہ بری ہو جائے گی۔ کسی کو آرسینک لا کے دینا جرم نہیں ہے۔''

''لیکن میرا کریڈٹ کارڈ ہیک کر کے میرے نام سے کیک آرڈر کرنا جرم ہے۔'' تالیہ تڑخ کے بولی تو سرمد نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔ داتن نے تنبیہی نظروں سے اسے گھورا مگر وہ سرمد کو دیکھ رہی تھی۔

''مجھے نہیں معلوم آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ آپ پولیس نہیں ہیں۔ نہ آپ مجھے گرفتار کروا سکتی ہیں۔ مجھے اپنے رائٹس معلوم ہیں۔ میں کوئی گواہی نہیں دوں گا۔ آپ کیا کرلیں گی میرا؟''

اس کا فقرہ مکمل نہیں ہوا تھا جب وہ کسی چیل کی طرح اس پہ جھپٹی' اسے گدی سے پکڑ کے اس کا چہرہ زبردستی جھکا کے میز سے لگایا اور اس پہ جھکی۔ ہکا بکا سی داتن اسے روکتی رہ گئی لیکن تالیہ سرمد کے کان کے پاس جھک کے غرا رہی تھی۔

''تم نے اپنی مالکن کے ساتھ مل کے میری زندگی تباہ کر دی۔ میری آزادی چھین لی۔ اور تم مجھ سے پوچھتے ہو میں تمہارا کیا کروں گی؟''

''تالیہ... پلیز مجھے بات کرنے دو۔''

''میں اس سے بات کرنے نہیں آئی۔'' وہ سرمد کا گال میز سے لگائے اس کی گردن دبوچے کہہ رہی تھی۔

سرمد کا سانس گھٹنے لگا۔ اس نے ہاتھوں سے مزاحمت کرنی چاہی لیکن تالیہ نے اس کی کلائی مروڑ کے کمر سے لگا دی۔ وہ بے بس ہو کے رہ گیا۔

''میں پولیس نہیں ہوں۔ پولیس تمہیں کچھ نہیں کہے گی۔ میں پولیس سے زیادہ بری ہوں' سرمد۔ اب میری بات غور سے سنو۔ پرسوں صبح تم عدالت میں پیش ہو گے اور تم میرے حق میں گواہی دو گے۔'' وہ چبا چبا کے کہہ رہی تھی۔ ''ورنہ میں تمہاری جان لے لوں گی۔ اتنی مہارت سے کہ کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔ تم مجھے نہیں جانتے سرمد۔ میں اپنی برداشت کی انتہا پہ ہوں۔''

اس کی گردن مزید قوت سے نیچے جھکائی گویا ابھی اس کا چہرہ میز کے شیشے میں گاڑھ دے گی۔

''اور یہ مت سمجھنا کہ میں کوئی مہربان لڑکی ہوں جو ایسا نہیں کروں گی۔ اونہوں۔ میں سفید نہیں ہوں۔ میں بہت سیاہ ہوں۔ اور میں یہ کر سکتی ہوں کیونکہ تم میری توقع سے بہت چھوٹے اور کمزور ہو۔'' جھٹکے سے اس کی گردن چھوڑی اور سیدھی ہوئی۔

وہ گدی پہ ہاتھ رکھے' کھانستا ہوا سیدھا ہوا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور آنکھوں میں پانی تھا۔ اس نے چند گہرے سانس

لیے اور آنکھیں اٹھا کے تالیہ کو دیکھا تو ان آنکھوں میں خوف تھا۔

"میں بات کر رہی تھی نا' تالیہ۔' داتن نے افسوس سے اسے تنبیہ کی تو سیاہ بندو والی لڑکی نے کندھے اچکائے۔(واٹ ایور) اور پھر سے سینے پہ بازو لپیٹ لیے۔سرمد پھر سے کھانسا۔داتن اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"تم جانتے ہو تمہارے دیے گئے آرسینک سے عصرہ محمود کی موت واقع ہوئی ہے۔"

"وہ میری مالکن تھیں۔میں ان کا وفادار تھا۔مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اپنے لیے زہر منگوا رہی ہیں۔" وہ اب کے دھیمی آواز میں بولا اور گردن جھکا دی۔"مجھے معلوم ہوتا تو میں نہ دیتا۔آئی ایم سوسوری۔میں سمجھا وہ کسی اور کے لیے ہے۔انہوں نے کہا تھا انہیں ایک قیمتی جان لینی ہے۔وہ ان کی اپنی جان تھی۔آئی ایم سوسوری۔میں خود کئی سال سے گلٹ میں ہوں۔"

"سرمد... میں تمہارے مالی حالات دیکھ سکتی ہوں۔تم نے ان ناجائز کاموں سے کمائی گئی رقم جوئے میں اڑا دی ہے اور تم شدید کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہو۔" داتن سمجھانے والے انداز میں بولی۔"ہم کریڈٹ کارڈ ہیک کرنے والی بات گول کر جائیں گے۔تم نے صرف یہ کہنا ہے کہ عصرہ نے تمہیں آرسینک لانے کو کہا تھا۔تمہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ خودکشی کرلیں گی۔اگر تم ہمارے حق میں گواہی دے دو تو پے تالیہ تمہیں بہت بڑی رقم دیں گی۔تم کئی برس کے لیے سیٹل ہو جاؤ گے.."

وہ نرمی سے سمجھا رہی تھی اور سرمد سر اٹھا کے تالیہ کو دیکھ رہا تھا جو ابھی تک اسے گھور رہی تھی۔

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔"اوکے۔میں گواہی دے دوں گا۔"

"سنو میری بات...." تالیہ پھر سے غرائی۔"میرے لوگ تم پہ نظر رکھے ہوئے ہیں۔تم عدالت میں پیش ہونے سے پہلے بھاگو گے نہیں ورنہ وہ تمہیں دیکھتے ہی گولی مار دیں گے۔سمجھے تم؟" کہنے کے ساتھ اس نے پیر سے چھوٹی میز کو ٹھوکر ماری۔اس پہ رکھی ٹوکری اور ٹائم پیس نیچے جا گرے۔فرش پہ گرنے سے گھڑی کا شیشہ چکنا چور ہو گیا۔سرمد نے کرچیوں سے نظر اٹھا کے تالیہ کو دیکھا اور اثبات میں گردن ہلا دی۔ساتھ ہی تھوک نگلا۔

"میں گواہی دے دوں گا۔لیکن مجھے پیسے پہلے چاہیے ہوں گے۔"

"پیسے کام کے بعد ہوں گے۔سنا تم نے؟" وہ سر جھٹک کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔"اب میں اس شخص کو پے کروں گی جس نے مجھے پھنسایا تھا؟ واہ۔میں تمہارا کار میں انتظار کر رہی ہوں۔"

داتن نے افسوس سے سر ہلایا اور واپس اس کی طرف متوجہ ہوئی۔اب وہ دھیرے دھیرے بولتے اس سے پیسوں کے معاملات طے کرنے لگی۔

☆☆=========☆☆

ٹرائل والا دن بہت روشن تھا۔ آج آسمان پہ بادل تھے نہ ہوا تیز تھی۔ بس سنہری سورج تھا جو تیز چمک رہا تھا۔ سرما کی دھوپ کی تپش بھی عجیب ہوتی ہے۔ جتنا جھلسائے اتنا ہی سکون آتا ہے۔

ایسے میں وان فاتح اپنی ڈائننگ ٹیبل کی سربراہی کرسی پہ بیٹھا ناشتے میں مصروف تھا۔ سکندر سوٹ میں ملبوس تیار لگ رہا تھا۔ اشعر بھی تیار تھا۔ وہ جانتا تھا وہ دونوں عدالت جا رہے ہیں۔ اس نے ان سے کوئی سوال نہیں کیا۔ البتہ ناشتہ کرتی جولیانہ ایک دم کھنکھاری۔ سب نگاہیں اٹھا کے اسے دیکھنے لگے۔

"کیا تالیہ مراد آج عدالت آئے گی؟"

"ہاں۔ ظاہر ہے۔ وہ نہ پیش ہوئی تو اس کی ضمانت منسوخ ہو جائے گی۔" اشعر نے نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"اور اگر اس کے خلاف فیصلہ آیا تو اچھا نہیں ہو گا۔"

"فیصلے ایک دن میں نہیں آجاتے۔" فاتح نے ہموار آواز میں کہا تو جولیانہ فوراً بولی۔

"میں اس لیے کہہ رہی ہوں کیونکہ تالیہ مراد آج کل ذرا ذرا سی بات پہ بہت اوور ری ایکٹ کر رہی ہیں۔" وہ طنز سے بولی۔ اسے جیسے تالیہ پہ بہت غصہ تھا۔ "جس طرح کا سلوک انہوں نے ہمارے سامنے دکھایا' ایسا ہی وہ میڈیا کے سامنے دکھا رہی ہیں۔ کل انہوں نے ایک صحافی کو تھپڑ کھینچ مارا۔"

"کیوں؟" فاتح نے چونک کے اسے دیکھا۔

"آپ سوشل میڈیا نہیں دیکھ رہے' آبنگ؟" اشعر نے مسکراتے ہوئے کرسی دھکیلی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "ایک اسٹور میں ایک صحافی نے تالیہ سے سوال کرتے ہوئے اسے عصرہ محمود کی قاتل کہہ دیا تو اس نے اسے تھپڑ مار دیا۔ راہگیریوں نے ویڈیو بھی بنائی۔ تالیہ بہت حد تک ان اسٹیبل ہو چکی ہے۔"

"مجھے بے گناہ ہوتے ہوئے کوئی قاتل کہے گا تو میں اس سے بھی زیادہ کروں گا' اشعر۔" وہ ناگواری سے بولا اور پلیٹ پرے دھکیلتے ہوئے وہاں سے اٹھ گیا۔ تالیہ کا ذکر اس کا آئے روز ایک نیا مسئلہ' بر شے تکلیف دہ تھی۔

سرما کی یہ جھلساتی دھوپ عدالت کی عمارت پہ بھی پھیلی تھی۔

کیمروں کے جلتے بجھتے فلیش کی روشنیاں جو کمرہ عدالت پہنچنے تک تالیہ کی آنکھوں میں پڑتے رہے تھے' اس کو اندر تک جھلسانے کے لیے کافی تھے۔ لیکن وہ سیاہ ہیٹ سر پہ جمائے' سپاٹ چہرے کے ساتھ خاموشی سے رپورٹرز کے ہجوم سے نکل آئی تھی۔

آج عدالت میں پیش ہونے کا دن تھا۔ اور اس کے پاس گواہ تھا۔ تالیہ مراد کو یقین تھا کہ اس کا گواہ اس کو بری کروا لے گا۔

جج اپنا ڈیسک سنبھال چکی تھی۔ وکلاء اپنی اپنی میز پہ بیٹھے تھے۔ عدالت کی کارروائی شروع ہوئی تو ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ پراسیکیوٹر جج کی طرف رخ کیے اپنے افتتاحی دلائل دینے لگا۔ وہ یہاں سے پراسیکیوٹر کی پشت دیکھ سکتی تھی۔ وہ نوجوان تھا، پرجوش تھا اور اس کی آواز میں تالیہ مراد کے لیے تنفر تھا۔

"تالیہ مراد ایک خطرناک عورت ہے 'یور آنر۔' وہ ہاتھ ہلاتے ہوئے بتا رہا تھا۔ "یہ بہت پلاننگ سے وان فاتح اور مسز عصرہ محمود کی زندگی میں داخل ہوئیں۔ اس ٹرائل کے دوران میں آپ کو بتاؤں گا کہ کس طرح انہوں نے عصرہ محمود کے قیمتی نوادرات حاصل کرنے کی کوشش کی اور پھر ان نوادرات کی وصیت لکھوا کے عصرہ کو موت کے گھاٹ اتارا۔"

تالیہ اولین قطار کی ایک نشست پہ بیٹھی تھی۔ اس نے نظریں گھمائیں۔ دونوں طرف کی کرسیوں کے درمیان میں گزرنے کا راستہ تھا۔ اس کے دوسری جانب پہلی قطار میں اشعر بیٹھا تھا۔ ساتھ سکندر موجود تھا۔ وہ بھی اشعر کی طرح سیاہ سوٹ پہنے' اس مقدمے کے لیے تیار ہو کے آیا تھا۔

تالیہ نے چہرہ دوسری جانب موڑا۔ اس کے ساتھ والی کرسی پہ ایڈم بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کے وہ سادگی سے مسکرایا۔ وہ مسکرا بھی نہ سکی۔ گردن سیدھی کی۔

"میرا پہلا گواہ ہے سرمد زہدی......" پراسیکیوٹر کہہ رہا تھا۔ "سرمد نے رضا کارانہ طور پہ گواہی کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اس کے پاس کیس سے متعلق اہم معلومات ہیں۔"

پراسیکیوٹر نے مسکرا کے پیچھے بیٹھے اشعر کو دیکھا۔ اشعر بھی مسکرایا۔ تالیہ نے گردن موڑ کے غور سے اس کی مسکراہٹ دیکھی۔ پھر سپاٹ چہرہ سامنے کو موڑ لیا۔ آج اس کے چہرے پہ کوئی تاثر نہ تھا۔

کچھ دیر بعد سرمد کٹہرے میں رکھی کرسی پہ بیٹھا' حلف لے رہا تھا۔ وہ آج بالکل نارمل لگ رہا تھا۔ پرسکون اور پر اعتماد۔ سوٹ بھی پہن رکھا تھا اور قدرے معتبر دکھائی دے رہا تھا۔

"آپ کا عصرہ محمود سے کیا تعلق تھا؟" چوکھٹے سے نیچے کھڑا پراسیکیوٹر سوالات کا آغاز کرنے لگا۔

سرمد نے اسی اعتماد سے جواب دیا۔ "میں ان کے والد کا ملازم تھا۔"

"آپ کی عصرہ سے آخری دفعہ ملاقات کب ہوئی؟"

"ان کی موت سے بھی شاید تین سال پہلے۔ میں ان سے ایک لمبا عرصہ نہیں ملا تھا۔"

تالیہ نے ایڈم کو دیکھا اور ایڈم نے تالیہ کو۔ پھر دونوں سامنے دیکھنے لگے۔

"آپ ان کی موت کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

"تو پھر آپ نے گواہی دینے کے لیے خود کو کیوں پیش کیا؟" پراسیکیوٹر کے سوالات رٹے رٹائے تھے۔ جیسے وہ دونوں ریہرسل کر کے آئے تھے۔

"کیونکہ پرسوں رات آپ کی یہ ملزمہ اپنی ایک ساتھی خاتون کے ساتھ میرے گھر آئی تھیں۔" وہ سامنے کرسی پہ بیٹھی تالیہ کی طرف انگلی اٹھا کے کہہ رہا تھا۔ وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ اسے دیکھے گئی۔

"یہ زبردستی میرے گھر میں داخل ہوئیں۔ انہوں نے مجھے گردن سے پکڑا۔ مجھے زدوکوب کیا۔" اس نے کالر کا بٹن کھولا اور گردن کا نشان دکھایا۔" انہوں نے میرے گھر میں توڑ پھوڑ کی۔ اور مجھے دھمکی دی کہ اگر میں نے عدالت میں پیش ہو کے ان کے حق میں بیان نہ دیا تو یہ... مجھے... قتل کر دیں گی۔" چبا چبا کے بولا۔ تالیہ نے آنکھیں سختی سے میچیں۔ بہت سی متعجب نظریں اس کی طرف اٹھیں۔ ان میں سے کچھ ملامتی بھی تھیں۔

"اور یہ آپ سے کیا بیان دلوانا چاہتی تھیں؟"

"پتہ نہیں۔ کچھ کہہ رہی تھیں یہ کہ میں کہوں عصرہ محمود کو آرسینک میں نے لا کر دیا۔ ساتھ مجھے بھاری رقم کی پیشکش بھی کی۔ میں عدالت سے استدعا کرتا ہوں کہ مجھے پولیس پروٹیکشن دی جائے۔ مجھے تالیہ مراد سے جان کا خطرہ ہے۔"

وہ اتنے اعتماد سے کہہ رہا تھا جتنے اعتماد سے سچ بولنے والا سچ بولتا ہے۔ کمرہ عدالت کی اونچی کھڑکیوں سے چھن کے اندر آتی دھوپ کٹہرے پہ سیدھی پڑ رہی تھی۔ اس روشنی میں وہ معتبر لگ رہا تھا۔

یہاں سارے کھیل سچ اور جھوٹ کے تھے۔ یا پھر وقت کے۔

پراسیکیوٹر نے ریموٹ اٹھا کے بٹن دبایا تو ملٹی میڈیا پروجیکٹر پہ تصاویر چلنے لگیں۔ سرمد کے گھر کے لاؤنج کا منظر۔ وہاں ہر شے ٹوٹی بکھری پڑی تھی۔ صرف گھڑی اور ٹوکری نہیں۔ بلکہ برتن بھی ٹوٹے پڑے تھے۔ اس نے یقیناً تالیہ کے جاتے ہی مزید توڑ پھوڑ کر کے تصاویر لے لی تھیں۔

"یور وٹنیس۔ (آپ کا گواہ)" پراسیکیوٹر واپس اپنے ڈیکس کی طرف آتے ہوئے احمد نظام سے بولا اور اپنی کرسی پہ بیٹھ گیا۔ ایک مسکراتی نظر اشعر پہ ڈالی۔ اس نے مسکرا کے سر کو خم دیا۔

احمد نظام نے گہری سانس لی اور کھڑے ہوئے۔ پھر دھیرے دھیرے چلتے ہوئے کٹہرے کے سامنے آئے۔

"تو آپ عصرہ محمود کے ملازم ہیں؟"

''میں ان کے والد کا ملازم تھا۔''

''اور آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ پرسوں رات تالیہ مراد آپ کے گھر آئی تھیں؟'' احمد نظام تعجب سے پوچھ رہے تھے۔

''بالکل۔''

''اور انہوں نے آپ کو دھمکایا' اور جان سے مارنے کی دھمکی دی؟''

''جی.....'' وہ مسکرا کے بولا۔

احمد نظام چند لمحے اس کا چہرہ دیکھتے رہے۔ پھر کھنکھارے۔

''میرے پاس آپ کے لیے صرف ایک سوال ہے۔'' انہوں نے وقفہ دیا۔

''تالیہ مراد کس وقت آپ کے گھر آئی تھیں؟''

''قریباً رات کے تین بجے۔''

''اور وہ کب تک وہاں رہیں؟''

''دس سے پندرہ منٹ۔''

''آپ کو وقت کیسے یاد ہے؟''

''کیونکہ انہوں نے میری گھڑی توڑی تھی۔ اس پہ وقت وہیں جم گیا تھا۔ تین بج کے پندرہ منٹ۔''

''یعنی تین بجے سے تین بج کے پندرہ منٹ تک تالیہ مراد آپ کے گھر تھیں؟''

''جی۔''

احمد نظام جج کی طرف مڑے۔ ''یور آنر میں اس گواہ سے مزید سوال پوچھوں گا لیکن میں اس سے پہلے ایک ری بٹل گواہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔''

پراسیکیوٹر کوفت سے اٹھا۔ ''یور آنر مجھے اس بات پہ اعتراض ہے۔ احمد نظام عدالت کا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ ان کے گواہ کے پیش ہونے تک دیر ہو جائے گی اور.....''

''میرا گواہ اسی کمرے میں موجود ہے۔ بلکہ گواہان۔'' احمد نظام نے سامنے بیٹھے پولیس کمشنر کی طرف اشارہ کیا۔

''ٹھیک ہے۔ بلائیے ان کو۔'' جج نے کاغذ پہ کچھ نوٹ کرتے ہوئے اجازت دی۔ پراسیکیوٹر اسی کوفت سے واپس بیٹھا۔

پولیس کمشنر اوپر کٹہرے تک آیا۔ حلف لیا اور ٹیک لگا کے کرسی پہ بیٹھ گیا۔

''آپ کیا کام کرتے ہیں؟''

"میں پولیس کمشنر ہوں۔"

"اور کیا آپ کے تھانے میں تالیہ مراد کا کیس ہے؟"

"جی۔"

"ابھی سرمد صاحب نے کہا کہ رات تین بجے سے تین پندرہ تک تالیہ مرادان کے گھر پہ موجود تھیں۔ کیا یہ درست ہے؟"

"یہ ناممکن ہے۔ ہو ہی نہیں سکتا۔"

جہاں اشعر چونک کے سیدھا ہوا اور سرمد نے تعجب سے کمشنر کو دیکھا' وہیں سیاہ ہیٹ والی لڑکی دھیرے سے مسکرا دی۔

اس کا گواہ آن پہنچا تھا۔

وقت۔

آج وقت نے تالیہ مراد کے لیے گواہی دینی تھی۔

"عدالت کو بتایئے کہ یہ ناممکن کیسے ہے؟"

پولیس کمشنر نے چہرہ مائیک کے قریب کیا اور سنجیدگی سے بولا۔

"کیونکہ پرسوں رات دو بجے سے صبح پانچ بجے تک تالیہ مراد ہمارے تھانے میں... ہماری حراست میں تھیں۔ انہوں نے ایک رپورٹر کو تھپڑ دے مارا تھا اور رپورٹر نے پولیس بلائی تھی۔ میں پوری رات وہیں بیٹھا اسی معاملے کو سلجھا تا رہا تھا۔ میرا پورا تھانہ اس بات کا گواہ ہے۔ ہمارے پاس سی سی ٹی وی فوٹیجز ہیں۔ آپ احمد نظام بھی ان کے ساتھ تھے۔"

اشعر نے بے یقینی سے گردن موڑ کے تالیہ کو دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے سامنے دیکھ رہی تھی۔ سرمد نے اچھنبے سے گردن ادھر ادھر گھمائی۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ کمشنر جھوٹ کیوں بول رہا تھا۔

"کیا تین بجے تالیہ مراد پندرہ منٹ کے لیے آپ کی نظروں سے دور ہوئی تھیں؟"

"ہرگز نہیں۔ وہ سارا وقت ہماری نظروں کے سامنے تھیں۔ وہ میرے آفس میں بیٹھی تھیں۔ بلائنڈز کھلے تھے۔ سارا تھانہ ان کو دیکھ سکتا تھا۔ آپ سی سی ٹی وی چیک کر لیں۔ آفیسرز کو بلا لیں۔ بلکہ اس صحافی کو تھپڑ مارنے کی ویڈیو بھی ہمارے پاس ہے۔ اس پہ ٹائم اسٹیمپ ہے۔"

"ایسا نہیں ہے۔ میں بتا رہا ہوں یہ کل میرے گھر اسی وقت پہ آئی تھیں۔" سرمد اپنی جگہ سے اونچا سا بولا۔ وہ متعجب تھا۔ الجھا ہوا تھا۔ جج نے برہمی سے اسے روکا۔ "اپنی باری پہ بولیے۔"

سرمد جب دوبارہ کٹہرے میں آیا تو اس کی رنگت اڑی اڑی تھی۔ احمد نظام نے مسکرا کے اسے دیکھا۔

"اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ آپ کے گھر نہیں آئیں بلکہ آپ کو کسی نے ان پہ الزام لگانے کو کہا ہے۔"

"وہ آئی تھیں۔ایک عورت بھی ساتھ تھی۔انہوں نے مجھے جان سے مارنے کی دھمکی بھی دی۔اور پیسے دینے کی آفر بھی کی۔"

"جان سے مارنے کی دھمکی دی یا پیسے دیے؟ لوگ ایک وقت میں ایک چیز کیا کرتے ہیں۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"آپ نے کہا کہ آپ کی ٹوٹی گھڑی پہ وقت تین بج کے پندرہ منٹ پہ فریز ہو چکا ہے سرمد۔آپ نے وہ گھڑی غالباً خود ہی توڑی تھی کیونکہ آپ کو یہ نہیں معلوم تھا کہ تالیہ مراد اس وقت تھانے میں ہیں۔آپ نے سوچا کہ وہ اپنے گھر ہوں گی اور ان کے پاس کوئی ایلی بائی نہیں ہو گی۔"

"شاید مجھے وقت بتانے میں غلطی لگی ہو۔"

"اگر ابھی کرائم سین یونٹ آپ کے گھر جائے تو ان کو آپ کی ٹوٹی گھڑی پہ کیا وقت فریز ہوا ملے گا؟"

وہ اتنی تیزی سے بولے کہ سرمد گڑبڑا گیا۔اب وہ اپنے بتائے وقت سے نہیں پھر سکتا تھا۔اس نے خود دیکھا تھا گھڑی پہ وقت۔تالیہ مراد ایک ہی وقت پہ دو جگہوں پہ کیسے ہو سکتی تھی؟ اس کے پاس وقت کی چابی تھوڑا ہی تھی؟

"آبجیکشن۔" پراسیکیوٹر ضبط نہ کر سکا اور جگہ سے اٹھا۔جج اور احمد نظام نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔اسے سمجھ نہیں آئی کہ وہ کس بات پہ آبجیکشن کرے۔۔وہ واپس بیٹھ گیا۔اشعر جھک کے خفگی سے اسے کچھ کہنے لگا۔وہ جواباً پریشانی سے وضاحت دینے لگا۔

احمد نظام واپس سرمد کی طرف مڑے۔"تو آپ مجھے یہ بتائیں کہ تالیہ مراد ایک ہی وقت میں دو جگہوں پہ کیسے ہو سکتی ہیں؟ سوائے اس کے کہ ان کے پاس کوئی ٹائم ٹرنر ہو۔جس سے وہ وقت کو پیچھے کر سکیں۔" احمد نظام نے کمرہ عدالت کی طرف چہرہ موڑا اور باآواز بلند کہا۔"اور ہم سب جانتے ہیں کہ وقت کی کوئی چابی نہیں ہے۔گیا وقت ہاتھ نہیں آتا نہ آج تک وقت کسی کے لیے رکا ہے۔ہے نا؟"

تالیہ مسکرا دی۔ایڈم بھی مسکرا دیا۔

پھر وہ اس کی طرف جھکا اور آہستہ سے بولا۔"مجھے امید نہیں تھی کہ یہ کام کر جائے گا۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔" کٹہرے میں کھڑے سرمد کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔وہ بار بار بے یقینی سے پہلی رو میں بیٹھی سیاہ ہیٹ والی لڑکی کو دیکھتا تھا۔وہ آج جارحانہ انداز والی لڑکی نہیں لگ رہی تھی۔وہ بس سادگی سے مسکرا رہی تھی۔

''آپ کی باتیں اتنی احمقانہ ہیں سرمد صاحب کہ میں ان پہ کوئی سوال ہی نہیں کرنا چاہتا۔ آگے چلتے ہیں۔'' احمد نظام نے افسوس سے کہا تو سرمد نے دیکھا' جج نے سر جھٹک کے کاغذ پہ کچھ لکھا ہے۔

پراسیکیوٹر بھی سے اشعر سے سرگوشی کر رہا ہے۔

اور حاضرین چبھتی نظروں سے سرمد کو دیکھ رہے تھے۔

وہ سچ کہہ رہا تھا اور وہ جانتا تھا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔ لیکن کوئی اس کا یقین کرنے کو تیار نہ تھا۔

''سرمد میرے پاس آپ کے فون ریکارڈز ہیں۔ اس رات تالیہ مراد تو آپ کے گھر نہیں گئی تھیں لیکن آپ نے اس رات یہ کالز ضرور کی تھیں۔'' احمد نظام ایک کاغذ اسے دکھاتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ ''اور یہ کالز آپ نے اشعر محمود کو کی تھیں۔''

سرمد نے خشک لبوں پہ زبان پھیری۔ پھر بے چارگی سے نیچے بیٹھے اشعر کو دیکھا جس نے ایک دم پہلو بدلا تھا۔ سکندر نے گردن موڑ کے اشعر کو دیکھا۔ پھر سرمد کو۔

''آپ نے اشعر کو کیوں کال کی؟''

''مجھے یاد نہیں۔''

''آپ کافی دیر تک ان سے بات کرتے رہے۔ آپ نے ان سے چار دفعہ کل سے آج تک بات کی۔ لیکن آپ کو یاد نہیں؟ کیا انہوں نے کہا تھا تالیہ مراد پہ تشدد کا الزام لگانے کے لیے؟''

''یہ کال ریکارڈز جھوٹے ہیں۔'' وہ گردن کڑا کے بولا۔ ساتھ ہی پریشان نظروں سے سامنے کرسیوں پہ بیٹھے اشعر کو دیکھا۔ وہ لبوں پہ مٹھی رکھے اُسے گھورے جا رہا تھا۔

''میں آپ کی یادداشت تازہ کیے دیتا ہوں۔ اس عورت کو پہچانتے ہیں آپ؟'' احمد نظام نے فولڈر سے ایک فوٹو نکال کے اس کے سامنے کی۔

پراسیکیوٹر بے چینی سے اٹھا۔ ''اس سوال کا کیس سے کیا تعلق ہے؟''

احمد نظام تحمل سے اس کی طرف گھومے۔

''پراسیکیوٹر صاحب... گواہ کا نام آپ نے فہرست میں لکھا تھا۔ اس کے متعلق پورا ریسرچ کر کے میں لایا ہوں۔ میں آپ کے لیے آپ کی جاب آسان کر رہا ہوں۔ کتنا ہی اچھا ہو کہ آپ تحمل سے گواہ کو جواب دینے کا موقع دیں۔''

ان کا انداز ایسا دو ٹوک تھا کہ وہ کچھ کہہ نہ سکا۔ جج صاحبہ نے بھی ناگواری سے اعتراض رد کیا تو وہ ماتھے پہ بل لیے واپس بیٹھ گیا۔ احمد نظام فرصت سے واپس سرمد کی طرف مڑے۔

''میں اس کو نہیں پہچانتا۔'' اس نے صاف انکار کر دیا۔

''یہ لڑکی ایک زمانے میں عصرہ محمود کے گھر بطور آیا کام کرتی تھی۔ اس کو ہائر کرنے کے کچھ عرصے بعد اس نے اپنے ساتھی کے ساتھ آریانہ بنت فاتح کو اغوا کیا اور ایک حادثے میں دونوں کی موت واقع ہو گئی۔ یہی لڑکی آپ کی قالینوں کی دکان پہ بھی کام کرتی تھی۔ میں نے اس لڑکی کی فیملی کو بھی ٹریس کیا ہے۔''

''مجھے یاد نہیں۔''

''سرمد صاحب... میرا خیال ہے.... عصرہ کو علم نہیں تھا کہ اس لڑکی کو آپ نے بھیجا تھا۔ آپ اس کے ذریعے آریانہ کو اغوا کر کے تاوان لینا چاہتے تھے لیکن بچی کی حادثاتی موت کے بعد آپ خاموش ہو گئے۔ کئی برس بعد کسی طرح عصرہ کو اس کا علم ہو گیا۔ انہوں نے آپ کو کال کی۔ اپنی موت سے چند ہفتے قبل۔ وہ آپ کی دکان میں آپ سے ملنے بھی گئیں۔ آپ کی دکان میں کام کرنے والوں کو ان کی آمد کا دن تک یاد ہے۔ عصرہ نے آپ کو قانون کے کٹہرے میں لانے کی دھمکی بھی دی۔''

''ایسا کچھ نہیں ہوا۔''

مگر وہ کہے جا رہے تھے۔

''آپ نے اپنے ایک دوست کو کانٹیکٹ کیا۔ یہ آدمی اب جیل میں ہوتا ہے اور یہ اس کا بیان حلفی ہے۔'' احمد نظام نے ایک کاغذ جج کے ڈیسک پہ رکھا۔ ''یہ آدمی آپ کا جانا پہچانا دوست تھا۔ آپ نے اس سے آرسینک خریدا۔ اور پھر آپ نے وہ زہر آلود کیک عصرہ کو بھیجے۔ عصرہ کو قتل کرنے کی سب سے بڑی وجہ آپ کے پاس ہے کیونکہ وہ آپ کو گرفتار کروانا چاہتی تھیں۔''

''ایسا نہیں ہوا۔ میں نے ان کا قتل نہیں کیا۔ وہ میری مالکن تھیں۔''

''آپ نے کہا ان کے والد آپ کے مالک تھے۔''

''ہاں ٹھیک ہے۔ میں ان کا وفادار ملازم تھا۔ ٹھیک ہے میں ان سے ملا۔ وہ میری شاپ پہ آئیں لیکن انہوں نے مجھ سے صرف آرسینک منگوایا تھا۔ کسی کو آرسینک دینا کوئی جرم نہیں ہے۔'' وہ جذباتی ہو کے نہیں کہہ رہا تھا۔ وہ تیزی سے کہہ رہا تھا۔

عدالتی کمرے میں دبی دبی سرگوشیاں بلند ہوئیں۔ سکندر نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ پھر اشعر کو۔ پھر اس نے اشعر سے کچھ پوچھا لیکن وہ جواب دیے بنا سرمد کو گھورتا رہا۔

''آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ آرسینک آپ نے اپنے لیے خریدا یا ان کے لیے؟'' وہ پوچھ رہے تھے۔ جج اپنی عینک کے اوپر سے غور سے سرمد کو دیکھ رہی تھی۔ اشعر نے جھک کے پراسیکیوٹر کو مخاطب کیا لیکن پہلی دفعہ اس نے ہاتھ اٹھا کے اشعر کو

روک دیا۔وہ اس آدمی کی کہانی سننا چاہتا تھا۔

''انہوں نے بدلے میں مجھے ڈائمنڈ نیکلیس دیا تھا۔آپ اس جیولری اسٹور پہ چلے جائیں۔ان کے پاس ریکارڈ ہوگا۔ میں نے وہ ڈائمنڈ بیچے بھی تھے۔اگر وہ مجھ پہ خفا ہوتیں تو مجھے وہ سیٹ نہ دیتیں۔''اس کا اعتماد بڑھنے لگا۔''تالیہ مراد میرے اوپر قتل کا الزام ڈالنا چاہ رہی ہیں حالانکہ یہ سچ نہیں ہے۔میں نے صرف ان کو آرسینک دیا تھا۔''

''آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ عصرہ نے آرسینک خود منگوایا تھا؟''

''یور آنر....''پراسیکیوٹر پھر سے اٹھا۔''اگر مسز عصرہ کو وہ آرسینک اس شخص نے دیا تھا تب بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا قتل اسی آرسینک سے ہوا ہے۔تالیہ مراد کے پاس وسائل کی کیا کمی ہے؟وہ کہیں اور سے بھی لے سکتی ہیں۔''

''میں اسی طرف آرہا ہوں۔''وہ تحمل سے بولے۔''سرمد صاحب....جس آئی پی ایڈریس سے تالیہ مراد کا کریڈٹ کارڈ ہیک کر کے کیک آرڈر کیے گئے تھے وہ ان کافی شاپس کے تھے جو آپ کی دکان کے دو سو میٹر ریڈیئس میں آتی تھیں۔آپ کے فون کے جی پی ایس ڈیٹا کے مطابق آپ بھی انہی جگہوں پہ اس وقت موجود تھے جب یہ ہیک ہوا۔آپ اتنے دن اتفاق سے انہی جگہوں پہ کیوں تھے؟''

''میں نے کوئی کارڈ ہیک نہیں کیا۔مجھے ان کیکس کا کچھ نہیں پتہ۔میں نے صرف آرسینک دیا تھا۔اور آرسینک دینا جرم نہیں ہوتا۔''وہ ہانپتے ہوئے کہہ رہا تھا۔اسے عدالت آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔اگر اشعر نہ کہتا تو وہ کبھی یہاں نہ آتا۔وہ روپوش ہو جاتا۔یہ سارا کھیل تالیہ مراد کا تھا۔وہ اور اس کی دوست....وہ اس کے ساتھ گڈ کاپ بیڈ کاپ کھیل کے گئے تھے۔وہ اسے کسی اور طرح عدالت نہیں لا سکتے تھے۔انہیں معلوم تھا وہ اشعر سے رابطہ کرے گا اور اشعر اس کو عدالت میں جا کے تالیہ کا کیس خراب کرنے کو کہے گا۔وہ خود چل کے ان کے پھندے میں آ گیا تھا۔

''عصرہ نے آرسینک منگوانے کی کوئی وجہ تو بتائی ہوگی؟''

''انہوں نے کہا تھا انہیں ایک جان لینی ہے۔مجھے نہیں معلوم تھا کہ....''وہ چپ ہو گیا۔

''کہ وہ اپنی جان لینے جا رہی تھیں؟ آپ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ عصرہ محمود نے خودکشی کی ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم۔میں نے صرف آرسینک لا کر دیا تھا۔یہ جرم نہیں ہے۔''وہ زچ ہو کے بولا۔احمد نظام چند لمحے اسے دیکھتے رہے۔

''میرا آخری سوال۔''انہوں نے گہری سانس لی۔''آپ نے کس کس کو بتایا تھا کہ عصرہ محمود نے آپ سے آرسینک منگوایا ہے؟''

سرمد کی رنگت پھیکی پڑی۔ "کسی کو نہیں۔"

"سرمد صاحب..... یہ آپ کے اس زمانے کے فون ریکارڈز ہیں۔" انہوں نے کاغذات کا ایک پلندہ جج صاحبہ کی میز پہ رکھا۔ "آپ نے عصرہ سے ملنے کے بعد سے ان کی موت تک کئی دفعہ ایک نمبر پہ کال کی اور اس نمبر پہ بات بھی کی۔ یہ نمبر اس زمانے میں اشعر محمود کے زیر استعمال تھا۔ اور انہی کے آئی ڈی کارڈ پہ رجسٹرڈ ہے۔ کیا آپ نے اشعر صاحب کو بتایا تھا کہ ان کی بہن نے آرسینک منگوایا ہے؟"

کمرہ عدالت میں جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا۔ سکندر نے گردن موڑ کے اشعر کو دیکھا۔ بے یقینی سے۔ صدمے سے۔

"ایش؟" اس نے اشعر کو کہنی سے جھنجھوڑا۔

لیکن اشعر نے حرکت نہ کی۔ وہ سامنے دیکھتا رہا۔ اس کے تاثرات بالکل سپاٹ تھے۔

"مجھے یاد نہیں۔" وہ ہکلایا۔

"سرمد.... میں آپ کے لیپ ٹاپ کی ہارڈ ڈرائیو اور آپ کے ای میل اکاؤنٹ سے لے کر آپ کی ہر چیز کا ریکارڈ کورٹ میں منگوالوں گا۔ پولیس کی ٹیک ٹیم آپ کی ایک ایک کال' ایک ایک مومنٹ کو ماضی میں ٹریس کرلے گی۔ یہ وزیر اعظم کی بیوی کا قتل کیس ہے۔ صرف سچ آپ کو بچائے گا۔" احمد نظام نے اونچی آواز میں دہرایا۔ "کیا آپ نے کسی اور کو بتایا تھا کہ عصرہ محمود نے آپ سے زہر منگوایا ہے؟"

"میں نے.... صرف اشعر صاحب کو بتایا تھا۔"

وہ اب اشعر کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ اشعر کی چبھتی نظریں اس پہ جمی تھیں۔ اس کی آنکھیں اتنی گلابی ہو رہی تھیں کہ لگتا تھا خون بہہ نکلے گا۔ لوگ مڑ مڑ کے اب اشعر کو دیکھ رہے تھے۔

"آپ جانتے تھے ماما نے اس سے زہر منگوایا تھا؟" سکندر دبی آواز میں غرایا۔

"یہ سب جھوٹ بول رہے ہیں۔" وہ بڑبڑایا۔ سکندر نے چہرہ موڑ لیا۔ اس کے ماتھے پہ بل تھے اور آنکھوں میں نمی تھی۔

"اور عدالت کو بتائیں.... اشعر صاحب نے آگے سے کیا کہا؟"

"انہوں نے کہا کہ میں خاموشی سے عصرہ میم کو آرسینک مہیا کردوں۔" سرمد نے چہرہ جھکا دیا۔

"دیٹس آل.... یور آنر...." احمد نظام جج کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ "عصرہ محمود نے اس شخص سے آرسینک منگوایا تھا۔ جو کہ معینہ طور پہ تالیہ مراد نے بھیجے ان پہ آرسینک نہیں لگا ہوتا تھا۔ اس بات کے لیے ہمارے پاس گواہ ہے۔"

"کون؟"

تالیہ نے چونک کے سر اٹھایا۔

"پردھان منتری خود۔ان کا کہنا ہے کہ کیک پہ آئسنگ نہیں تھی۔اگر عدالت ان کو طلب کرے تو وہ آ کر خود گواہی دیں گے۔فی الحال بیان کی طرف سے حلفیہ بیان ہے۔"

انہوں نے ایک اور کاغذ جج صاحبہ کے سامنے رکھا۔تالیہ کے گلے میں آنسوؤں کا گولا اٹکنے لگا۔

لیکن اس شام سے واپسی ممکن نہ تھی۔

"کیک جس نے بھی بھیجے' یہ معمہ حل کرنا پولیس کا کام ہے۔" احمد نظام اب کہہ رہے تھے۔"لیکن میں یہ بات ثابت کر چکا ہوں کہ آرسینک عصرہ محمود نے خود منگوائی تھی۔ جناب عالی' عصرہ محمود کی موت قتل نہیں' خودکشی تھی۔اور اگر اس میں کسی کا قصور ہے تو دو لوگوں کا۔ایک یہ شخص (سرمد کی طرف اشارہ کیا) جس نے ان کو زہر لا کے دیا۔اور دوسرا اشعر محمود (پیچھے حاظرین میں بیٹھے اشعر کی جانب بازو بلند کیا) جس کو معلوم تھا کہ اس کی بہن زہر منگوا رہی ہے اور زہر کسی کو شفا نہیں دیا کرتا۔اس کا کام جان لینا ہی ہوتا ہے۔اپنی یا کسی اور کی۔لیکن اشعر محمود نے یہ ہونے دیا۔میں عدالت سے استدعا کرتا ہوں کہ تالیہ مراد کے اغوا کاروں کے کنٹینرز سے ملنے والے خون اور ڈی این اے کے سیمپل اشعر محمود کے سیمپلز کے ساتھ میچ کیے جائیں۔مجھے شک ہے کہ عدالت کو وہاں سے حیرت انگیز نتائج ملیں گے۔"

اشعر سر جھٹکتے ہوئے اٹھا' کوٹ کا بٹن بند کیا' اور سیدھا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ابھی وہ درمیانی رستے کے وسط تک پہنچا تھا جب جج صاحبہ کی آواز سنائی دی۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں' اشعر صاحب؟"

اس نے کوفت سے آنکھیں میچیں....اور رک گیا۔

اب وہاں سے نکلنا اتنا آسان نہ تھا۔

☆☆=========☆☆

عدالت سے واپسی کے سفر میں ان روشنیوں میں اضافہ ہو چکا تھا۔جھلساتی دھوپ آنکھوں میں پڑ رہی تھی۔اوپر سے کیمروں کے چمکتے فلیش...لگا ہیں چندھیا گئی تھیں۔

یا شاید اس کی آنکھیں چندھیائی ہوئی تھیں۔وہ کسی خواب کی سی کیفیت میں باہر آ رہی تھی۔ایڈم اس کے ساتھ تھا۔اور رپورٹرز کا ہجوم اس کے سامنے مائیک اور کیمرے اٹھائے' چلا چلا کے پوچھ رہا تھا۔

''سچ تالیہ... عدالت نے آپ کے ٹرائل کو مس ٹرائل قرار دے کر آپ کو ہر الزام سے بری کر دیا ہے۔ اس پہ کیا کہیں گی؟''

''کیا آپ کو اشعر محمود نے اغوا کیا تھا؟ کیا اشعر محمود نے اپنی بہن کا قتل کروایا ہے؟''

''کیا عدالت سرمد کو چھوڑ دے گی؟''

ہر شے سلو موشن میں ہو رہی تھی۔ ایڈم رپورٹرز سے بات کر رہا تھا۔ وہ بس خاموشی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ ہر الزام اور ہر جرم سے آزاد۔

کچھ رپورٹرز ایسے تھے جو دور گھاس پہ کھڑے اپنے اپنے کیمرہ مینوں کی طرف چہرہ کیے' مائیک اٹھا کے رپورٹ پیش کر رہے تھے۔

''وہ کیک کس نے بھیجے' ہم نہیں جانتے' ناظرین۔ عدالت نے سرمد زہدی کو گرفتار کر کے ری ٹرائل کا حکم دیا ہے۔ تالیہ مراد اب آزاد ہیں۔ آزاد تو اشعر محمود بھی ہیں لیکن وہ ری ٹرائل سے پہلے تک ملک نہیں چھوڑ سکتے۔ سوال یہ ہے کہ کیا کسی کو آرسینک مہیا کرنا جرم ہے؟ آرسینک ہوتا کیا ہے اور یہ کن کاموں کے لیے استعمال ہوتا ہے؟ اس بارے میں ہم آپ کو ایک ڈاکومنٹری دکھانے جا رہے ہیں....''

فاصلے فاصلے پہ کئی رپورٹرز کھڑے اپنے چینل کے کیمرے کو دیکھتے ہوئے اپنی اپنی عدالت سجائے ہوئے تھے۔

وہ سیاہ شیشوں والی کار میں بیٹھی۔ اور دروازہ بند کیا۔ اس لمبی کار میں نشستیں آمنے سامنے بنی تھیں۔ ایڈم اس کے ساتھ بیٹھا تھا اور احمد نظام سامنے۔

کار چل پڑی۔ رپورٹرز کے سوالات سے دور۔ عدالت کی عمارت کی دھوپ سے دور۔ احمد نظام نے بالآخر گہری سانس لی۔

''یہ خون کے نشانات والے کنٹینرز کا آپ نے بہت رسک لیا' چیتالیہ۔ مجھے پہلے معلوم ہوتا تو آپ کو روک دیتا۔''

''لیکن مان لیں کہ اس سے فرق پڑا ہے۔ اشعر محمود ایک لمبے عرصے کے لیے مشکوک ہو گیا ہے۔''

''لیکن وہ اس کیس سے بری ہو جائے گا۔''

''مجھے معلوم ہے وہ بری ہو جائے گا۔ سرمد بھی بری ہو جائے گا۔ کسی کو سزا نہیں ہو گی۔ مگر میں سروائیول موڈ میں ہوں' احمد نظام صاحب۔ مجھے خود کو بری کروانے کے لیے وہ سب کرنا تھا جو میں کر سکتی تھی۔''

''اشعر جانتا تھا کہ عصرہ زہر منگوا رہی ہیں تو اس نے ان کو کیوں نہیں روکا؟'' ایڈم نے سوچتے ہوئے افسوس سے پوچھا۔

''کیونکہ عصرہ اور فاتح کے تعلقات اچھے نہیں تھے۔ اشعر نے سمجھا ہو گا کہ یا تو وہ فاتح کو مارنا چاہتی ہیں یا تالیہ کو۔ دونوں صورتوں میں اشعر کا فائدہ تھا۔''

''یعنی اتنے سالوں سے اشعر جانتا تھا کہ زہر عصرہ نے منگوایا تھا پھر بھی اس نے آپ کو ہر جگہ موردِ الزام ٹھہرایا۔'' ایڈم نے چچ چچ کرتے ہوئے سر ہلایا۔ وہ پراسراریت سے مسکرائی۔

''میں نے اشعر کو اس کیس میں اس لیے پھنسایا ہے کیونکہ وہ اس ملک کا پردھان منتری بننا چاہتا ہے۔ لیکن اس دھبے کے بعد الیکشن تو کیا اس کو پارٹی کا کوئی اہم عہدہ بھی نہیں ملے گا۔ بعد میں وہ بری ہو جائے گا۔ ثبوت ناکافی ہوں گے لیکن ایتھکس کمیٹی اس کو دوران تفتیش ہی پارٹی سے سائیڈ لائن کر دے گی۔ میں نے کہا تھا' میں سیاہ ہوں' ایڈم۔''

''آپ سیاہ نہیں ہیں' چے تالیہ۔'' احمد نظام سادگی سے مسکرا کے بولے۔ وہ بھی مسکرا دی۔

''لیکن آر یو شیور کہ آپ نے وقت کو روکنے والی کوئی گھڑی استعمال نہیں کی تھی؟''

تالیہ ہنس دی۔ ''نہیں۔ ہم نے صرف وہی کیا تھا جو ہمیں کرنا آتا ہے۔ سرمد ایک ہی جگہ سے شام کی چائے پیتا ہے۔ ہم نے اس کی چائے کو ڈرگ کیا تھا۔ وہ اتنی گہری نیند سویا کہ اسے معلوم نہ ہوا کب کوئی اس کے گھر بنا آواز کے داخل ہوا ہے اور اس کے فون اور گھڑیوں کے اوقات کو دو گھنٹے آگے کر گیا ہے۔ ہم اس سے ایک بجے ملنے گئے تھے۔ اور جاتے ہوئے اس کی کیبل کی تار کاٹ گئے تھے۔ اگلی رات داتن نے اس کی گھڑیاں درست کر دی تھیں۔ انٹرنیٹ ابھی تک اس کا خراب ہے تبھی اس نے سم کارڈ سے اشعر کو کال ملائی تھی۔''

''اور واپسی پہ چے تالیہ نے اس اسٹور میں میرے بھیجے رپورٹر کو مکا مارا جو توقع کے مطابق آپ کو تھانے لے گیا۔ تھانے سے بہترین ایلی بائی کوئی نہیں ہوتی۔ اس لیے فار دی لاسٹ ٹائم احمد نظام صاحب' ہم نے کوئی ٹائم ٹرنر استعمال نہیں کیا تھا۔''

''آپ لوگوں سے کچھ بعید بھی نہیں ہے۔ آخر آپ وقت کے مسافر رہے ہیں۔'' انہوں نے جھرجھری لے کر سر جھٹکا۔ وہ تالیہ کی وقت کے سفر والی باتیں یوں دہراتے تھے جیسے انہیں ان پہ یقین ہو لیکن تالیہ کا خیال تھا وہ اندر سے ابھی تک ان پہ یقین نہیں کر پائے۔ کوئی بھی نہیں کر پائے گا۔

''آپ کا شکریہ۔'' کار احمد نظام کے گھر کے قریب رکی تو وہ بولی۔ شوفر نے دروازہ کھولا تو باہر سے سرمائی دھوپ میں لپٹی دھنک اندر امڈ آئی۔

ادھیڑ عمر وکیل نے شانے اچکائے اور اپنا بریف کیس سنبھالتے ہوئے اٹھا۔ شوفر نے دروازہ کھولا تو انہوں نے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"آپ نے میری فیس دے دی۔ ویٹس اٹ۔ میں نے یہ سب فیس کے لیے ہی کیا تھا۔"

تالیہ کی سوگوار مسکراہٹ گہری ہوگئی۔ "اگر آپ نہ ہوتے تو میں اس کیس سے نہ نکل پاتی۔ اور اگر آپ کا دوست میری مدد نہ کرتا تو میں اپنے پرانے جرائم کے لیے معافی نامہ کبھی حاصل نہ کر سکتی۔"

احمد نظام اپنے گھر کے لان کی طرف پشت کیے کھڑے تھے۔ تالیہ کو تعجب سے دیکھا اور بولے۔ "کون سا دوست؟" اور کندھے اچکا کے مڑ گئے۔ تیز دھوپ ان کے عقب سے آ رہی تھی جہاں گھاس پہ دھنک کے سارے رنگ بکھرے تھے۔ تالیہ نے ماتھے پہ چھجا بنا کے ان کو جاتے دیکھا اور مسکرا دی۔

"جانتے ہو مجھے اس آدمی کی سب سے اچھی بات کیا لگتی ہے؟"

دروازہ بند ہوا تو وہ ایڈم سے بولی۔

"کیا؟"

"جب ان کو احساس ہوا کہ میں سیاہی کا راستہ چھوڑ چکی ہوں تو انہوں نے میرے اندر کی اچھائی کو ایک نہیں کئی موقعے دیے۔ ان کے کسی قدم سے کوئی اچھائی کے راستے پہ جاتا ہوا شخص بددل نہ ہو جائے' بس اس ایک بات کے لیے یہ اتنا عرصہ میرے ساتھ لگے رہے۔ ایسے لوگ کم ملتے ہیں' ایڈم۔"

"اور آپ جیسی بھاری فیس بھی کم لوگ ہی دیتے ہیں۔"

ایڈم ہنس کے بولا تھا۔ تالیہ مسکرا کے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ صدیوں کی مسافت کے بعد بالآخر وہ آزاد تھی۔

☆☆=========☆☆

دو دن بعد۔

صبح کی تازگی اس خوبصورت کالونی کی سڑک پہ پھیلی تھی۔ دونوں طرف دو رویہ درخت تھے جنہوں نے ٹھنڈی سی چھایا کر رکھی تھی۔ آسمان آج گہرا جامنی تھا اور سورج کو نکلنے کا راستہ تک نہیں دے رہا تھا۔

ایڈم نے کار اسٹریٹ کے کنارے پارک کی۔ پھر گہری سانس لے کر ساتھ بیٹھی تالیہ کو دیکھا۔ وہ ہاتھوں میں پکڑے پرنٹ شدہ کاغذ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے جھکے سر پہ سیاہ ہیٹ تھا جس میں سرخ پھول لگا تھا۔

"آج اتوار ہے۔ فاتح گھر پہ ہوں گے۔ میں بس ان سے یہ سائن کروا کے آتی ہوں۔"

"دوستانہ مشورہ دے رہا ہوں۔ یہ نہ کریں۔"

تالیہ نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔

''تمہیں ڈر ہے کہ وہ سائن کر دیں گے؟''

''مجھے ڈر ہے کہ وہ سائن نہیں کریں گے اور پھر آپ اپنی ضد پہ اڑ جائیں گی اور ان سے سائن کروا کے دم لیں گی۔ جب آپ ضد کرتی ہیں تو اسے منوا لیتی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ ایسی چیز پہ ضد کریں جو آپ کو خوشی نہیں دے گی۔''

تالیہ کی آنکھوں میں آج کوئی نمی نہ تھی۔ ایک سوگواریت تھی لیکن اعتماد بھی تھا۔ وہ جیسے اس جذباتی جھٹکے سے سنبھل چکی تھی۔ جیسے اس نے اس رشتے کے تحلیل ہو جانے کو قبول کر لیا تھا۔

''میرا رنگ سیاہ ہے ایڈم۔ میں تمہاری کتابوں میں لکھی کوئی سفید گھوڑے والی شہزادی نہیں ہوں۔ میں اپنی سیاہی سمیت ان کی زندگی سے دور جانا چاہتی ہوں۔ کسی اور ملک۔ کسی اور جزیرے پہ کسی نئی داستان کا حصہ بننا چاہتی ہوں۔''

''کہانا.... میں یہ آزما چکا ہوں۔'' وہ مسکرایا اور نفی میں سر ہلایا۔ ''یہ کام نہیں کرتا۔''

دونوں گھنے درختوں کے سائے تلے کار میں بیٹھے سامنے پھیلی سڑک کو دیکھ رہے تھے۔

''میں ان کے ساتھ بھی خوش نہیں رہوں گی۔ ان کے بغیر رہ کے دیکھ لوں گی۔ اتنا عرصہ ان کے بغیر ہی تو رہ رہی تھی۔ تم میرا انتظار کرنا۔''

''اور ہیشا والا معاملہ؟''

''کہانا... میں سیاہ ہوں۔ مجھے اب کسی دوسرے کو بچانے میں دلچسپی نہیں۔''

''ہے تالیہ.... ہیشا کو وقت دیں۔ ہو سکتا ہے وہ ویسی نہ ہو جیسا آپ اس کو سمجھ رہی ہوں۔''

تالیہ نے بس ایک نظر اسے دیکھا اور زخمی سا مسکرائی۔ ''تم بھی سمجھتے ہو کہ تالیہ پیرانائڈ ہے؟''

''اچھا چھوڑیں....'' ایڈم نے گھڑی دیکھی اور سامنے اسٹریٹ میں بنی فاتح کی رہائشگاہ کو دیکھا۔ ''اندر کتنا وقت لگے گا آپ کو؟''

''ایک دستخط کروانے میں کتنا وقت لگ سکتا ہے؟''

''شاید ایک لمحہ۔ شاید پانچ سو ستاون برس۔''

ایڈم نے گہری سانس لے کر کندھے اچکائے۔ سیٹ بیلٹ کھولی اور ڈرائیونگ سیٹ پیچھے کر کے ٹیک لگائی۔ اسے تالیہ کی واپسی کا انتظار کرنا تھا۔

چند منٹ بعد.... سیکیورٹی کے مراحل گزار کے بندہ اسے گھر کے اندر لے آیا۔ وہ گردن سیدھی رکھے اس کے عقب میں چلتی رہی۔

''داتو سری اسٹڈی میں ہیں۔'' بٹلر نے راستے میں بتایا تھا۔

ہاتھ میں پکڑے فولڈر پہ اس کے ہاتھوں کی گرفت نم ہوگئی۔ یہ مرحلہ مشکل نہیں تھا۔ اسٹڈی میں جانا... فاتح سے ایک کاغذ پہ سائن لینا... مشکل کچھ نہ تھا۔ بس تکلیف وہ تھا۔ اور تکلیف ابھی سے ہونا شروع ہوگئی تھی۔

راہداری کے دوسری طرف سے میشا آتی دکھائی دی۔ تالیہ رک گئی۔ بٹلر بھی رک گیا۔ میشا ایک لمحے کو ہچکچائی پھر قریب آئی۔ اس کے ہاتھ میں دو خالی شاپنگ بیگز تھے۔

''چے تالیہ... ایک بات کر سکتی ہوں آپ سے؟'' وہ اسے دیکھ کے سادگی سے گویا ہوئی۔ (بٹلر ہاتھ باندھے چند قدم پیچھے کھڑا ہوگیا۔) ''میں نے ملازموں سے سنا کہ آپ آرہی ہیں تو یہاں سے جانے کا فیصلہ کرلیا۔ میں اپنا سامان پیک کر رہی ہوں۔ میری وجہ سے آپ لوگوں کی زندگی میں جھگڑا ہو میں یہ نہیں چاہتی۔''

تالیہ خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔ وہ اسی انداز میں کہے جا رہی تھی۔

''آپ مجھے غلط سمجھتی ہیں لیکن بے فکر رہیے۔ میں کسی غلط ارادے سے اس گھر میں نہیں آئی تھی۔ داتو سری میرے لیے قابل احترام ہیں۔ انہوں نے مجھے اس گھر میں جگہ دی۔ برے وقت میں ساتھ دیا۔ یہ بہت ہے۔ میں ایک سنگل مدر ہوں چے تالیہ۔ میں اپنے ایکس ہزبنڈ کی ہراسمنٹ کا شکار ہوں۔ میں مردوں کی دنیا میں کام کرنے والی عورت ہوں۔ مجھے ہر جگہ غلط سمجھا جائے گا جانتی ہوں۔ لیکن میری زندگی میں پہلے بہت مسئلے ہیں۔ میں ان میں مزید اضافہ نہیں چاہتی۔'' وہ تھکی تھکی لگ رہی تھی۔

دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔

''آپ کہاں جائیں گی؟'' پھر تالیہ نے قدرے ٹھہرے ہوئے انداز میں پوچھا۔

''اپنی فرینڈ کے گھر۔'' پھر اس نے گہری سانس لی اور ہچکچاتے ہوئے بولی۔ ''میں جانتی ہوں آپ یہ پیپرز کیوں لائی ہیں۔ بچوں نے ذکر کیا تھا۔ میرا معاملہ نہیں ہے اس لیے مجھے کہنا نہیں چاہیے لیکن میں بھی ایک عورت ہوں۔ آپ کا چہرہ پڑھ سکتی ہوں۔ آپ ڈسٹرب ہیں۔ یہ کرکے (کاغذ کی طرف اشارہ کیا) آپ خوش نہیں رہیں گی۔ اس لیے ایسا کچھ مت کریں جو آپ کو تکلیف دے۔ اپنے فیصلے پہ غور کریں۔ اس گھر میں آپ کے لیے جگہ ہے اگر آپ چاہیں۔'' نرمی سے کہا۔ اور آگے بڑھ گئی۔

تالیہ نے کچھ نہیں کہا۔ بس بٹلر کو اشارہ کیا۔ وہ اسے اسٹڈی کی سمت میں لے گیا۔

جب بٹلر نے اسٹڈی کا دروازہ کھولا تو سامنے فاتح اپنی کرسی پہ بیٹھا تھا۔ دروازہ پورا کھلتا گیا تو جہاں کتابوں کے ریکس

نمایاں ہوئے وہیں تالیہ نے دیکھا' سکندر اور جولیانہ وہیں بیٹھے تھے۔ تالیہ کو دیکھ کے دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ہم جائیں' ڈیڈ؟''

''ہاں۔''

''نہیں۔'' دونوں ایک ساتھ بولے۔ فاتح نے سوالیہ نظروں سے تالیہ کو دیکھا جو انہیں جانے سے منع کر رہی تھی۔ ان دونوں نے بے اختیار باپ کو دیکھا۔

''میں زیادہ وقت نہیں لوں گی۔'' وہ آگے آئی اور فولڈر ان کی میز پہ رکھا۔ فاتح نے ایک نظر فولڈر کو دیکھا اور دوسری سنجیدہ نظر اس پہ ڈالی۔

''آپ یہ سائن کر دیں تو میں جاؤں۔''

جولیانہ نے سکندر کو دیکھا۔ (ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے۔)

سکندر نے اشارہ کیا۔ (خیر ہے...کھڑی رہو۔)

اسٹڈی میں بالکل سناٹا چھا گیا۔

اپنی کرسی پہ بیٹھے فاتح نے فولڈر اٹھا کے کھولا۔ سپاٹ چہرے سے اس پہ لکھی عبارت پڑھی۔ تالیہ سامنے کھڑی تھی۔ اس کا چہرہ بھی سپاٹ تھا۔ فاتح نے چہرہ اٹھا کے اسے زخمی نظروں سے دیکھا۔

''میں سائن کر کے تمہیں بھجوا دوں گا۔'' اس نے فولڈر بند کر دیا۔

تالیہ کا دل اندر ہی اندر کٹ کے رہ گیا۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ وہ اسے ابھی اسی وقت کاغذ سائن کر کے دے ڈالے۔ لیکن وہ یہ نہیں کہنا چاہتی تھی۔ اس نے تائیدی انداز میں سر کو خم دیا۔

''شیور۔ میں انتظار کروں گی۔'' اب وہ مڑنا چاہتی تھی اور یہاں سے چلے جانا چاہتی تھی۔ وہ بہت کچھ چاہتی تھی لیکن معلوم نہیں کیوں وہ چند لمحے مزید کھڑی رہی۔ وہ اپنی کرسی پہ بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظروں میں استفہام تھا۔

''کچھ اور؟'' اس کے انداز میں گلہ تھا۔

''ویل۔'' تالیہ نے سنجیدہ چہرہ سکندر اور جولیانہ کی طرف موڑا جو اسے انہی اجنبی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

''آپ کو اب تک یقین آ جانا چاہیے کہ میں نے عصرہ کا قتل نہیں کیا تھا۔ اور نہ ہی میں کوئی گولڈ ڈگر ہوں۔ میری اگلے ہفتے فلائٹ ہے اور میں یہاں سے جا رہی ہوں۔ ہمارے راستے اب ایک دوسرے کو نہیں کاٹیں گے۔ امید ہے میں نے اپنے اوپر لگے تمام الزام دھو ڈالے ہیں۔'' وہ پرس لیے مڑی تو جولیانہ بولی۔

''اور جو الزام آپ نے دوسروں پہ لگائے؟ ان کا کیا؟''

تالیہ بہت ضبط سے واپس پلٹی۔ فاتح نے آہستہ سے ہاتھ اٹھایا۔

''اس قصے کو اب ختم کر دو، جولی۔''

''کیوں؟ کیا انہیں معذرت نہیں کرنی چاہیے؟ انہوں نے میری ٹیچر کو فراڈ ثابت کرنے کی کوشش کی۔''

وہ تڑخ کے بولی۔

تالیہ نے تعجب سے اسے دیکھا۔ ''میں نے اس عورت کو کچھ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی۔''

''کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ وہ فراڈ ہیں؟''

''صرف کہا تھا۔ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ تب کرتی جب آپ لوگ میری کسی بات پہ اعتبار کرتے۔ لیکن چونکہ آپ اس کے ساتھ خوش ہیں تو میں اس معاملے میں دخل نہیں دینا چاہتی۔'' وہ ہیٹ سر پہ ٹھیک سے جماتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ جولیانہ نے استہزائیہ انداز میں سر جھٹکا۔ ابھی اس کا ہاتھ ڈورناب پہ تھا جب فاتح نے اسے پکارا۔

''ایک منٹ۔''

وہ پیچھے نہیں مڑنا چاہتی تھی۔ پیچھے مڑنے والے نمک کے مجسمے بن جاتے ہیں اور ان مجسموں کو آنسو گھول کے بہا دیتے ہیں۔ اسے بس یہاں سے نکلنا تھا۔

''یعنی تم بیشا کو فراڈ ثابت کر سکتی ہو؟'' وہ تعجب سے بولا۔ تالیہ نے گہری سانس لی اور واپس پلٹی۔

''ظاہر ہے فاتح۔ میری ایک عمر گزری ہے اصل اور نقل پینٹنگ کا فرق معلوم کرنے میں۔''

''اچھا۔ کیسے؟'' فاتح نے پیچھے ٹیک لگا کے دلچسپی سے اسے دیکھا۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ جیسے سارے اختلافات بھول گیا تھا۔ یا بھولنا چاہتا تھا۔

''پلیز چچا تالیہ....'' جولیانہ کوفت سے بولی۔ ''میری ٹیچر کی فوٹوگرافز نقل نہیں ہیں۔''

تالیہ نے افسوس سے جولیانہ کو دیکھا اور گردن دائیں بائیں ہلائی۔ ''اونہوں۔ میں اصلی پینٹنگ ہوں۔ وہ نقلی ہے۔''

''ڈیڈ.... آپ اس خاتون کو کیوں سن رہے ہیں؟ مسز بیشا کی سیکیورٹی کلیئرنس.....''

مگر فاتح نے سکندر کو ہاتھ اٹھا کے خاموش کروا دیا۔

''میں سن رہا ہوں۔'' تالیہ کو بات جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔

تالیہ ہلکا سا مسکرائی۔ ''اس کو بلا کے پوچھیں کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔'' وہ رکی۔ ''وہ سیدھی کہاں جا رہی ہے۔ اور اس کے

جواب میں اپنا جواب ڈھونڈیں۔"

فاتح نے انٹر کام اٹھایا اور ہیشا کو بلانے کو کہا۔ اس کی نگاہیں ابھی تک تالیہ پہ جمی تھیں۔

چند لمحے بعد دروازے پہ دستک ہوئی اور ہیشا اندر داخل ہوئی۔ اس کا ہینڈ بیگ کندھے پہ تھا اور اس نے سفید ہیٹ پہن رکھا تھا۔ ایک نظر سب کے منتظر چہروں کو دیکھا۔ تالیہ پیچھے بک شیلف سے ٹیک لگائے کھڑی ابھی تک فاتح کو دیکھ رہی تھی۔

"ہیشا.... آپ کی تیاری مکمل ہو گئی؟ میں نے سنا ہے کہ آپ جا رہی ہیں؟" فاتح نے نارمل انداز میں پوچھا۔ جواباً وہ سادگی سے مسکرا دی۔

"جی' داتو سری۔ میں بس نکلنے ہی والی ہوں۔"

"آپ کہاں جائیں گی؟"

"اپنی فرینڈ کی طرف۔"

"سیدھی وہیں جائیں گی؟ میرا مطلب ہے کہیں اور تو نہیں جائیں گی؟"

"جی نہیں۔" ہیشا نے گہری سانس اندر کھینچی۔ "میرا ایکس ہزبنڈ ابھی تک مفرور ہے۔ اس لیے بے فکر رہیں۔ میں سیدھی اپنی فرینڈ کی طرف جاؤں گی اور وہیں رہوں گی۔"

تالیہ ابھی تک فاتح کو دیکھ رہی تھی۔ اس جواب پہ مسکرائی اور ابرو اٹھایا۔ "کیا میں نے ثابت نہیں کر دیا اصلی اور نقلی پینٹنگ کا فرق؟"

ہیشا نے ناسمجھی سے اسے دیکھا اور پھر فاتح کو۔ تالیہ نے اپنا بیگ اٹھایا اور ہیٹ کو دو انگلیوں سے ماتھے پہ مزید جھکاتے ہوئے مسکرا کے باہر نکل گئی۔ وہ اب اس سے زیادہ یہاں نہیں ٹھہر سکتی تھی۔

"میں جاؤں' داتو سری؟" ہیشا نے اجازت چاہی۔

"ہیشا.... آپ کو معلوم ہے اصلی اور نقلی پینٹنگ کا فرق کیسے معلوم کیا جاتا ہے؟" فاتح نے اس پہ نگاہیں مرکوز کیے کہا۔ وہ اپنی کرسی پہ بیٹھا تھا اور ہیشا دروازے کی چوکھٹ پہ کھڑی تھی۔ "اس ایک چیز سے جو اصلی پینٹنگ میں نہیں تھی اور اسے نقلی پینٹر نے اپنی پینٹنگ میں ڈال دیا۔ آپ کی اور تالیہ کی کہانی میں ایک چیز کا فرق ہے۔"

"میں سمجھی نہیں۔" اس نے اچنبھے سے فاتح کو دیکھا۔

"آپ کی ایک بیٹی بھی ہے۔" وہ بالکل اجنبی ٹون میں کہتے ہوئے اٹھا۔ "اور ایک ماں کی پہلی instinct اپنے بچے کی حفاظت ہوتی ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ کی دوست کا فارم ہاؤس شہر سے دور ہے۔ لیکن آپ سیدھی وہاں جا رہی ہیں۔ ایک

کو اسکول سے پک کیے بغیر۔" وہ دروازے کی طرف آیا۔ ہیشا کا ہاتھ ڈورناب پہ تھا۔ فاتح نے نرمی سے اس کا ہاتھ وہاں سے ہٹایا' اور دروازہ بند کیا۔

"سکندر... باہر جاؤ اور سیکیورٹی ٹیم کو بلاؤ۔ ان سے کہو باہر انتظار کریں۔ اور تم ہیشا... تم یہاں بیٹھو اور مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو۔" اس نے سنجیدگی سے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

ہیشا چند لمحے بالکل ساکت سی اس کو دیکھتی رہی۔ پھر ایک دم وہ ہنس پڑی۔

"دو سال لگے آپ کو مجھے پکڑنے میں۔ ناٹ بیڈ۔" اس نے مسکرا کے ہیٹ اتارا اور آرام سے سامنے رکھے صوفے کی طرف بڑھ گئی۔ پھر اس پہ بیٹھی' ٹانگ پہ ٹانگ جمائی اور کہنی صوفے کے ہتھے پہ رکھے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

"ذوالکفلی ٹھیک کہتا تھا۔ تالیہ آپ کی زندگی میں واپس آ گئی ہے اور صرف وہی مجھے پکڑ سکتی ہے۔ مجھے پہلے نکل جانا چاہیے تھا لیکن اٹس اوکے۔" مسکرا کے شانے اچکائے۔ "No regrets"

اسٹڈی میں ششدر سا سناٹا چھایا تھا۔ سکندر تو ہکا بکا تھا ہی.... لیکن جولیانہ...اس کی رنگت فق ہو گئی تھی۔

"میم.....آپ مذاق..."

"پلیز شٹ اپ جولیانہ۔" ہیشا نے فاتح کو دیکھتے ہوئے دایاں ہاتھ جھلا کے اشارہ کیا۔ "تم بہت annoying اور بہت spoiled ہو۔"

ہیشا کا لہجہ اب وہ پوش' مہذب لہجہ نہیں رہا تھا جسے سننے کا وہ عادی تھا۔ بلکہ کے ایل کی تاریک گلیوں میں سلینگ بولنے والے نوجوانوں جیسا ہو گیا تھا۔

فاتح نے سکندر کو اشارہ کیا۔ وہ تیزی سے دروازے سے باہر نکل گیا۔ فاتح نے میز پہ رکھا فون اٹھایا اور سختی سے بولا۔

"مسز ہیشا اندر میرے ساتھ ہیں۔ سیکیورٹی سے کہو' وہ باہر نہیں جائیں گی۔ ایک اور سیکیورٹی ٹیم کو میری اسٹڈی کے باہر تعینات کر دو۔ میں مسز ہیشا سے چند باتیں کہہ لوں' پھر تم ان کو لے جا سکتے ہو۔" فون رکھ کے جولیانہ کو دیکھا جو پلکیں تک نہیں جھپک پا رہی تھی۔ آنسو اس کی آنکھوں میں تیر رہے تھے۔

"جولی...تم جاؤ۔"

"ہاں' جولی....پلیز تم جاؤ۔ داتو سری ویسے بھی مجھے دس منٹ سے زیادہ یہاں نہیں روک سکیں گے۔" وہ جو اطمینان سے بیٹھی تھی' اسی انداز میں بولی۔ اس کا اعتماد....اس کی بے خوفی.... فاتح نے جولیانہ کو وہاں سے بھیجا...اور خود کرسی کھینچ کے اس کے سامنے بیٹھا۔

''تو تمہیں ذوالکفلی نے بھیجا ہے۔''

''آف کورس مجھے ذوالکفلی نے بھیجا ہے۔کوئی اور مجھے دو سال کے لیے اتنا معاوضہ دے بھی نہیں سکتا۔''

''دو سال....ایک طویل عرصہ ہے۔تم صرف معاوضے کے لیے نہیں یہاں رہیں۔'' وہ غور سے اس کی آنکھوں میں چھپی مسکراہٹ پڑھ رہا تھا۔فاتح کا چہرہ ایسا کرتے ہوئے بالکل سپاٹ تھا۔اندر اٹھتے طوفانوں کو اندر دبائے وہ بظاہر بالکل پرسکون تھا۔

''یہ ایک بہترین کور تھا۔شہر کے امراء تک رسائی۔اسٹوڈنٹس کے گھروں میں نقب لگانا۔طاقتور لوگوں کے اہم رازان کے بچوں کی زبانی سننا۔ٹیچر اور ڈاکٹر کو لوگ سب بتا دیتے ہیں۔اور انفارمیشن کی قیمت ہوتی ہے۔''

''تمہارے آئی ڈی کارڈز...پاسپورٹ...کسی چیز پہ کبھی کوئی ریڈ فلیگ نہیں تھا۔''

''کیونکہ میرے پاس اونچے عہدوں والے دوست ہیں' داتو سری۔کیونکہ میں اپنے کام میں اچھی ہوں۔تالیہ مراد سے بہت بہتر۔شاید بیسٹ۔'' وہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھے پاؤں جھلا رہی تھی۔

''اور تم نے میری بیٹی کو استعمال کیا؟''

''نہ صرف آپ کی بیٹی کو بلکہ اس کی سائیکولوجسٹ کو جس کے پاس اس کی تھیراپی ہو رہی تھی۔اس کی کیس فائلز سے یہ معلوم کرنا کہ آپ کو ہوم ٹیوٹر کی تلاش ہے' یا جولیانہ کو کس طرح کی ٹیچر چاہیے' بہت آسان تھا۔میں امیدواروں کی قطار میں داخل ہو گئی اور آپ نے مجھے خود چنا۔ایسے جیسے یہ آپ کا اپنا آئیڈیا ہو۔''

اسٹڈی میں وہ دونوں تھے اور خاموش کتابیں تھیں۔وہ کسی سانپ کی طرح دھیمی آواز میں بول رہی تھی۔نظریں فاتح کی آنکھوں سے ہٹائے بغیر۔اس کے چہرے پہ ایک عجیب تمسخر تھا جس کو وہ کوئی نام نہیں دے پا رہا تھا۔

''اور ایمی؟ وہ تمہاری بیٹی نہیں ہے؟''

''ہاں۔وہ بھی ذوالکفلی کی ایک اسٹوڈنٹ ہے۔لیکن اس کی فکر مت کریں۔اس کو اسکول سے کسی نے پک کر لیا ہو گا۔وہ اپنا خیال خود رکھ سکتی ہے۔'' اس نے کندھے اچکائے۔''اور کچھ؟''

''تم ہم سے تالیہ کے بارے میں ہمیشہ اچھی باتیں کیا کرتی تھی۔''

''ڈونٹ یو انڈراسٹینڈ' داتو سری؟ وہ ایک رول تھا۔بیشا تان۔ایک اچھی ٹیچر۔کون آرٹسٹ پورے آرٹسٹ ہوتے ہیں۔'' وہ جوش سے کہنے لگی۔''وہ ایک کردار تخلیق کرتے ہیں اور اسے آخر تک نبھاتے ہیں۔''

''جب تالیہ نے تم پہ شک کا اظہار کیا تو تم بھاگی کیوں نہیں؟'' وہ سوچتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیونکہ مجھے ذوالکفلی نے تالیہ کی جگہ لینے بھیجا تھا یار۔ میں نے آخری حد تک کوشش کرنی تھی۔ لیکن آج مجھے احساس ہوا کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ میں بھاگ ہی رہی تھی۔ لیکن پھر آپ نے مجھے پکڑ لیا۔ سمپل۔" اس نے شانے اچکائے۔ اس کے انداز میں کچھ عجیب سا تھا۔ وہ بالکل پرسکون اور پراعتماد تھی۔

"کتنے افسوس کی بات ہے۔ میں نے اور میری بیٹی نے تم پہ اعتماد کیا۔ تمہیں گھر میں جگہ دی۔ اور تم سارا وقت ہمارے ساتھ جھوٹ بولتی آئیں؟ مجھے تمہارے لیے افسوس ہے ایشا۔ تم اپنی زندگی میں جھوٹے رشتوں کے سوا کچھ نہیں پاؤ گی۔"

"اور آپ جیسے سچ بولنے والوں کی زندگی میں کیا ہے؟ یہ اونچا محل؟ خالی دیواریں؟ اپنی کرسی کو بچانے کی فکر؟ ہونہہ۔" وہ مسکرا کے اٹھی۔ "میں جاؤں؟"

"اور تمہیں کیوں لگا کہ میں تمہیں جیل بھیجنے کے بجائے یہاں سے جانے دوں گا۔"

"اوہ آپ مجھے ابھی بہت عزت سے رخصت کرنے والے ہیں داتو سری۔" وہ مسکرا کے بولی۔ "کیونکہ میرے پاس ایک انشورنس پالیسی ہے۔"

"انٹرسٹنگ۔ کیا ہے وہ پالیسی؟"

"میں ذوالکفلی کے اس کام کے لیے اس لیے راضی ہوئی تھی کیونکہ اس نے مجھے بچ نکلنے کا راستہ دکھا دیا تھا۔" وہ صوفے پہ آگے کو ہوئی اور اس کی طرف جھکی۔ "میری انشورنس پالیسی ہے تالیہ مراد۔"

فاتح نے چبھتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ مسکرا کے کہہ رہی تھی۔

"تالیہ نے بہت سے جرائم ذوالکفلی کے ساتھ مل کے کیے ہیں۔ اس کے پاس ان کے ثبوت ہیں۔"

"وہ ان جرائم کے لیے معافی نامہ حاصل کر چکی ہوں۔"

"ہاں تو میں کب کہہ رہی ہوں کہ میں ان ثبوتوں کو پولیس کے حوالے کر دوں گی؟ اونہوں۔" ایشا نے دائیں سے بائیں گردن ہلائی۔ "اگر آج میں صحیح سلامت یہاں سے نہ نکلی تو ذوالکفلی ان ساری چیزوں کو میڈیا پہ دے دے گا۔ انٹرنیٹ کی دنیا کریزی ہوتی ہے داتو سری۔ وہاں perception ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ تالیہ مراد کے جرائم کا پنڈورا باکس کھل جائے گا۔ ابھی تو بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ تالیہ ایک کون آرٹسٹ تھی۔ اس کا معافی نامہ بھی صوفیہ رحمٰن نے seal کروا دیا تھا۔ کوئی اسے کھول بھی نہیں سکتا۔ لیکن... اگر میری زبان کھل گئی تو..." اس کی آواز ہلکی ہوگئی۔ وہ بنا پلک جھپکے فاتح کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔

"تو سارا ملک جان جائے گا۔ سارا ملک یہ بھی پوچھے گا کہ صوفیہ رحمٰن نے کیسے ایک مجرم کو معاف کر دیا۔ تالیہ مراد بھی

ابھی ایک الزام سے نکلی ہے۔ وہ اگلی صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے ایسے کئی اسکینڈلز میں گھر جائے گی۔ جن لوگوں کی چیزیں اس نے چرائی تھیں یا ان کو لوٹا تھا' وہ بدلہ لینے نکل آئیں گے۔ اس دفعہ تالیہ پہ لگنے والے الزامات سچے ہونگے۔ اب آپ بتائیں دا تو سری... آپ مجھے یہاں روکیں گے یا عزت سے جانے دیں گے؟"

یہ وہ ہیشا نہیں تھی جسے وہ اتنے عرصے سے جانتا تھا۔ یہ چمکتی آنکھوں اور عامیانہ لہجے میں بولنے والی عورت کوئی اور تھی۔

فاتح خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں ہیشا کی آنکھوں پہ جمی تھیں۔

"گھڑی کی سوئیاں آپ کا وقت کم کر رہی ہیں۔ مجھے گیارہ بجے سے پہلے اس گھر سے باہر ہونا چاہیے۔ ورنہ تالیہ کے ساتھ بہت برا ہوگا۔ کیا آپ اس کی عزت سے زندگی گزارنے کی خواہش پوری نہیں ہونے دیں گے؟"

دان فاتح نے ایک ٹھنڈی سانس کھینچی اور ہیشا کو معلوم تھا وہ جیت چکی ہے۔

"تم یہاں سے خالی ہاتھ جاؤ گی۔ تم اپنا سامان' اپنی چیزیں' سب یہاں چھوڑ کے جاؤ گی اور دوبارہ میرے گھر یا میرے بچوں کے قریب بھی نہیں آؤ گی۔ اور تم کبھی بھی تالیہ کو ہرٹ کرنے کی کوشش نہیں کرو گی۔"

"اینڈ..... وی ہیو اے ڈیل۔" ہیشا نے مسکرا کے دونوں ہاتھ اٹھائے۔

کچھ دیر بعد ہیشا تاج اس گھر کے گیٹ سے باہر نکل رہی تھی۔ جولیانہ اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی اور سکندر... وہ اسٹڈی کے ایک کونے سے دوسرے کا چکر کاٹتے ہوئے غصے سے کہہ رہا تھا۔

"ڈیڈ.... وہ عورت... وہ فراڈ تھی... آپ اس کو کیسے جانے دے سکتے ہیں؟" وہ بار بار پیشانی چھوتا تھا۔ رنگت سرخ پڑ رہی تھی۔

"ہم اس کو روک نہیں سکتے تھے۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ اس کے چہرے پہ ڈھیروں ملال تھا۔

"وہ آپ کو نقصان پہنچائے گی۔ ڈیڈ میں آپ کو بتا رہا ہوں.... یہ یہاں سے جا کے بھی کچھ ایسا ضرور کرے گی جس سے آپ کو نقصان ہو۔"

فاتح سوگواریت سے مسکرایا اور کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"تمہیں لگتا ہے میں یہ بات نہیں جانتا؟" اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ سکندر بے بسی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ وہ اب پورے گھر میں جولیانہ کو آوازیں دے رہا تھا۔ جولیانہ کو اس صدمے سے نکلنے میں اب ایک لمبا عرصہ لگنا تھا' وہ جانتا تھا۔

وہ فولڈر اس کی اسٹڈی ٹیبل پہ رکھا رہ گیا۔

"کیا انہوں نے دستخط کیے؟" تالیہ جب واپس کار میں آئی تو ایڈم نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''نہیں لیکن ان کو ییشا کی حقیقت جلد معلوم ہونے والی ہے۔'' وہ کچھ مضمحل سی لگ رہی تھی۔ ساری تفصیل سن کے ایڈم نے بے اختیار ماتھے کو چھوا۔

''یعنی ثابت ہوا... تالیہ مراد کے اندازے غلط نہیں ہوتے۔'' پھر اس نے جھرجھری لی۔'' آپ چلی کیوں آئیں؟ وہاں رہ کے ییشا کے تاثرات کیوں نہیں دیکھے؟''

''میں فاتح کو افسردہ نہیں دیکھنا چاہتی تھی' ایڈم۔'' وہ پر ملال لگ رہی تھی۔ ایڈم نے کار سڑک پہ ڈال دی تھی اور اب ڈرائیو کرتے ہوئے گاہے بگاہے اس کو دیکھ رہا تھا جو پریشان سی کھڑکی کی طرف چہرہ موڑے ہوئے تھی۔

''ایک بات مجھے سمجھ نہیں آئی۔'' تھوڑی دیر بعد تالیہ نے اپنے خدشے کو زبان دی۔''ییشا وہاں رکی کیوں رہی؟ جب میں نے اس سے ٹیڑھے سوال پوچھے تھے... اس روز ڈنر پہ... تو اس کا کور خراب ہو چکا تھا۔ اسے وہاں سے بھاگ جانا چاہیے تھا۔ اس نے اتنے دن انتظار کیوں کیا؟''

''کیونکہ وان فاتح اس پہ ابھی تک بھروسہ کیے ہوئے تھے۔''

''نہیں' ایڈم۔ وہ عورت ان کو نقصان پہنچائے گی۔''

''تو آپ کو فکر کیوں ہے؟ آپ تو ویسے بھی ان کو چھوڑ کے جا رہی ہیں۔ اب آپ یہاں نہیں ہوں گی تو بھلے کوئی بھی ان کو نقصان پہنچائے۔ آپ کو کیا؟''

تالیہ کے ماتھے پہ شکنیں پڑیں۔ اس نے ناگواری سے ڈرائیو کرتے ہوئے ایڈم کو دیکھا۔

''میں نے صرف دایاں ہاتھ کٹوانے کی بات کی تھی یا زبان کی بھی؟''

ایڈم نے افسوس سے اسے دیکھ کے سر جھٹکا۔''دنیا ادھر سے ادھر ہو گئی' لیکن شہزادی تاشہ کی رعونت نہیں گئی۔''

''جائے گی بھی نہیں۔'' وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ جو بھی تھا' وہ اب اس بارے میں نہیں سوچے گی۔ وہ ہر ایک کو بچانے کی فکر اب نہیں کرے گی۔ بس۔

☆☆=========☆☆

ملاکہ شہر میں سلطنت محل اب ایک میوزیم بن چکا تھا۔ یہ وہ سلطنت محل نہیں تھا جس میں ایک زمانے میں شہزادی تاشہ داخل ہوئی تھی۔ مراد راجہ کی موت کے چند سال بعد پرتگالی ملاکہ پہ قابض ہوئے اور اس محل کو جلا کے راکھ کر دیا۔ صدیوں بعد پرانے نقشے دریافت ہوئے اور ان کتابوں کی مدد سے ہو بہو ویسا ہی محل تعمیر کیا گیا۔

لکڑی کا یہ خوبصورت محل گو کہ وہی تھا لیکن... یہ وہ نہیں تھا۔ وہ ایسے بدل چکا تھا جیسے انسان بدل جاتے ہیں۔ ڈھانچہ وہی

رہتا ہے۔ نقش وہی ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا دل بدل جاتا ہے۔ پرانا جل کے راکھ ہو جاتا ہے اور جو نیا دل اس کی جگہ لیتا ہے اس میں گوشت کم اور پتھر زیادہ ہوتا ہے۔

اس محل کو دیکھنے سیاح دن رات دور دور سے آتے تھے۔ انسٹا ورتی فوٹوز کھنچواتے' وہاں درج تحریریں پڑھتے' ہنستے بولتے کھاتے پیتے وہاں سے رخصت ہو جاتے۔

کچھ البتہ پچھلے طرف بنے احاطے میں بھی جاتے تھے جہاں گزشتہ سلاطین کی قبریں موجود تھیں۔ پتھریلی کتبوں والی یہ قبریں پرتگالیوں کی آگ سے محفوظ رہ گئی تھیں۔ وہاں تین چار قطاریں بنی تھیں اور اپنے وقت کے طاقتور ترین حکمران ایک ہی صف میں ابدی نیند سو رہے تھے۔

ان قبروں کی وسطی قطار میں تالیہ مراد موجود تھی۔ سر پہ سیاہ اسکارف اوڑھے' وہ دعا کے انداز میں ہاتھ باہم ملائے ایک قبر کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کی گلابی آنکھیں کتبے پہ جمی تھیں۔

"سلطان مراد راجہ"

آنکھ سے آنسو گرا اور گال پہ بہہ گیا۔ اس نے اپنے لمبے سیاہ کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور وہ قدیم طرز کا لفافہ نکالا۔ لفافے کے اندر سے خط نکالا اور وہ تحریر پھر سے پڑھنے لگی۔

اس کا باپ مر چکا تھا۔ اس کی قبر سامنے تھی۔

لیکن کسی اور دنیا میں اس کا باپ زندہ تھا۔ اور وہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔

اس نے بھیگی آنکھیں بند کیں۔ گرم آنسو گال پہ لڑھکنے لگے۔ اس نے قبر پہ ہاتھ پھیرا۔

"میرے آپ سے سارے گلے دور ہو چکے ہیں' بابا۔ لیکن میں اب واپس نہیں جا سکتی۔ کیونکہ میں نے آپ کو ہر صورت موت کے ہاتھوں کھو دینا ہے۔ وہ میری دنیا نہیں ہے۔ یہ میری دنیا ہے۔ تالیہ نے زندگی میں بہت سے غلط فیصلے کیے ہیں۔ اب بھی شاید کر رہی ہے۔ لیکن بابا... میں اپنی دنیا نہیں چھوڑ سکتی۔ میری دعا ہے کہ آپ اپنی موت سے پہلے مجھے معاف کر دیں۔ میں نے آپ کا دل دکھایا تھا لیکن میں خود بھی دکھی ہوں۔"

وہ زیر لب بڑبڑا رہی تھی۔ آنسو تھوڑی سے نیچے گردن پہ ٹپک رہے تھے۔

اس احاطے کے باہر ایڈم اور داتن منتظر سے کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔ تالیہ کی ان کی جانب پشت تھی۔ دور سے وہ بس سر جھکائے کھڑی نظر آ رہی تھی۔

وہ دونوں ایک درخت کے ساتھ کھڑے اس کے منتظر تھے۔ دونوں خاموش تھے۔ دونوں اداس تھے۔

پھر داتن کھنکھاری۔ "تالیہ واپس جانے کا تو نہیں سوچ رہی؟"

"یہ ناممکن ہے داتن۔ وہ اپنے بابا کے خط کے بعد سے گلٹی ضرور ہیں لیکن بے وقوف نہیں ہیں۔"

دونوں کے درمیان خاموشی کا وقفہ آ گیا۔ پھر داتن گویا ہوئی۔

"وہ فاتح کو چھوڑ رہی ہے۔ تم جانتے ہو۔ پھر بھی تم نے اس سے اب تک بات کیوں نہیں کی؟"

ایڈم نے سن گلاسز اتارے اور مسکرا کے داتن کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں زمانے بھر کی اداسی تھی۔

"پہلے مجھے ڈر تھا کہ وہ میرا انتخاب نہیں کریں گی۔ لیکن اب بات انتخاب سے آگے نکل چکی ہے۔ یہ جو دل ہوتا ہے نا اس میں ایک وقت میں ایک شخص سما سکتا ہے اور جب تک وہ نہ نکلے کسی دوسرے کو اس میں داخل ہونے کی خواہش نہیں کرنی چاہیے۔"

"کیا تم اس کے دل سے فاتح کے نکلنے کا انتظار کرو گے؟"

"نہیں داتن۔ جس کے محبوب کے دل میں کوئی اور ہو اور وہ پھر بھی اس کو پانے کے لیے جتن کرتا رہے ایسا شخص ہمیشہ مغموم رہتا ہے۔ محبوب کے لیے دودھ کی نہر کھودنا یا زہر کھانا آسان ہوتا ہے۔ جانتی ہو مشکل کیا ہوتا ہے؟"

ایڈم اس کی طرف گھوما۔ وہ سرما کی دھوپ میں کھڑا تھا اور داتن چھاؤں میں۔ دھوپ اور سایے میں تین قدموں کا فاصلہ تھا۔ داتن نے ماتھے پہ ہاتھ کا چھجا بنا کے اسے دیکھا جس کے اردگرد سے روشنی کی تیز شعائیں نکل رہی تھیں۔

"کیا مشکل ہوتا ہے؟"

"اس کی محبت سے موو آن کر کے آگے بڑھ جانا۔ کسی کو اَن لو نہیں کیا جا سکتا، میں مانتا ہوں۔ لیکن اپنے دل کو اس کی خواہش سے خالی کیا جا سکتا ہے۔"

"نہیں کیا جا سکتا۔"

"مگر میں کرنے کی کوشش کروں گا۔ کیونکہ جب دو لوگ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں تو کسی تیسرے کو ان کے درمیان کی لکیر نہیں بننا چاہیے۔ ایڈم بن محمد میں اتنی سیلف اسٹیم ہے کہ وہ ٹھکرائے جانے کا انتظار کیے بغیر ہی اس تکون سے الگ ہو جائے۔ میں ان سے کچھ نہیں کہوں گا داتن۔ کیونکہ اب میں خود سے بھی محبت کرتا ہوں۔ اور اگر میں ان کے درمیان میں آیا تو ایڈم کو ایڈم کبھی معاف نہیں کر سکے گا۔"

سیاہ لباس والی تالیہ اب قبروں کی قطار سے نکل کے ان کی طرف آ رہی تھی۔ وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ وہ خط تہہ کرتے ہوئے، آنکھیں رگڑتی احاطے سے باہر نکلی۔ ان کے پاس پہنچنے تک اس کی آنکھیں خشک ہو چکی تھیں۔ وہ خط کو پرس میں ڈالنے

تھی کہ داتن نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''کیا میں اس کا لفافہ رکھ سکتی ہوں؟ یہ لفافہ ٹھیک ہے اور میرے کام آئے گا۔''

''نہیں۔'' تالیہ نے سختی سے کہا اور خط اندر پرس میں ڈال دیا۔''یہ میرے پاس میرے بابا کی آخری نشانی ہے۔''

داتن نے خفت سے کندھے اچکائے۔''اوکے۔اوکے۔سوری۔'' پھر گھڑی دیکھی۔''کہیں چل کے کھانا کھاتے ہیں۔''

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' وہ مغموم سے انداز میں بولی۔اس کی ناک ابھی تک سرخ پڑ رہی تھی۔

''تالیہ....ہم تینوں آخری دفعہ ملاکہ ساتھ آرہے ہیں۔تم اگلے ہفتے ہمارا ملک چھوڑ کے چلی جاؤ گی۔ہم پھر کب آسکیں گے بھلا؟ کم از کم آج کا دن یہ اداس شکل نہ بناؤ اور اچھی یادیں لے کر جاؤ۔''

داتن قدرے خفگی سے بولی تو تالیہ جبراً مسکرائی اور اثبات میں سر ہلایا۔وہ بھی ایڈم کی طرح دھوپ میں کھڑی تھی۔

''اور یہ طے ہے کہ آپ اپنا ارادہ نہیں بدلیں گی؟'' ایڈم نے بغور اسے دیکھا۔

''نہیں۔میں مزید اس ملک میں نہیں رہنا چاہتی۔مجھے یہاں سے دور جانا ہے۔''

''کہا نا...یہ کام نہیں کرتا۔'' ایڈم نے ابرو اچکا کے کہا اور آگے بڑھ گیا۔وہ گہری سانس لے کر اس کے ساتھ ہوئی۔داتن ایک قدم پیچھے تھی۔

''آج کے دن تم اپنا سارا وقت مجھے اور ایڈم کو دو گی' تالیہ۔'' داتن ساتھ چلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔''آج کے دن تم اپنی آزادی کو انجوائے کرو گی۔اگر فاتح سے دور جانے کا فیصلہ کیا ہی ہے تو اس کو برداشت بھی کرو۔آج ہم فاتح کے بارے میں کوئی بات نہیں کریں گے۔''

''شیور۔کون فاتح؟'' شہزادی نے شانے اچکا کے کہا اور گیلی سانس ناک سے اندر کھینچی۔

داتن مسکرا دی۔ایڈم نے البتہ اپنی مسکراہٹ چھپا لی تھی۔

چلتے چلتے تالیہ نے چہرہ اٹھا کے آسمان کو دیکھا جہاں آج ایک روشن دن نکلا تھا۔پھر اس نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔

ہاں آج کے دن وہ نہ فاتح کی فکر کرے گی نہ اس کے بارے میں سوچے گی۔آج کا دن وہ اپنا رنگ میں رہے گی۔وہ سیاہ ہے اور اسے کسی دوسرے کو بچانے کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔

وہ تینوں ایک ریستوارن میں داخل ہوئے اور ایک میز کے گرد رکھی تین کرسیاں ایک ساتھ کھینچیں۔

پھر کرسیاں کھینچتے ہاتھ تینوں کے ایک ساتھ رکے۔

گردنیں اوپر ٹی وی اسکرین کی طرف اٹھیں۔

آنکھیں وہیں ساکت ہو گئیں۔ جیسے ریستوران میں دوسرے لوگوں کی ہو چکی تھیں۔

اسکرین پہ وان فاتح کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ اور ساتھ چلتی خبر سب کو ہکا بکا کر گئی تھی۔

”پردھان منتری ایک نئے مسئلے کا شکار۔“

اسکرین پہ نظر آتی نیوز کاسٹر سپاٹ چہرے اور روبوٹ مسکراہٹ کے ساتھ بتا رہی تھی۔

”پردھان منتری وان فاتح بن رامزل کی پندرہ ہزار چھ سو بہتر ای میلز انٹرنیٹ پہ جاری کر دی گئیں۔ ناظرین کی معلومات کے لیے بتاتے چلیں کہ پولیٹکولیکس ایک ایسا بین الاقوامی پورٹل ہے جہاں گزشتہ کئی برس سے سیاستدانوں، خفیہ ایجنسیوں اور سلیبریٹیز کے سیکرٹ ڈاکومنٹس، ای میلز اور پرائیوٹ ویڈیوز نشر کی جاتی ہیں۔ یہ مواد ان ویب سائٹ کو یا ہیکنگ کے ذریعے ملتا ہے یا وسل بلوورز کے ذریعے۔

”مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ وان فاتح کی جو ای میلز لیک کی گئی ہیں وہ ذاتی نوعیت کی نہیں ہیں۔ وہ سرکاری نوعیت کی ہیں۔ ان میں سیاسی دعوات ناموں سے لے کر فوجی عہدیداروں کے ساتھ کی جانے والی باتیں بھی شامل ہیں۔ ہمارے تجزیہ کاران ای میلز کا جائزہ لے رہے ہیں لیکن ان کا کہنا ہے کہ ان میلز میں موجود مواد ملکی سلامتی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ وان فاتح کے پہلے دور حکومت سے متعلق ہے اور اس میں روٹین کے امور کی بات کی گئی ہے۔ لیکن....“ نیوز کاسٹر نے وقفہ دیا۔ ”اگر یہ نقصان پہنچائیں گی تو صرف ایک شخص کو....“

”وان فاتح کو۔“ ایڈم بے یقینی سے اسکرین کو دیکھ کے بڑبڑایا۔ داتن نے تعجب سے اسے دیکھا۔

”کیوں؟ یہ ذاتی ای میلز نہیں ہیں۔ اور وہ کہہ رہے ہیں نا کہ ان میں کوئی بہت خفیہ یا نازک باتیں نہیں کی گئیں۔ اور یہ ان کے پہلے دور حکومت کی ہیں۔ تو ان کو نقصان کیوں پہنچائیں گی؟“

”مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ان ای میلز میں کیا ہے۔“ نیوز کاسٹر اونچی آواز میں کہہ رہی تھی۔ داتن اپنا جواب اس کی رپورٹ میں ڈھونڈنے لگی۔ ”مسئلہ یہ ہے کہ پردھان منتری نے یہ ای میلز اپنے اس ای میل ایڈریس سے بھیجی ہیں جو پرائیوٹ سرور پہ ہے۔ یہ پرائیوٹ سرور پردھان منتری کی اپنی ویب سائٹ کا ہے جسے وہ کئی برسوں سے استعمال کر رہے ہیں۔“

”اوہ نو... فاتح نے پی ایم بننے کے بعد ای میل سرور تبدیل نہیں کیا۔“ تالیہ شاک سے اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔

”پردھان منتری گزشتہ کئی سالوں سے پرائیوٹ سرور استعمال کر رہے ہیں جو کہ ایک بہت بڑی غفلت ہے۔ اس اہم عہدے پہ ہونے والے عہدیدار کو پرائیوٹ سرور نہیں بلکہ گورنمنٹ کا سرور استعمال کرنا چاہیے تھا۔“

''گورنمنٹ کے سرور بھی ہیک ہو سکتے ہیں۔'' داتن نے بے چینی سے کہا۔

''تب وہ فاتح صاحب کی غلطی نہ ہوتی۔ یہ ہے۔'' ایڈم نے افسوس سے اسکرین کو دیکھا۔ ''جب تک کچھ غلط نہیں ہوا ہوتا' انسان احتیاط نہیں کرتا۔ پہلے کب کسی کا پرائیوٹ سرور ہیک ہوا ہے جو وہ ایسا سوچتے۔''

''یہ میلز ہیک نہیں ہوئیں۔'' تالیہ نے چہرہ ان کی طرف موڑا۔ اس کی آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔ وہ شدید ڈسٹرب نظر آ رہی تھی۔ ''ان کا پرائیوٹ سرور بہت سیکیور تھا۔ اس کو ہیک کرنا آسان نہیں تھا۔ اس لیے ذوالکفلی نے ان کے گھر میں ییشا کو داخل کروایا تھا۔ تاکہ کسی طرح اسے ان کے اسٹڈی روم تک رسائی مل جائے۔ اتنے برس ییشا ان کی کمزوری ڈھونڈتی رہی۔ اور پھر ایک دن اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ پرائیوٹ سرور استعمال کر رہے ہیں۔ اسی لیے وہ ان کے گھر رہنے آئی۔ وہ رات کو ان کی اسٹڈی میں گئی اور ان کے لیپ ٹاپ کے ذریعے یہ میلز ڈاؤن لوڈ کیں۔''

اس نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔ ''میں غلط سمجھی تھی۔ ییشا وان فاتح کی زندگی میں ان کی بیوی بننے نہیں آئی تھی نہ اسے میری جگہ لینی تھی۔ وہ صرف ان کو سیاسی نقصان پہنچانے آئی تھی۔''

''اور اب وان فاتح کی کرسی خطرے میں ہے۔'' داتن نے افسوس سے اسے دیکھا۔ ایڈم بھی اسے دیکھ رہا تھا۔ کتنی دیر گزری تھی وان فاتح کا نام نہ لینے کے فیصلے کو؟ وہ نام تو کبھی ذہن سے محو ہی نہیں ہوتا تھا۔

''بچے تالیہ.... اب آپ کیا کریں گی؟''

تالیہ کتنی ہی دیر اسکرین کو دیکھتی رہی۔ وہ ابھی تک کرسی کی پشت پہ ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ تینوں میں سے کوئی بیٹھ نہیں سکا تھا لیکن تالیہ کی حالت سب سے مختلف تھی۔

''تالیہ....'' داتن نے نرمی سے اسے پکارا۔ ''تم اس کو چھوڑنے کا فیصلہ کر چکی ہو۔ تم اب اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔ اپوزیشن فاتح کو impeach کرے یا پولیس اسے غداری کے الزام میں پکڑ لے.... یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔''

''انہوں نے اتنے برس اس کرسی کے لیے محنت کی تھی۔'' وہ بنا پلک جھپکے اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔ ''سارے فیصلے' ساری جدوجہد اس ایک خواب کے لیے تھیں۔''

''تالیہ.... پلیز....'' داتن اس کے اور اسکرین کے درمیان آ گئی۔ ''یہ ہمارا ملاکہ میں آخری دن ہے۔ ہم سب اس کے بعد الگ ہو رہے ہیں۔''

''میں نے دن رات ایک کر کے ان کو چیئرمین کا الیکشن جتوایا تھا۔'' وہ الجھے ہوئے انداز میں خود سے بول رہی تھی۔ ''میں ان کی کافی کا کپ لیے بارشوں میں ان کے ساتھ بھاگا کرتی تھی۔ اور وہ سب ضائع چلا گیا۔''

''تالیہ... یہاں سے چلو... کہیں اور بیٹھتے ہیں۔ جہاں اس سیاہ سیاست کا ذکر نہ ہو۔''

تالیہ نے چہرہ ان دونوں کی طرف موڑا تو اس کی حیران آنکھوں میں پانی تھا۔

''ان کی برسوں کی ریاضت رائیگاں چلی جائے گی؟ وہ ایک بے وقار' نا اہل وزیر اعظم کے طور پہ نکال دیے جائیں گے؟'' وہ بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔

''آپ کو کیوں پرواہ ہے' پے تالیہ؟'' ایڈم سنجیدگی سے بولا۔ تالیہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو وہاں ایک چیلنج لکھا نظر آ رہا تھا۔ داتن نے اسے ٹوکنا چاہا لیکن ایڈم بن محمد کو سچ بولنے سے کون روک سکتا تھا۔

''آپ تو ان کو چھوڑ چکی ہیں۔ آپ تو فیصلہ کر چکی ہیں کہ آپ اب کسی کو نہیں بچایا کریں گی بلکہ آپ خود غرضی کی زندگی گزاریں گی۔ کیونکہ...'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا دو قدم قریب آیا۔ ''کیونکہ آپ کا رنگ سیاہ ہے۔''

''میرا رنگ سیاہ نہیں ہے....'' وہ جواباً غرائی۔ ''تالیہ سیاہ نہیں ہو سکتی۔ مجھے نہیں معلوم میرا رنگ کیا ہے۔ مجھے صرف ایک بات معلوم ہے۔ کہ میں غلط تھی۔ میں ساری دنیا کو نہیں بچا سکتی۔ لیکن میں وان فاتح کو ضرور بچاؤں گی۔ تالیہ ان کا خواب ان کے ہاتھوں سے چھننے نہیں دے گی۔''

اس نے نوچنے والے انداز میں اپنا پرس اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھی۔ داتن نے ہکا بکا سا اسے دیکھا۔

''تم کہاں جا رہی ہو۔'' داتن اس کے پیچھے لپکی۔

''میری فلائٹ میں ابھی ایک ہفتہ ہے۔ میں اس وقت کو ضائع نہیں کروں گی۔ میں وان فاتح کی مدد کے لیے جا رہی ہوں۔''

''مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا۔''

''ہو سکتا ہے۔ تالیہ کے پاس ہمیشہ پلان ہوتا ہے۔ ییشا کی حقیقت وہ جان گئے تھے۔ انہوں نے یقیناً اسے اپنی سیکیورٹی ایجنسیوں کے حوالے کر دیا ہو گا۔ میں ییشا سے ملنے جا رہی ہوں۔ مجھے چاہے ییشا کی جان بھی لینا پڑے لیکن میں اس سے یہ بات ثابت کروا کے رہوں گی کہ وان فاتح اس معاملے میں بے قصور تھے۔''

وہ باہر نکلتے ہوئے تیز تیز کہہ رہی تھی۔

اس ساری پریشانی میں تالیہ مراد نے نہیں دیکھا تھا کہ داتن نے بہت مہارت سے اس کے پرس سے وہ لفافہ نکال لیا تھا۔ پھر خط واپس پرس میں ڈال کے اس نے لفافہ احتیاط سے اپنے کوٹ کی جیب میں ڈال دیا۔

تالیہ ان سے زیادہ خود سے بولتی ہوئی اب فٹ پاتھ پہ آگے بڑھ رہی تھی۔

.☆☆=========☆☆

سری پروھانہ پہ شام کے نیلگوں سائے پھیلے تھے۔اس اونچے محل کی ساری بتیاں روشن تھیں۔اس کے سبز باغات میں لگے لیمپ پوسٹس بھی جلے تھے۔پردھان منتری کے آفس کی کھڑکیوں سے البتہ باہر کی روشن رات دکھائی نہیں دیتی تھی۔کھڑکیوں کے آگے بلائنڈز برابر تھے۔

اپنی کرسی پہ بیٹھا فاتح ٹیک لگائے' آستینیں موڑے' اطمینان سے سامنے بیٹھے دونوں افراد کو دیکھ رہا تھا۔وہ دونوں عمر رسیدہ تھے اور روایتی لباس میں ملبوس تھے۔سر ٹوپیوں سے ڈھکے تھے۔دونوں کے چہرے پریشان تھے اور وہ ایک ساتھ تیزی سے بولے جا رہے تھے۔

"آپ اس کرائسس سے کیسے نکلیں گے' داتو سری؟"

"بےفکر رہو۔" فاتح نے ابرو اچکا کے اسی مطمئن آواز میں کہا۔"لوگوں کی ای میلز ہیک ہوتی رہتی ہیں۔قومی سلامتی خطرے میں نہیں پڑی تو مسئلہ کیا ہے۔وہ پرانی ای میلز تھیں ویسے بھی۔"

"داتو سری....لوگ سوال اٹھا رہے ہیں کہ جانے اور کتنی حساس ای میلز آپ نے پرائیوٹ سرور پہ بھیجی ہوں گی۔"

"اور سب آپ کو الزام دے رہے ہیں۔پرائیوٹ سرور' پرائیوٹ سرور...اف۔" ان صاحب نے کراہ کے ماتھے کو چھوا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔میں نے استعمال کیا پرائیوٹ سرور۔سب کرتے ہیں۔اب سے نہیں کریں گے۔"

"سر یہ معاملہ اتنا سیدھا نہیں ہے۔یہاں کوئی ہیکر کو الزام نہیں دے گا۔یہ لوگ میڈیا پہ آپ کے خلاف اتنی بڑی مہم چلائیں گے کہ۔"

"کچھ نہیں ہوگا۔ریلیکس۔مجھے بتاؤ ہمیں بل منظور کروانے کے لیے کتنے لوگ چاہیے ہیں؟"

"صرف پانچ اور۔لیکن داتو سری.....اس وقت بل کو پس پشت ڈال دیجیے۔اور اس معاملے سے نکلنے کی کوشش کریں۔"

"بل کو کیوں پس پشت ڈال دوں؟میں سوموار کی صبح یہ بل قومی اسمبلی میں پیش کرنے جا رہا ہوں۔" وہ اپنی نشست سے کھڑا ہوا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔"اور جس جس سے تم ملو اسے بتا دینا کہ وان فاتح کو ان ای میل لیکس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔وان فاتح استعفیٰ نہیں دے گا۔"

مضبوط لہجے میں کہہ کے اس نے دونوں سے ہاتھ ملایا۔انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور گہری سانس لے کر اسے الوداع کہا۔

وہ باہر نکلے تو فاتح کے چہرے پہ پریشانی کی رمق دکھائی دی۔اس نے اس بورڈ کو دیکھا جو ابھی تک آفس میں رکھا تھا۔

وہاں مختلف رنگوں کے مقناطیسی گوٹ سے لگے اسے بتا رہے تھے کہ ابھی تک اس کے پاس بل پاس کرنے کے لیے مطلوبہ اکثریت نہیں ہے۔ اس نے گہری سانس لی اور انٹر کام اٹھایا۔

''کیا چے تالیہ ابھی تک بیٹھی ہیں؟''

''جی سر.....وہ پچھلے بیس منٹ سے آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔''

''اگلی میٹنگ میں کتنا وقت ہے؟''

''سات منٹ۔''

''او کے۔ تالیہ سے کہو اس کے پاس دس منٹ ہیں۔'' فون رکھ کے اس نے تاثرات ویسے ہی بنا لیے۔ پرسکون' مطمئن' اور قدرے سرد۔

اگلے ہی لمحے دروازہ کھلا اور وہ اندر آئی۔ وہ دور سے دیکھ سکتا تھا کہ اس کے ماتھے پہ بل تھے اور آنکھوں میں غصہ تھا۔ آج اس نے ہیٹ نہیں پہن رکھا تھا۔ بس سیاہ اسکرٹ بلاؤز پہ پیلا رومال گردن میں باندھ رکھا تھا۔

''مجھے ابھی ابھی علم ہوا ہے کہ بیتا تاج کو کبھی گرفتار ہی نہیں کیا گیا تھا۔ اس کا ایک ہی مطلب ہے کہ آپ نے اسے جانے دیا۔ کیوں' فاتح؟'' وہ جارحانہ انداز میں بولتی اس کی میز کے سامنے آرکی۔ اس کا چہرہ غم و غصے سے تمتما رہا تھا۔ ''یہ سب اس نے کیا ہے۔''

''کیا فرق پڑتا ہے؟ یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔'' ٹیک لگا کے بیٹھے فاتح نے کندھے اچکائے۔

''آپ کی پریمئر شپ خطرے میں ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ بڑا مسئلہ نہیں ہے؟'' وہ تعجب سے بولی۔ ''اور آپ نے بیتا کو جانے کیوں دیا؟ جب کہ آپ جانتے تھے وہ یہ کرے گی۔''

''جس وقت میں نے اسے جانے دیا' وہ اس سے پہلے ہی یہ سب کر چکی تھی۔ ہمیں معلوم اب ہوا ہے۔ اس کو روکنے سے وہ جو نقصان پہنچا چکی تھی وہ ریورس تو نہیں ہو سکتا تھا۔''

تالیہ سیدھی ہوئی اور چتلیاں سکوڑ کے اسے دیکھا۔ ''آپ نے اسے کیوں جانے دیا' فاتح؟''

''کیونکہ میرے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا۔ وہ چپ چاپ چلی جائے' یہ بہتر تھا اس سے کہ میں کوئی نیا مسئلہ کھڑا کرتا۔ جولیانہ ڈسٹرب ہوتی۔ شرمندگی الگ ہوتی۔''

''نہیں۔ اس نے آپ کو بلیک میل کیا تھا۔ ہے نا؟'' وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''اس کے پاس کچھ تھا آپ کے خلاف۔''

''یہ گفتگو بے معنی ہے' تالیہ۔تم بتاؤ تم کیوں آئی ہو؟'' اس نے دھیمی آواز میں کہتے ہوئے گھڑی دیکھی۔

''کیونکہ میں آپ کی کرسی چھنتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی' فاتح۔آپ اس مسئلے سے نہیں چھپ سکتے۔مجھے بتائیں ایشا کے پاس آپ کے خلاف کیا تھا تاکہ میں اس کو ڈھونڈ سکوں اور اس کو واپس لاسکوں۔''

''اس کو واپس لانے سے کیا ہوگا؟''

تالیہ دونوں ہتھیلیاں میز پہ رکھ کے جھکی اور ایک ایک لفظ پہ زور دے کر بولی۔

''وہ ساری عوام کے سامنے گواہی دے گی کہ وان فاتح نے کچھ غلط نہیں کیا۔میں اس سے گواہی دلوالوں گی۔آپ صرف مجھے یہ بتائیں کہ اس نے کس چیز سے آپ کو بلیک میل کیا تھا؟'' اب کے تالیہ کے انداز میں جھنجھلاہٹ تھی۔بے بسی تھی۔

''تالیہ...'' فاتح نے ایک فائل قریب کرتے ہوئے نرمی سے اسے دیکھا۔''کیا تم ملک چھوڑ کے نہیں جا رہی تھیں؟''

''وہ آپ کا مسئلہ نہیں ہے۔'' اس کی رنگت گلابی پڑنے لگی۔وہ سیدھی ہوئی۔''آپ اپنے مسئلے کا سوچیں۔''

''میں اپنے مسئلے خود حل کر سکتا ہوں۔مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔تھینکس بٹ نو تھینکس۔'' وہ نرمی سے کہہ رہا تھا جیسے کسی بچے کو سمجھایا جاتا ہے۔

''لیکن یہ اسکینڈل آپ کی کرسی لے جا سکتا ہے' فاتح۔'' اس کی بے بسی اب پریشانی میں بدلنے لگی۔

''مگر میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے بچاؤ۔میں نے اس سے بڑے مسئلے دیکھے ہیں۔میں اس میں سے بھی خود نکل آؤں گا۔'' فائل قریب کرتے ہوئے اس نے عینک اٹھائی اور کھولی۔''اور وہ پیپرز میں ابھی تک سائن نہیں کر سکا۔تمہاری فلائٹ سے پہلے کر کے تمہیں بھجوا دوں گا۔ٹھیک' تالیہ؟'' عینک لگاتے ہوئے اس نے فائل کھولی۔یہ اس کو جانے کا اشارہ تھا۔

''آپ نے کہا تھا کہ کبھی کبھار ہمیں دوسروں کو اجازت دینی چاہیے کہ وہ ہمیں بچا سکیں۔'' وہ دکھ سے اسے دیکھ کے بولی۔

''تمہارے لیے کہا تھا۔'' وہ اب فائل پہ اوپر سے نیچے سرسری نظر دوڑا رہا تھا۔

''اس نے آپ کو کس کی وجہ سے بلیک میل کیا؟''

فاتح کا صفحہ پلٹتا ہاتھ رکا۔''کسی بہت قیمتی شخص کی وجہ سے۔''

ایک گہری خاموشی نے ان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

''ایشا کی دھمکی خالی بھی ہو سکتی تھی' ہو سکتا ہے وہ صرف ڈرا رہی ہو۔''

''ہو سکتا ہے۔لیکن میرے پاس خطرہ مول لینے کی گنجائش تک نہ تھی۔'' وہ اب فائل کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔تالیہ نے دھیرے سے نفی میں سر ہلایا۔یہ طے تھا کہ وان فاتح اس کو اپنی مدد کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔اور جو اجازت نہ دے' اس

کی مدد کون کر سکتا ہے بھلا؟

وہ باہر نکلنے لگی تو اسی وقت ایک ڈھیلے سوٹ میں ملبوس نوجوان اندر داخل ہوا۔اسے دیکھ کے رکا اور راستہ دیا۔تالیہ باہر آ گئی لیکن اس نے گردن موڑ کے دیکھا وہ ایک سیاہ کور والی فائل لیے اندر جا رہا تھا۔دروازہ بند ہو گیا تو اندر کا منظر چھپ گیا۔ وہ چند لمحے وہیں کھڑی رہی۔باہر میز پہ بیٹھا اسٹاف اس کو یوں کھڑا ہونے پہ بھنویں بھینچے گھورنے لگا۔مگر وہ ڈھیٹ بنی کھڑی رہی۔

وہ نوجوان باہر آیا اور دروازہ بند کیا تو وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"میں دیکھ رہی تھی کہ آپ ہر دفعہ ان سیاہ فائلز کا ڈھیر لگاتے جاتے ہیں لیکن پی ایم صاحب ان کو نہیں دیکھتے۔ان میں ایسا کیا ہے؟"

شاہدان نامی وہ اسٹاف ہچکچایا۔تالیہ نے سر جھٹکا۔"خیر کوئی کانفیڈنشل معاملہ ہے تو میں نہیں پوچھتی۔" اور آگے بڑھنے لگی لیکن وہ فوراً بولا۔

"نہیں نہیں۔خفیہ معاملہ نہیں ہے بلکہ ضروری معاملہ بھی نہیں ہے۔کاش ہوتا۔تب وہ اسے زیادہ جلدی دیکھ پاتے۔" وہ رنجیدگی سے بولا۔تالیہ رک کے اسے دیکھنے لگی۔

"دراصل داتو سری نے کچھ عرصہ پہلے کہا تھا کہ وہ ایک پراجیکٹ جسٹس شروع کریں گے جن میں ان لوگوں کے کیسز سنے جائیں گے جو عرصے سے جیلوں میں مقید ہیں اور ان کے پاس اچھا وکیل کرنے کو رقم نہیں ہے اور سرکاری وکلاء ان کے کیسز لاپرواہی سے دیکھتے ہیں۔بالخصوص وہ لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ بے گناہ ہیں۔"

"قیدی غلام۔" وہ اداسی سے مسکرائی۔"وہ غریب قیدیوں کو رہائی دلوانا چاہتے ہیں۔میں سمجھ سکتی ہوں۔" اور صرف وہی سمجھ سکتی تھی۔

"جی ہاں۔ جب سے ہم نے اس پراجیکٹ کا اعلان کیا' ملک بھر سے سینکڑوں قیدیوں اور ان کے گھر والوں نے درخواستیں بھیجیں۔میں ہر ہفتے وہ درخواستیں اکٹھی کر کے ..ان کو فائل میں لگا کے ...داتو سری کے پاس لے کر جاتا ہوں۔ لیکن ان کے پاس زیادہ اہم کام ہیں۔نہ جانے کب وہ ان درخواستوں کو دیکھ پائیں گے۔"

"جب وہ ان جمع ہوئی درخواستوں کو نہیں دیکھ پاتے تو آپ ہر ہفتے ان میں اضافہ کیوں کرتے جاتے ہیں؟"

"درخواستیں دیکھنا ان کی جاب ہے۔فائل ان کے پاس پہنچانا میری جاب ہے۔کیا وان فاتح نے ہمیں یہ نہیں سکھایا کہ اگر کوئی دوسرا اپنی جاب نہ کر رہا ہو تو بھی ہمیں اپنی جاب کرنی چاہیے۔" وہ مسکرا کے بولا۔وہ مسکرا بھی نہ سکی۔

فاتح خود کو بچائے یا نہ بچائے' کیا تالیہ کو اپنی جاب نہیں کرنی چاہیے تھی؟

☆☆========☆☆

حالم کا اپارٹمنٹ اس رات ہمیشہ کی طرح خاموش پڑا تھا۔ خاموش مگر روشن۔ آج لاؤنج میں رکھے کارنر لیمپس روشن تھے۔ ٹی وی اسکرین میوٹ پہ تھی مگر اس پہ چلتی خبریں خاموشی کے باوجود سمجھ آتی تھیں۔ وہ نیوز اینکرز اور تجزیہ نگاروں کی فاتح کے خلاف زہر اگلتی زبانیں سن سن کے تھک گئی تھی۔ اس لیے انہیں گونگا کر دیا تھا۔

لیکن وہ نیوز بند بھی نہیں کر پا رہی تھی۔ شاید کہیں سے کوئی اچھی خبر سننے کو مل جائے۔

حالات ہر گزرتے پل کے ساتھ بدتر ہوتے جا رہے تھے۔ اور وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ جس جاول چاہ رہا تھا' وہ فاتح کے خلاف بول کے ریٹنگ اور پیسے کما رہا تھا۔ کسی ایک کی بدنامی کی گنگا سے سب کا ہاتھ دھونا ضروری تھا۔

ہیشا کا پیپر ورک اتنا اچھا تھا کہ داتن اسے ڈھونڈ ڈھونڈ تھک گئی تھی اور اس کا کوئی نام ونشان تک نہ تھا۔ وہ کہاں سے آئی' کہاں چلی گئی' کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔ ایسے جیسے ہوا میں تحلیل ہوگئی ہو۔ داتن نے فون کر کے بتایا تھا کہ وہ مزید کوشش کرے گی لیکن وہ بہت پر امید نہیں تھی۔ تالیہ کی امید بھی دم توڑ رہی تھی۔ قوی امکان تھا کہ ہیشا تاج اب تک ملک سے فرار ہو چکی ہوگی اور کسی دوسرے ملک میں ایک نئی زندگی شروع کر چکی ہوگی۔

ہیشا تاج نے اپنے پیچھے ایک بریڈ کرمب بھی نہیں چھوڑا تھا۔ کوئی اتنا پرفیکٹ کیسے ہو سکتا تھا؟

ٹی وی ہنوز چل رہا تھا اور وہ سامنے صوفے پہ بیٹھی تھی۔ بال پونی میں باندھے' آلتی پالتی کیے... وہ گود میں رکھی ٹوکری سے چند خطوط نکال نکال کے دیکھ رہی تھی۔ یہ فاتح کے پانچ خطوط تھے جنہیں وہ اپنے ساتھ رکھتی تھی۔۔ یہ تالیہ مراد کی کل متاع تھے۔ وہ اداس مسکراہٹ کے ساتھ ان کو پڑھ رہی تھی۔

"ڈیئر تالیہ

میں اس امید کے ساتھ واپس آیا تھا کہ تم یہاں ملو گی لیکن تم ابھی تک نہیں آئی ہو۔ تمہارے پیچھے ملائیشیا میں بہت کچھ تبدیل ہو گیا ہے۔ خود وان فاتح تبدیل....."

ڈور بیل بجی تو وہ چونکی۔ اس وقت کون آ گیا۔ شاید داتن ہو۔ لیکن داتن گھنٹی کرنے کا تکلف کم ہی کیا کرتی تھی۔

اس نے ٹوکری میز پہ رکھی جہاں اس کا پاسپورٹ' ٹکٹ کا پرنٹ آؤٹ اور دوسرے سفری ڈاکومنٹس پڑے تھے۔ اس وقت وہ اپنے کاغذات کو ارینج کرنے بیٹھی تھی جب وہ خطوط ملے۔ اس گھنٹی نے سارے کام میں خلل ڈال دیا تھا۔

اس نے دروازے کے سوراخ سے دیکھا تو پل بھر کے لیے متعجب رہ گئی۔ پھر پٹ کھولا۔

''سکندر؟''

اس نے اچھنبے سے سامنے کھڑے نوجوان کو دیکھا۔ اس کے پیچھے دو سوٹ میں ملبوس گارڈ بت بنے کھڑے تھے۔

''مجھے آپ سے بات کرنی تھی' مس تالیہ۔'' وہ تلخی سے بولا۔

''تم نے میرا گھر کیسے ڈھونڈا؟''

''میں پردھان منتری کا بیٹا ہوں۔ میرے لیے یہ مشکل نہیں ہے۔'' اس کی آواز میں طنز تھا۔ تالیہ کے ماتھے پہ شکن در آئی۔

''اوکے۔ تم مجھے یہ بتانے آئے ہو کہ تم مجھ سے کتنی نفرت کرتے ہو؟'' وہ بھی اسی کے انداز میں بولی۔

''میں یہ بتانے آیا ہوں کہ ییشا کو ڈیڈ نے میرے سامنے نکالا تھا۔ اور میں نے ڈیڈ سے کہا کہ یہ عورت آپ کو نقصان پہنچائے گی تو جانتی ہیں انہوں نے آگے سے کیا کہا؟''

''یہی کہا ہوگا کہ تمہارے خیال میں میں یہ بات نہیں جانتا؟''

تالیہ گہری سانس لے کر بولی تو سکندر جو کچھ کہنے جا رہا تھا' رک کے اسے دیکھنے لگا۔ اس کے ماتھے کی ایک شکن کم ہوئی۔

''آپ کو کیسے پتہ؟''

''کیونکہ میں ان کو جانتی ہوں۔''

سکندر نے بھنویں اکٹھی کر کے اسے دیکھا۔ ''مگر کیا آپ یہ جانتی ہیں کہ ییشا نے ڈیڈ کو کس بات پہ بلیک میل کیا تھا؟''

''ہاں' سکندر' میں جانتی ہوں۔ اس نے یہی کہا ہوگا کہ وہ کسی طرح مجھے نقصان پہنچائے گی۔ شاید میرے ماضی کے جرائم دنیا کے سامنے لا کر۔ ہے نا؟''

سکندر کے تاثرات دیکھ کے تالیہ نے رنجیدگی سے سر جھٹکا۔ ''مجھے اندازہ تھا۔''

سکندر نے بولنے کے لیے ہونٹ کھولے۔ پھر بند کر دیے۔ سمجھ نہیں آیا کیا کہے۔ تالیہ سامنے سے ہٹ گئی۔ اور اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

وہ اندر داخل ہوا۔ ایک طائرانہ نگاہ اطراف میں ڈالی۔ تالیہ نے دروازہ بند کیا اور سامنے رکھے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ ماتھے پہ شکنیں لیے وہیں کھڑا رہا۔

''میری ماں کے چھوڑے ہوئے نوادرات سے خریدا ہوگا آپ نے یہ گھر؟''

تالیہ نے افسوس سے اسے دیکھا۔

''سکندر... میں جانتی ہوں تم مجھ سے نفرت کرتے ہو...''

''آف کورس میں آپ سے نفرت کرتا ہوں۔ اور میں آپ کو یہی بتانے آیا ہوں کہ آپ کی وجہ سے میرے ڈیڈ مشکل میں ہیں۔ آپ جب بھی ہماری زندگی میں آتی ہیں مشکلیں ہی لاتی ہیں۔ آپ نہیں تھیں تو ہم سکون میں تھے۔ آپ آئیں تو سب خراب ہونے لگا۔''

وہ دونوں لاؤنج کے وسط میں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ ان کے سروں پہ چھت سے جھولتا فانوس اپنی ساری روشنیاں اپنے اندر دفن کیے خاموشی سے ان کو دیکھ رہا تھا۔

''تو تمہیں خوش ہو جانا چاہیے کہ میں یہاں سے جا رہی ہوں۔''

''میرے ڈیڈ کو مصیبت میں پھنسا کے آپ جا رہی ہیں۔ ویری گڈ۔''

''میں نے ان کی مدد کی کوشش کی لیکن وہ نہیں چاہتے کہ کوئی ان کے لیے کچھ کرے۔ میں کیا کر سکتی ہوں؟ اور ویسے بھی میرے ہونے سے تم سب کی زندگی مشکل میں پڑ جاتی ہے۔ تمہاری ماں کا قتل بھی میں نے کیا تھا اور یہ ای میلز بھی میں نے لیک کی تھیں۔ فائن۔ کیا تمہیں کچھ اور کہنا ہے یا میں اپنے کام کروں؟'' وہ تھکے تھکے ہوئے انداز میں بولی۔

سکندر نے سر جھٹکا اور آگے چلا آیا۔ پھر وہ خود ہی صوفے پہ بیٹھا اور ہاتھ باہم پھنسائے سامنے دیوار گیر کھڑکی کو دیکھنے لگا۔ وہاں سے دور دور تک بلند عمارتیں دکھائی دے رہی تھیں یا نیچے سڑک پہ رواں دواں ٹریفک۔

''آپ ان کو الزام دیتی تھیں کہ وہ آپ کے لیے کچھ نہیں کرتے۔'' وہ اب کے بولا تو اس کی آواز دکھی تھی۔ ''آپ کے لیے انہوں نے اپنا آفس داؤ پہ لگا دیا ہے۔ آپ کی وجہ سے ان کا کیریئر تباہ ہو رہا ہے۔''

تالیہ سینے پہ بازو لپیٹے کھڑی ناپسندیدگی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ ہر وقت کے الزام برداشت کر کر کے تنگ آ چکی تھی لیکن وہ فاتح کا بیٹا تھا۔ اس کی بات اسے برداشت کرنی تھی۔ کچھ رشتوں کا ادب ان کے ختم ہونے یا نہ ہونے سے بالاتر ہوتا ہے۔

''میں اسی لیے انہیں چھوڑ رہی ہوں' سکندر... میری وجہ سے ان کی زندگی پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ میں اور کیا کروں؟''

''آپ کچھ بھی نہ کریں۔ آپ بس یہ یاد رکھیں کہ ان کا کیریئر آپ نے خراب کیا ہے۔ مسز ہیشا آپ کے بارے میں ٹھیک کہتی تھیں۔ آپ نہ اچھی کونسلر بن سکیں نہ اچھے فیصلے کر سکیں۔ وہ آپ سے بہتر ہی تھیں۔''

تالیہ نے بے یقینی سے ابرو اٹھائے۔ دونوں بازو پہلوؤں میں گرا دیے۔

''ایک منٹ ایک منٹ۔ یہ کب کہا اس نے؟'' وہ تیزی سے اس کے سامنے والے صوفے پہ آ کے بیٹھی۔

وہ جو تیز تیز بولے جا رہا تھا۔ رک کے کوفت سے بولا۔ ''جب وہ آپ کو ڈھال بنا کے ہمارے گھر سے گئیں۔''

"اس نے کیا کہا؟ مجھے اس کے الفاظ بتاؤ۔" وہ آگے کو ہوئے بیٹھی' سانس روکے اس سے پوچھ رہی تھی۔ سکندر کو لگا.. جیسے وہ پلک جھپکنا بھول گئی ہے۔ وہ ٹھہر گیا۔

"جب ڈیڈ نے اسے گھر سے نکالا تو اس نے جاتے وقت مجھے اور جولی کو کہا تھا کہ.." وہ اٹک اٹک کے یاد کرنے لگا"...کہ تالیہ سے کہنا' ہیشا اس سے بہتر کون وومن ہے۔ بلکہ بہترین۔ کیونکہ ہیشا کو اپنی سیاہی پہ فخر ہے۔ جبکہ تالیہ مراد اپنے پیشے سے نفرت کرتی تھی۔ تالیہ مراد میدان چھوڑ کے بھاگنے والوں میں سے ہے۔ ایسا ہی کچھ کہا تھا۔"

"کیا اس نے واقعی یہ کہا؟" وہ متعجب سی اسے دیکھ رہی تھی۔ سکندر نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"میں آپ کو یہاں ہیشا تاج کے پیغامات دینے نہیں آیا بلکہ یہ احساس دلانے آیا ہوں کہ آپ کی وجہ سے..."

"میری وجہ سے سارے مسئلے ہو رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مجھے پتہ ہے۔" وہ تیزی سے بولی۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔" لیکن کیا اس نے واقعی یہ کہا؟" وہ اب حیران سے انداز میں مسکرانے لگی تھی۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اس نے کیا کہا؟"

"پڑتا ہے نا۔ اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ ہم نے ہیشا کو کیسے پکڑنا ہے۔"

سکندر نے بے یقینی سے اس کو دیکھا۔" کیا مطلب؟" چند لمحے کے لیے وہ بالکل گنگ ہو گیا۔"اس کو پکڑ کے کیا یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے کہ ای میلز لیک ہونے میں ڈیڈ کا قصور نہیں تھا؟"

"ایک دفعہ ہم اس کو پکڑ لیں تو ہم اس سے کچھ بھی کہلوا سکتے ہیں۔ لیکن تمہیں میری مدد کرنی ہوگی۔"

سکندر کے ماتھے پہ شکنیں ابھریں۔"میں آپ کی مدد کیوں کروں گا؟"

"دیکھو سکندر... تم میرے پاس صرف اس لیے آئے ہو کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ اگر تمہارے ڈیڈ کو اس کرائسس سے کوئی نکال سکتا ہے تو وہ میں ہوں۔ اس لیے مجھ سے جتنا خفا ہونا ہے' وہ بعد میں ہو لینا۔ تالیہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ فی الحال میری مدد کرو۔ ہم نے ہیشا کی پروفائل تیار کرنی ہے۔"

"ہم؟"

"ہاں۔ میں اور میری دوست لیانہ۔" تالیہ موبائل پہ نمبر ملاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"وہ بھی آپ کی طرح لوگوں کے گھر میں چوریاں کرتی ہے؟"

تالیہ نے فون کان سے لگاتے ہوئے اسے دیکھا۔"نہیں۔ وہ بنا تکلیف دیے قتل کرنے میں بھی ماہر ہے۔"

سکندر سر جھٹک کے منہ میں کچھ بڑبڑایا۔

تالیہ فون کان سے لگائے اٹھ گئی۔ سلسلہ مل گیا تھا۔ اب وہ کچن کے سامنے چکر کاٹتے ہوئے داتن سے بات کر رہی تھی۔

وہ واپس آئی تو سکندر ٹوکری میں رکھے کاغذات دیکھ رہا تھا۔

''آپ واقعی اگلے ہفتے جا رہی ہیں؟'' اس نے پرنٹ شدہ ٹکٹ کو واپس رکھتے ہوئے سرد انداز میں پوچھا۔

''نہیں۔ یہ جعلی کاغذات ہیں جو میں نے تمہیں دھوکہ دینے کے لیے میز پہ سجائے ہیں۔'' وہ اسی کے طنزیہ انداز میں بولتے ہوئے ساتھ بیٹھی۔ سکندر خاموش ہو گیا۔ وہ اب فون پہ کچھ دیکھ رہی تھی۔

''آپ ییشا کو کیسے پکڑیں گی؟'' کچھ دیر بعد وہ کھنکھارا۔

تالیہ نے جواب نہیں دیا۔ فون دیکھتی رہی۔ اس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''ییشا کی باتوں میں اتنا خاص کیا تھا؟'' اس نے پھر پوچھا۔

''ییشا کو ہم اس لیے نہیں ڈھونڈ پا رہے تھے کیونکہ اس کی ہر بات اس کے رول کا حصہ تھی۔ میری حمایت کرنا' یا مجھے اچھی نصیحت کرنا' سب دھوکہ تھا۔ لیکن...'' وہ مسکراتے ہوئے فون اسکرین پہ بٹن دبا رہی تھی۔ ''اس نے اپنا راز کھلنے کے بعد جو بھی کہا' وہ اس کا سچ تھا۔''

''اس نے کہا کہ وہ آپ سے بہتر ہے۔''

''نہیں۔ اس نے کہا کہ وہ بہترین ہے۔ تمہیں معلوم ہے آج تک تالیہ مراد کسی کون گیم کے دوران کیوں نہیں پکڑی گئی؟ کیونکہ تالیہ کا ماننا تھا کہ بہترین کون گیم وہ ہوتا ہے جس میں خود ٹارگٹ کو بھی اپنے لوٹے جانے کا علم نہ ہو سکے۔ میں جب کون گیمز کھیلتی تھی تو لوگ مجھے حالم یعنی انویسٹی گیٹر کے طور پہ ہائر کرتے تھے۔ میں کبھی ولن بن کے نہیں بھاگتی تھی جیسے ییشا بھاگی۔ لوگ مجھے خود پیسے دیتے تھے۔ اور برسوں میرے مشکور رہتے تھے۔ تالیہ آج تک اس لیے نہیں پکڑی گئی کیونکہ وہ لوگوں کو جتاتی نہیں تھی کہ وہ بہترین ہے۔ اسے معلوم تھا کہ وہ بہترین ہے اور اسے اپنی اس بات پہ فخر نہ تھا۔ جانتے ہو تالیہ کیسے پکڑی گئی؟''

''کیسے؟'' وہ غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''اپنے ویک لنک سے۔ ہر زنجیر میں ایک کمزور کڑی ہوتی ہے۔ میری کمزور کڑی تھی عزت حاصل کرنے کی خواہش۔ اور اس خواہش کے پیچھے میں نے اپنی سیاہی کو خود سے علیحدہ کیا اور ایک صاف ستھری زندگی کو چنا۔ وہی زندگی مجھے لائم لائٹ میں لے آئی اور ایک دن پراسیکیوٹر احمد نظام نے مجھے گھیر لیا۔ اگر میں اپنی خواہش کے پیچھے نہ بھاگتی تو میں کبھی پکڑی نہ جاتی۔''

''اور ییشا؟'' وہ اب دھیان سے اسے سن رہا تھا۔ لاؤنج کے کارنر لیمپس کی زرد روشنی میں وہ اس تیز تیز بولتی لڑکی کو سانس

رو کے سن رہا تھا۔

''میشا کے خیال میں وہ تالیہ کی طرح میدان چھوڑ کے بھاگنے والوں میں سے نہیں ہے۔ وہ تمہارے گھر سے بھی فرار ہو سکتی تھی لیکن وہ اس وقت تک نہیں گئی جب تک فاتح نے اسے پکڑ نہ لیا۔ میشا خود پکڑے جانا چاہتی تھی۔ اسی لیے اس نے ان کو بلیک میل کرنے کا پلان بی بنا رکھا تھا۔''

''وہ کیوں پکڑے جانا چاہتی تھی؟''

''کیونکہ میشا نے دو سال تک ایک کون گیم کھیلا تھا۔ دو سال' سکندر۔ اسے اس اداکاری کے لیے تعریف چاہیے تھی۔ وہ فاتح کو ان کے منہ پہ بتانا چاہتی تھی کہ اس نے ان کو دھوکہ دیا۔ میشا کو کون گیم کا پہلا اصول یاد نہیں رہا جس میں سکھایا جاتا ہے کہ بہترین دھوکہ وہ ہوتا ہے جو کبھی نہ کھلے۔ بلکہ برسوں بعد بھی ٹارگٹ اس سب کو یاد کرے تو اسے لگے' یہ اس کا اپنا ہی آئیڈیا تھا۔ میشا چاہتی ہے کہ کسی فلم کی طرح آخر میں وہ اپنے ٹارگٹ کے سامنے انکشاف کرے اور اس کے چہرے کے تاثرات دیکھے۔ جانتے ہو کون لوگ ایسا کرنا چاہتے ہیں؟ ایکٹرز اور جادوگر۔ وہ اسٹیج پہ پرفارمنس دے کر تالیوں کے منتظر ہوتے ہیں۔ میشا کو بھی تالیاں چاہیے ہیں اور اسے پکڑنے کے لیے ہم اسے وہی دیں گے جو اسے چاہیے۔''

''مگر آپ ایک کون وومن کو con کیسے کریں گی؟''

''اسے ایک خواب دکھا کے۔ خوابوں کا فریب جان لیوا ہوتا ہے۔ ایک زمانے میں تالیہ اس شہر کی بہترین کون آرٹسٹ تھی۔ میشا وہی بننا چاہتی ہے۔ اس نے اتنا بڑا کام کیا ہے۔ اس نے پردھان منتری کو کون کیا ہے۔ وہ یہ ملک نہیں چھوڑے گی۔'' وہ مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''اس کا ریٹ بڑھ جائے گا۔ لوگ اسے ہائر کریں گے۔ میشا کی کمزور کڑی اس کی انا ہے۔ اسے اپنی دنیا میں نام کمانا ہے۔''

''مگر لوگ اسے کیسے ہائر کریں گے؟ اس کو تو تلاش کرنا ناممکن ہے۔''

''کیونکہ ہم اس کا اصلی نام نہیں جانتے۔ لیکن چونکہ وہ تالیہ مراد سے بہتر بننا چاہ رہی ہے' اس لیے اس کے پاس اپنے کلائنٹس سے رابطہ کرنے کا کوئی طریقہ ضرور ہو گا۔ جیسے تالیہ کے پاس تھا۔ ڈارک ویب۔ ڈارک ویب وہ ''میدان'' ہے جسے تالیہ نے چھوڑ دیا تھا۔ ہم اسے ڈارک ویب پہ ڈھونڈیں گے۔ جہاں ہیکرز سے لے کر کرائے کے قاتلوں تک نے اپنے اپنے پیج بنا رکھے ہیں۔''

تھوڑی دیر بعد لاؤنج کی روشنیاں تیز ہو گئیں اور کھڑکی کے آگے پردے ڈال دیے گئے۔ اب سامنے والے صوفے پہ داتن بیٹھی تھی اور لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پہ انگلیاں چلا رہی تھی۔ گاہے بگاہے ایک ٹیڑھی نگاہ اس لڑکے پہ بھی ڈالتی تھی جو اس

کے مقابل بیٹھا تھا۔

"ڈارک ویب پہ کسی کانٹریکٹ کرمنل کی لوکیشن تلاش کرنا ناممکن ہے۔ لیکن مختلف فورمز پہ لوگوں نے مختلف کانٹریکٹرز کو ریویوز دے رکھے ہوتے ہیں۔" داتن اسکرین پہ انگلی پھیرتے ہوئے بتا رہی تھی۔ "بیشا نہ ہی ہیکر ہے نہ قاتل۔ وہ گرفتر ہے۔ ان فورمز سے میں نے کے ایل میں کام کرنے والے پچیس گرفترز کی پروفائلز تلاش کی ہیں۔"

"ان میں سے عورتیں کتنی ہیں؟" سکندر تیزی سے بولا۔ تالیہ اس وقت کچن سے نکل رہی تھی۔ ہاتھ میں ٹیک اوے کے ڈبے تھے۔ اس نے ان کو میز پہ رکھا اور چاپ اسٹکس نکال کے سب کے آگے رکھنے لگی۔

"یہاں مرد اور عورت کی تفریق کرنا ناممکن ہے۔ سب خود کو مرد ہی ظاہر کرتے ہیں۔" داتن نے لیپ ٹاپ اسکرین اس کے سامنے کی۔ وہ صوفے پہ بیٹھی اور غور سے ان ناموں کو پڑھنے لگی۔

"آپ صرف اس کے نام سے اسے کیسے ڈھونڈیں گی؟ یہ تو کوئی بھی نقلی نام ہو سکتا ہے۔" سکندر نے چاپ اسٹکس اٹھاتے ہوئے کہا۔ وہ اب وہاں قدرے آرام دہ انداز میں بیٹھا تھا۔

تالیہ نے اسکرین پہ ایک جگہ انگلی رکھی۔ "یہ بیشا ہے۔"

"کساتریا... ہتام؟" داتن نے تعجب سے اس نام کو پڑھا۔ "بلیک نائٹ؟ مگر یہ تو کوئی روسی کانٹریکٹر ہے اور اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ..."

"یہ بیشا ہے۔" وہ پورے یقین سے بولی۔ "وہ سیاہ گھوڑوں کی تصویریں کھینچتی تھی۔ وہ فاتح کا سیاہ گھوڑا نہیں تھا۔ بیشا خود کو بلیک نائٹ سمجھتی ہے۔ وہ شطرنج کا سیاہ گھوڑا ہے جسے اپنی سیاہی پہ فخر ہے۔" اس نے انگلی سے اسکرین پہ دستک دی۔ "یہ بیشا ہی ہے۔"

"کیا اس کی لوکیشن معلوم ہو سکتی ہے؟" سکندر تیزی سے بولا۔

"نہیں۔ وہ خود ہمارے پاس آئے گی۔ ہم اس کے ساتھ ایک کون کھیلنے جا رہے ہیں۔ میری زندگی کا آخری کون گیم۔ اور مجھے یقین ہے وہ اس پھندے سے نہیں نکل سکے گی۔" تالیہ نے پیچھے کو ٹیک لگائی اور چوپ اسٹکس ڈبے کے اندر ڈالیں۔ "اور تم۔ تم مجھے بیشا کے بارے میں ہر وہ بات بتاؤ جو ان دو سالوں میں تم نے دیکھی ہو۔ ہر بات۔"

سکندر نے گردن ہلا دی۔ اس کے کھنچے کھنچے انداز میں البتہ کمی نہیں آئی تھی۔ وہ اب بھی تالیہ کو مشکوک نظروں سے دیکھتا تھا مگر وہاں پرواہ کسے تھی۔ وہ چاپ اسٹکس سے چاؤمن کھاتے ہوئے سکندر کی بات غور سے سن رہی تھی۔

....

اگلے دو روز تک تالیہ مراد کے لاؤنج کا منظر ایسا ہی رہا تھا۔ سکندر البتہ دوبارہ نہیں آیا تھا۔ لیکن وہاں اب ایک وائٹ بورڈ لگا تھا جس پہ مختلف کاغذ چسپاں تھے۔ داتن صوفے میں دھنسی لیپ ٹاپ پہ لگی ہوتی تھی اور تالیہ ...وہ بورڈ کے ساتھ کھڑی مارکر سے مختلف کاغذوں پہ سطور انڈر لائن کرتی تھی۔

"سکندر نے کہا تھا کہ ییشا نے ایک دفعہ اس کی مدد کی تھی۔" تالیہ داتن کی طرف مڑی اور چمکتی آنکھوں سے بتانے لگی۔ مارکر کی سیاہی اس کے پوروں پہ لگی تھی۔ "سکندر کا ایک دوست کلاس میں bully کیا جا رہا تھا۔ ییشا نے اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے اس لڑکے کی آؤٹ آف دی وے جا کے مدد کی۔ اس سے ییشا کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ لیکن دیکھا جائے تو ییشا کے تعلقات ٹین ایج لڑکے لڑکیوں سے بہت اچھے تھے۔ میرا خیال ہے ییشا اپنی ٹین ایج میں abuse یا bullying کی شکار رہی تھی۔ ردعمل کے طور پہ وہ نوجوانوں کے ساتھ یہ ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس لیے ہم ییشا کو بلانے کے لیے ایک ٹین ایج نوجوان کا سہارا لیں گے۔"

"کون؟" داتن نے چونک کے اسے دیکھا۔ "اور ییشا اس کے گھر کیوں آئے گی؟"

"اسے اس گھر آنا ہوگا داتن۔ اسی گھر سے تو یہ سب شروع ہوا تھا۔" وہ مارکر کی کیپ بند کرتے ہوئے بولی۔ اس کے انداز میں سوگواریت تھی۔ اسے ایک پرانے شناسا کو ملنے جانا تھا۔

(میں تالیہ مراد ہوں۔ اور میں اپنی زندگی کا آخری کون گیم کھیلنے جا رہی ہوں۔)

وان فاتح ایک کانفرنس روم کی سربراہی کرسی پہ بیٹھا تھا۔ ٹائی ڈھیلی کیے آستین پیچھے کو موڑے وہ ایک کاغذ اٹھا کے کچھ کہہ رہا تھا۔ طویل میز کے دونوں اطراف قطار میں بیٹھے لوگ کاغذوں کے پلندوں میں غرق کام کرتے دکھائی دے رہے تھے۔

(میرا رنگ سفید نہیں ہے۔ میں اتنی بے داغ اور اجلی رنگت کی نہیں ہوں' میں جانتی ہوں۔ مگر میرا رنگ سیاہ بھی نہیں ہے۔)

اسٹوڈیو کی تیز روشنیوں میں سبز بیک ڈراپ کے سامنے کرسی پہ بیٹھا ایڈم سپاٹ چہرے کے ساتھ کیمرے میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ کس طرح وان فاتح کی ایک غلطی ان کو تباہی کے دہانے پہ لے آئی تھی۔ ڈائریکٹر نے کٹ کہا تو کیمرہ بند ہو گیا۔ ایڈم نے شرٹ پہ لگا مائیک دھیرے سے اتارا اور افسوس سے سر جھٹکتے ہوئے اسے میز پہ رکھا۔ ایک پرانے دوست کی تباہی پہ تبصرہ کرنا بھی عجیب کام تھا۔ زندگی میں پہلی دفعہ اسے اپنا کام اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

(اگر میرا رنگ سیاہ ہوتا تو میں صرف اپنی پرواہ کرتی اور کسی دوسرے ملک جا کے اپنی زندگی بناتی۔ لیکن میرا رنگ سیاہ اور سفید کے درمیان ہے۔ معلوم نہیں کیا ہے۔ لیکن وہ کچھ اور ہے۔)

تالیہ سیاہ ہڈی پہنے ایک گلی میں کھڑی سر اٹھائے اس شناسا گھر کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے لبوں کی مسکراہٹ میں ملال بھی تھا اور رنج بھی۔ زندگی ایک دفعہ پھر اس کو اس گھر کے دروازے پہ لے آئی تھی۔ پورے دائرے میں گھومتے ہوئے وہیں اختتام ہو رہا تھا۔

(مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ میں وان فاتح کو کس لیے بچانا چاہتی ہوں۔ میں انہیں چھوڑ کے جا رہی ہوں۔ میں ان کے ساتھ نہیں رہ رہی۔ لیکن میں نہیں چاہتی کہ میرے پیچھے وہ اپنے خوابوں سے ٹوٹ کے ایک اداس زندگی گزاریں۔)

اپوزیشن کے چار اراکین ایک آفس روم میں بیٹھے پرجوش انداز میں وان فاتح کا مستقبل ڈسکس کر رہے تھے۔ صوفیہ رحمٰن کمرے میں دائیں سے بائیں ٹہلتی مسکراتے ہوئے ڈکٹیشن کروا رہی تھی۔ ایک شخص لیپ ٹاپ پہ تیز تیز ٹائپ کرتے ہوئے مواخذے کے بل کا مسودہ تحریر کر رہا تھا۔ باقی افراد سر جوڑے سرگوشیاں کر رہے تھے۔

(ایسے میں جب ہر شخص ان کے خلاف ہو چکا ہے' تالیہ ان کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔ برسوں پہلے تالیہ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس ملک میں سب ان کا ساتھ چھوڑ جائیں' تب بھی وہ ان کو اپنا لیڈر رکھے گی۔ اور تالیہ مراد کو وعدے نبھانے آتے تھے۔)

....

تنکو کامل محمد کے اسٹڈی روم میں تناؤ کی سی کیفیت تھی۔ بلکہ تناؤ ایک بہت چھوٹا لفظ تھا۔ وہ اپنی کرسی پہ بیٹھے' میز پہ رکھے ہاتھ باہم پھنسائے' تالیہ مراد کو بغور دیکھ رہے تھے جو سامنے والی کرسی پہ بیٹھی تھی۔ اس کے لبوں پہ ایک اداس مسکراہٹ تھی۔

"مجھے وقت دینے کے لیے شکریہ' تنکو کامل۔"

"جب سکندر نے کہا کہ تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو میں حیران ہوا تھا۔ آخری دفعہ ہم تب ملے تھے جب تمہارے پیچھے ایڈم بن محمد جاسوسی کرنے میرے گھر آیا تھا۔" وہ واقعی متعجب تھے۔ تالیہ سوگواریت سے مسکرائی۔

"افسوس کہ آپ سے میں نے ہمیشہ جھوٹ بولے تھے یا بلوائے تھے۔" وہ سیاہ ہیٹ پہنے ہوئے تھی۔ اس کی گردن میں موتیوں کی لڑی تھی اور لباس بیش قیمت تھا۔ یہ ان کے گھر میں ملازمہ کی طرح کام کرنے والی تالیہ نہیں تھی۔

"تالیہ... وہ جھوٹ ماضی میں بہت پیچھے رہ گئے۔ فاتح میرا دوست تھا۔ ان گزرے برسوں میں مجھے ساری کہانی سمجھ آ گئی تھی۔ کچھ اس نے بتا دی تھی۔ میری بیوی کے زیورات کیسے نقلی زیورات میں تبدیل ہوئے' میرے پاس میری مخالف کمپنی کا لیپ ٹاپ کیسے آیا... اور مجھے ان کا پیٹنٹ چوری کر کے بزنس میں کتنا فائدہ ہوا... یہ ساری کڑیاں ملانا مشکل نہ تھا۔"

تالیہ نے اداسی سے اس کمرے کی دیواروں کو دیکھا۔ وہ اب بھی ویسی تھیں۔ وہی بک شیلف... وہی لکڑی کی میز۔ اور تنکو

سے آتی سوپ کی وہی مہک۔

''کیا آپ مجھے معاف کر دیں گے؟'' وہ ان کو دیکھ کے بولی۔ تو وہ دھیرے سے مسکرائے۔ کمرے میں پھیلا تناؤ تھوڑا کم ہوا۔

''تم نے جتنی قیمت کے زیورات چرائے تھے' اس سے کہیں زیادہ مالیت کا پیٹنٹ مجھے میرے مخالف کے لیپ ٹاپ سے لا کر دیا تھا۔ جو منافع مجھے میرے لالچ نے دلوایا' وہی قیمت زیورات سے نکل گئی۔ مجھے تم پہ غصہ نہیں آیا تھا' تالیہ۔ شاید شروع میں آیا ہو۔ لیکن پھر بعد میں وہ ایک رنجیدگی میں بدل گیا۔''

''کب؟'' وہ چونکی۔

''جب میں نے دیکھا کہ لوگ تمہیں عصرہ محمود کی موت کا ذمہ دار قرار دے رہے ہیں۔ تب میں نے سوچا کہ کاش تم وہی سوپ پارلر میں کام کرنے والی تالیہ ہوتیں جو اپنے بے کار باپ کے گھر کی روزی روٹی کی ذمہ دار تھی اور جس کا باپ اس کی شادی زبردستی طے کر رہا تھا۔''

تالیہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔ ''میری کہانی اور میرا باپ اس سے بہت مختلف نہیں تھا۔''

''خیر میں جانتا تھا تم نے عصرہ کا قتل نہیں کیا۔ کیونکہ تم کسی کو اذیت نہیں دے سکتی تھیں۔ لالچ تو ہم دونوں نے کیا تھا۔ اس واقعے کے چند ماہ بعد شیلا کا مس کیرج ہوا۔ اور جب ہم نے اپنا بچہ کھویا تو ہماری زندگی میں تبدیلی آ گئی۔ اس لیے ہاں' میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔'' وہ شانے اچکا کے مسکرائے۔ ''اب بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟''

''میں چاہتی ہوں کہ علی کال ڈارک ویب سے ایک کانٹریکٹ تھیف کو ہائر کرے اپنی ماں کا نیکلیس چرانے کے لیے۔ وہ چوری کے لیے اس کانٹریکٹر کو دو دن کا وقت دے گا۔ ان دو دنوں میں آپ اپنے گھر ایک پارٹی منعقد کریں گے۔ وہ کانٹریکٹر اسی پارٹی کے دوران نیکلیس چرانے کی کوشش کرے گی۔''

''مگر اس طرح میں شیلا کو خطرے میں ڈال دوں گا۔'' وہ فکر مند ہوئے۔

''وہ نقلی نیکلیس پہن کے پارٹی میں جائیں گی۔ اصل نیکلیس ان کے لاکر میں ہوگا۔ اور فکر نہ کریں' بات نیکلیس چرانے تک نہیں آئے گی۔ ہم اس کانٹریکٹ تھیف کو اس سے پہلے ہی پکڑ لیں گے۔ پلیز... یہ فاتح کے لیے ہے' کال صاحب۔ یہ ہم سب کے گناہوں کا کفارہ ہے۔''

وہ مدھم سا مسکرا دیے۔ تالیہ نے اپنا لیپ ٹاپ کھولا اور اب اسکرین سے دیکھ کے ان کو ہدایات دینے لگی۔ وہ غور سے سنتے ہوئے سر ہلا رہے تھے۔

ان کے کچن سے ابھی تک سوپ کی مہک آرہی تھی جس نے ماحول کو معطر بھی کر رکھا تھا اور اداس بھی۔

....

پردھان منتری کی رہائشگاہ کا ڈرائینگ روم سنہرے رنگوں سے سجا تھا۔ وہاں اسٹینڈز پہ کیمرے سیٹ تھے۔ فلیش کی تیز روشنی سامنے رکھی دو سنہری کرسیوں پہ پڑ رہی تھی۔

ایک پہ ایڈم بن محمد بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چھوٹا سا ٹیب تھا جس سے پوائنٹس دیکھ دیکھ کے وہ سنجیدگی سے سوالات پوچھ رہا تھا۔ وہ سیاہ پینٹ پہ سفید شرٹ پہنے' آج کافی عام سے حلیے میں تھا۔ جیسے انٹرویو اتنی جلدی میں سیٹ ہوا ہو کہ اسے ڈھنگ سے تیار ہونے کا وقت نہ ملا ہو۔

دان فاتح اس کی نسبت انٹرویو کے لیے تیار لگتا تھا۔ سرمئی سوٹ میں ملبوس' وہ بالکل مطمئن اور پراعتماد تھا۔ ہلکی سی مسکراہٹ جواب دیتے ہوئے لبوں سے جدا نہیں ہو رہی تھی۔

''پی ایم صاحب... کیوں نا ہم ان ای میلز کی بات کرلیں جو اس وقت آپ کے لیے بہت بڑا مسئلہ بنی ہوئی ہیں۔''

فاتح کی بات ختم ہوتے ہی ایڈم بے چینی سے پہلو بدل کے بولا۔ پروڈیوسر اس کے کان میں بار بار زچ ہو کے کہہ رہا تھا کہ اسے اس وقت کے ہاٹ ٹاپک پہ آنا ہے جبکہ پردھان منتری اپنے ''تعلیمی بل'' سے آگے پیچھے نہیں جا رہے تھے۔ اب کے اس نے دوسری دفعہ سوال کیا تو فاتح نے ہلکے سے کندھے اچکائے۔

''ان ای میلز میں ملکی سلامتی کو خطرے میں ڈالنے والی کوئی بات نہیں تھی۔ البتہ ہم اس معاملے کی تحقیق کر رہے ہیں۔ جو بھی نتیجہ نکلا' میں اس سے آپ سب کو آگاہ کروں گا۔''

''مگر سر... آپ ایک پرائیوٹ سرور استعمال کر رہے تھے جس کے بارے میں مخالفین کہہ رہے ہیں کہ یہ ایک غیر ذمہ دارانہ فعل تھا اور...''

''جیسا کہ میں نے کہا' جو بھی اس معاملے کا قصوروار نکلا' اس کو سزا دی جائے گی۔''

اس کا لہجہ مضبوط تھا۔ ایڈم خاموش ہو گیا۔ پھر سر کو اثبات میں جنبش دی۔

''کیا آپ سوموار کی صبح واقعی تعلیمی بل پیش کرنے جا رہے ہیں۔''

''بالکل۔ اور میں اپنی پارٹی اور اپنے اتحادیوں سے کہنا چاہوں گا کہ اگر وہ میرے بل کے حق میں ووٹ نہیں دیں گے تو میرا نقصان نہیں کریں گے۔ اپنے بچوں کا کریں گے۔ اور پھر یہ لوگ عوام کو کیا منہ دکھائیں گے؟ بلکہ اپنے بچوں کا سامنا کیسے کریں گے؟ کیا ان کے بچے ان سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ ایسا بل جو ان کی کالج ٹیوشن کو ساٹھ فیصد تک کم کرنے جا رہا

تھا'اس کا ساتھ انہوں نے کیوں نہیں دیا؟" وہ سنجیدگی سے کہتا جا رہا تھا۔

ایڈم بن محمد بور سا ہو کے اسے سنے گیا۔

ڈائریکٹر نے کٹ بولا اور پروگرام ختم ہوا تو فاتح کالر پہ لگا مائیک احتیاط سے اتارنے لگا۔ ایڈم نے بغور اسے دیکھتے ہوئے اپنا مائیک اتارا۔

"آپ ای میلو کے سوال سے احتراز کر رہے تھے۔"

فاتح نے مسکرا کے کھڑے ہوتے ہوئے اسے دیکھا۔ "تم میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے؟"

"کم از کم یہ نہ کرتا۔" ایڈم بھی ساتھ ہی اٹھا۔ مائیک اب دونوں سے دور تھا اور کیمرہ کریو پیک اپ میں لگا تھا۔ ملٹری سیکرٹری اور باڈی مین فاصلے پہ کھڑے پریشان سے اینکر سے بات کرتے دیکھ رہے تھے۔

"It's very lonely at the top, Adam."

"میں جس دن فاتح کو جانتا ہوں، وہ کوئی بات بے معنی نہیں کہتے۔" ایڈم نے سوچتے ہوئے سوال کیا۔ "ذمہ داران کو سزا دلوانے سے آپ کی کیا مراد تھی؟"

"تمہاری تو یادداشت کھو نہیں گئی تھی؟" فاتح نے مسکرا کے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔

ایڈم نے آنکھیں گھمائیں اور برا منہ بنایا۔ "آئی وش۔" پھر توقف سے بولا۔ "ایک آخری بات۔"

وہ جو جانے کے لیے تیار تھا' رک کے اس کی بات سننے لگا۔

پیچھے کھڑے ملٹری سیکرٹری اور باڈی مین اب بے چینی سے اس اینکر کو گھور رہے تھے جس نے پی ایم کو روک رکھا تھا۔ ایڈم قدرے قریب ہوا اور آہستہ سے بولا۔

"آپ اس کیس کے سامنے ہار نہ مانیے گا۔ چے تالیہ اس عورت کو ڈھونڈ نکالیں گی اور وہ گواہی دے دے گی۔ آپ اس اسکینڈل سے بہت آرام سے بچ نکلیں گے۔"

"ایڈم۔" وہ مسکرایا۔ "I don't need saving.... مجھے معلوم ہے مجھے کیا کرنا ہے۔"

"تو پھر آپ ان کو روک لیں۔" ایڈم نے آواز دھیمی کی۔ اس کی آنکھوں میں منت تھی۔ "ان کو اس ملک سے جانے نہ دیں۔ وہ یوں خوش نہیں رہیں گی۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ چے تالیہ خوش رہیں۔"

"یہ فیصلہ اس نے خود کرنا ہے۔" اسے فاتح کی مسکراہٹ اداس لگی تھی۔

"وہ آپ کے ساتھ زندگی شروع کرنا چاہتی تھیں لیکن وہ صرف اپنے بابا کے خط کی وجہ سے گلٹ میں چلی گئی ہیں۔ انہیں لگتا

ہے ان کو مراد راجہ کی بد دعا لگ چکی ہے اور انہیں خوش رہنے کا حق نہیں...“

”کیسا خط؟“ فاتح کے ابرو تعجب میں اکٹھے ہوئے۔ ملٹری سیکرٹری کھنکھارتے ہوئے قریب آیا لیکن فاتح نے بنا مڑے ہاتھ اٹھا کے اسے روکا۔ وہ وہیں رک گیا۔

”ان کو ایک خط ملا تھا۔ جونکر اسٹریٹ والے مین ہول سے۔ وہ ان کے بابا کی طرف سے ہے۔ جس میں تلخ باتیں لکھی گئی ہیں۔“

”اور وہ کیسے اس کا یقین کر سکتی ہے؟“

”واقعی۔ انہیں ان باتوں پہ یقین نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ مراد راجہ نے صرف ان کو تکلیف دینے کے لیے لکھی تھیں اور...“

”وہ اس بات پہ کیسے یقین کر سکتی ہے کہ یہ خط اس کے باپ نے ہی لکھا ہے۔“

اس کے لہجے کی سنگینی محسوس کر کے ایڈم ٹھہر گیا۔ پھر ابرو اچکائے۔

”چے تالیہ کو اصل اور نقل ڈاکومنٹ کی پہچان ہے۔ اس زمانے کا کاغذ مہر... پھر ان کے بابا کی لکھائی۔“

فاتح نے گہری سانس لی۔ ”ایڈم... ہر انسان کی ایک کمزور کڑی ہوتی ہے جس سے اس کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔“ وہ مدھم آواز میں کہنے لگا۔ ”میری وہ کمزور کڑی تالیہ تھی ورنہ میں ییشا کو کبھی اپنے گھر میں جگہ نہ دیتا۔ وہ میرا بلائنڈ سپاٹ تھی۔ تالیہ کا بھی ایک بلائنڈ سپاٹ ہے۔ اس کا باپ۔ اس کا ماضی کا گلٹ۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ کوئی دوسرا تالیہ کے گلٹ کے ساتھ کھیل نہیں رہا؟“

ایڈم اپنی جگہ سن رہ گیا۔

فاتح اسے سر کے خم سے شب بخیر کہہ کے آگے بڑھ گیا۔ اس کے سرکاری ملازم ایڈم کو گھورتے ہوئے اس کے پیچھے لپکے۔

ایڈم چند لمحے کھڑا اس کی باتوں کو ذہن میں پراسیس کرتا رہا۔ پھر تیزی سے فون نکالا اور اپنے عملے کو وہیں چھوڑ کے باہر آیا۔

”داتن...“ کچھ دیر بعد وہ پریشانی سے فون پہ کہہ رہا تھا۔ ”وہ خط... وہ مراد راجہ نے نہیں لکھا۔ مجھے لگتا ہے وہ ذوالکفلی کی کوئی چال ہے۔ کیا آپ کسی طرح چے تالیہ کی تحویل سے وہ خط چرا سکتی ہیں؟“

”چور سمجھ رکھا ہے تم نے مجھے؟ اپنی دوست کے ہاں چوری کروں گی میں؟“

وہ آگے سے بگڑ کے بولی۔

ایڈم نے فون کان سے ہٹا کے اسے گھورا اور دوبارہ کان پہ لگایا۔

"یعنی آپ اسے پہلے ہی چرا چکی ہیں۔"

داتن آگے سے ہنس دی۔"ہاں۔اس کا لفافہ میں نے چرا لیا تھا اور میں اپنے ایک دوست کی لیب پہ اسے کل رات دے بھی آئی تھی۔وہ اس پہ کچھ ٹیسٹ کرے گا اور یہ بتائے گا کہ وہ خط قدیم زمانے کے کاغذ کا ہے یا نئے زمانے کا۔"

"کب بتائے گا؟"

"اب تک رپورٹ ریڈی ہوگی۔لیکن میں تالیہ کے ساتھ اس کے آخری کون کا حصہ ہوں۔میں تنکو کامل کے گھر کے باہر کار میں ہوں۔تالیہ اندر ہے۔ہم ہیشا کے ظاہر ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"مجھے لیب کا نام اور پتہ ٹیکسٹ کرو۔میں خود وہاں جاتا ہوں۔" وہ فکرمندی سے بولا۔اسے اس لیب کی رپورٹ ابھد اسی وقت چاہیے تھی۔اگر وہ تالیہ پہ یہ ثابت کر دیتا کہ وہ خط ذوالکفلی نے لکھا ہے نہ کہ مراد راجہ نے تو وہ اس کے گلٹ کو ختم کر سکتا تھا۔وہ تالیہ کو یہ یقین دلا سکتا تھا کہ اسے اس کی ہیپی اینڈنگ ملے گی۔

....

تنکو کامل کے گھر کے لان میں پارٹی کا اہتمام کیا گیا تھا۔رات کا اندھیرا آسمان کو سیاہ کیے ہوئے تھا لیکن لان کے درختوں پہ لگی روشنیوں کی لڑیوں نے اپنے تئیں سیاہی سے لڑنے کی پوری کوشش کی تھی۔ایک طرف باربی کیو بن رہا تھا۔دوسری جانب مہمان ٹولیوں کی صورت ہنستے مسکراتے گفتگو میں مصروف تھے۔

شیلا کامل نیلے گاؤن میں ملبوس مسکرا کے ایک مہمان سے دوسرے کی طرف جا رہی تھیں۔ان کی گردن میں پڑا ہیروں کا نازک سیٹ جگمگا رہا تھا۔گیٹ پہ سیکیورٹی کی بھاری تعداد موجود تھی۔تالیہ نے سیکیورٹی اچھی رکھنے کو کہا تھا۔اگر وہ کمزور ہوئی تو ہیشا کو شک ہو جائے گا۔اسے چیلنج پسند تھا۔چیلنج دیکھ کے وہ بہت خوشی سے بار بار آنے آئے گی۔

وہ آئے گی۔وہ ضرور آئے گی۔تالیہ اس وقت ایک کمرے میں بیٹھی تھی۔کمرے میں اندھیرا تھا اور وہ کھڑکی کے ساتھ لگی بیٹھی باہر کی پررونق پارٹی کو دیکھ رہی تھی۔اس نے سیاہ جمپ سوٹ پہن رکھا تھا۔سر پہ سیاہ ٹوپی تھی۔وہ اس اندھیر کمرے میں خود کو بھی دکھائی نہ دیتی تھی۔آنکھیں باہر لگی تھیں۔

دفعتاً اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور وہ خط نکالا۔اس کا لفافہ وہ کھو چکی تھی۔اسے معلوم تھا کہ اسے داتن نے چرایا ہوگا۔خیر۔

اس نے ایک دفعہ پھر خط پہ لکھی تحریر پڑھی۔وہ اس تحریر کو کئی دفعہ پڑھ چکی تھی۔ہر دفعہ یہ ایک نئی طرح سے اذیت دیتی تھی۔

مراد راجہ درست کہتا تھا۔تالیہ دنیا کے کسی حصے میں بھی چلی جائے' اس کا دل محبت سے خالی رہے گا۔بالکل بنجر۔

اس کی آنکھوں سے ایک آنسو لڑھکا اور خط پہ ٹپکا۔ جہاں "تمہارا باپ" لکھا تھا' وہ ان الفاظ پہ گرا اور انہیں بھگو گیا۔ اس نے انگلیوں سے ان بھیگے لفظوں کو چھوا۔ وہ جیسا بھی تھا اور وہ جیسی بھی تھی۔ ۔ وہ باپ بیٹی تھے۔

اس نے خط تہہ کر کے جیب میں ڈال لیا۔ اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ ادھر ادھر پھرتی شیلا کی گردن میں نیکلیس ابھی تک موجود تھا۔ بیشا ابھی نہیں آئی تھی۔

....

"یہ کاغذ عام کاغذوں سے بالکل مختلف ہے۔ عجیب بات ہے کہ ایسی چیز میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔"

لیب میں نیلی سفید بتیاں جلی تھیں۔ ایک سفید کوٹ میں ملبوس ادھیڑ عمر آدمی ایڈم کو بتا رہا تھا۔ دونوں ایک میز کے اطراف میں کھڑے تھے جس پہ چند مشینیں رکھی تھیں۔ خط کا لفافہ بھی وہیں ایک ٹرے میں رکھا تھا۔

"آج کل کاغذ لکڑی کے pulp سے بنایا جاتا ہے۔ جبکہ یہ کاغذ linen rags سے بنایا گیا ہے۔ جیسے پرانے زمانے کے کاغذات ہوتے تھے۔ اور یہ خالص موم کی مہر ہے۔ اور یہ دھاگا... یہ سنتھیٹک نہیں ہے۔ یہ سب آج کل نہیں ملتا۔ لیکن..."

ایڈم کی امید بڑھی۔ تیزی سے پوچھا۔ "لیکن؟"

"لیکن ایسے مخطوط ہمیشہ اینٹیک ہوتے تھے۔ وہ کئی سو برس پرانے ہوتے ہیں۔ میں یہ نہیں سمجھ پا رہا کہ یہ خط age کیوں نہیں ہوا۔ یہ نیا نکور ہے۔"

ایڈم کا جوش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ "ایسے جیسے کسی نے قدیم زمانے سے اسے کوریئر کیا ہو۔ اور یہ ہمارے پاس پہنچ گیا ہو۔ ایج ہوئے بغیر۔"

"بالکل۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔" وہ پرجوش سے انداز میں بولا۔ ایڈم کے چہرے پہ پھیلتی مایوسی چھپی نہ رہ سکی۔

"یعنی یہ کوئی فورجری نہیں ہے۔ یہ قدیم زمانے کا کاغذ ہے۔ اس کو نئے زمانے میں بنانے کی کوشش نہیں کی گئی۔"

"بنا تو ظاہر ہے اسی زمانے میں ہے۔ قدیم زمانے کا ہوتا تو کئی سو برس پرانا ہوتا۔"

"واٹ ایور۔" وہ تکان سے بولا۔ وہ وقت کے چکر اس شخص کو نہیں سمجھا سکتا تھا۔

"ویسے آپ کو یہ کہاں سے ملا؟"

"یہ اہم نہیں ہے۔ میں چلتا ہوں۔" ایڈم نے گھڑی دیکھی اور ہاتھ بڑھا کے لفافہ اٹھا لیا۔

"نو۔ نو... اس کو ہاتھ نہ لگاؤ۔" اس نے ایسے کرنٹ کھا کے کہا کہ ایڈم نے جھٹکے سے لفافہ چھوڑ دیا۔ وہ نیچے جا گرا۔ ڈاکٹر

جھکا اور دستانے والے ہاتھ میں ٹوئیزر پکڑے احتیاط سے اسے اٹھایا اور سیدھا ہوا۔

''اس میں ایسا کیا ہے؟'' وہ تعجب سے بولا۔ ڈاکٹر نے لفافہ زپ لاک بیگ میں ڈالا اور سنجیدہ چہرہ اوپر اٹھایا۔

''یہ زہریلا ہے۔''

ایڈم بن محمد کو لگا، وہ اگلا سانس نہیں لے سکے گا۔

''زہریلا؟ یہ کاغذ زہریلا ہے؟''

''کاغذ نہیں۔ اس پہ جو الفاظ لکھے ہیں 'چتری تاشہ بنت مراد کے نام' وہ زہریلے ہیں۔ میں نے اس کی روشنائی کو ٹیسٹ کیا ہے۔ روشنائی نہ صرف سنتھیٹک ہے یعنی کسی فیکٹری میں بنی ہے بلکہ زہریلی بھی ہے۔''

''اس کے اندر موجود سارا خط اسی روشنائی سے لکھا گیا تھا۔'' وہ چونک چونک گیا۔ دل زور سے دھڑکا۔ ''یہ کس قسم کا زہر ہے؟''

ڈاکٹر نے جھرجھری سی لی۔

''یہ تو ہم ابھی تک معلوم نہیں کر سکے۔ قوی امکان ہے کہ یہ کسی زہریلے پودے سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ صرف گیلا ہونے پہ اثر کرتا ہے۔ سائینائیڈ سے ملتا جلتا ہے لیکن سائینائیڈ نہیں ہے۔ یہ جلد کے ذریعے جسم میں داخل ہوتا ہے۔ انگلیوں سے اندر جاتا ہے اور آہستہ آہستہ دل بند کر دیتا ہے۔ یہ ایک عجیب طرح کا زہر ہے جس سے پچھلے تین برس میں چار ہلاکتیں ہوئی ہیں۔ میں نے اس کے اجزاء کو پولیس ریکارڈ سے میچ کیا تھا۔ یہ بالکل وہی زہر ہے۔''

''اور یہ چار ہلاکتیں کن کیسز میں ہوئی تھیں؟'' وہ دم بخود تھا۔

''چاروں دفعہ ہیرے یا قیمتی زیورات چرائے گئے تھے۔ یوں لگتا ہے اس زہر کو استعمال کرنے والا کوئی گرفتر یا چور ہے جو اپنے شکار کو ایسی تحریر بھیجتا ہے جو اس کو دھیرے دھیرے مار دے۔''

ایڈم نے بے اختیار میز کا کونا تھاما۔ اس کی رنگت سفید پڑ رہی تھی۔

''آپ نے کہا یہ گیلا ہونے پہ اثر کرتا ہے؟''

''ہاں۔ سوکھے کاغذ کو چھونے سے کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن اگر یہ روشنائی بھیگ جائے اور اسے ہاتھ لگا لو تو ایک سے دو گھنٹے کے اندر موت واقع ہو جاتی ہے۔ تکلیف دہ موت۔'' وہ افسوس سے کہہ رہا تھا۔ ایڈا ۔ کو لیب کی سفید ٹیوب لائٹس اپنے سر پہ گھومتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

''کیا... کیا اس زہر کا کوئی تریاق ہے؟''

''ابھی تک اس زہر کا شکار کوئی مریض بروقت ہسپتال نہیں لایا جا سکا۔ ہر دفعہ وقت گزر چکا ہوتا تھا۔''

وقت... ایڈم نے گھڑی دیکھی... سارے کھیل وقت کے تھے۔

وہ اگلی بات سنے بغیر بے اختیار باہر کو بھاگا... اس کے ماتھے پہ پسینہ آ رہا تھا اور اسے زمین آسمان گھومتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ ساتھ ہی وہ تیزی سے تالیہ کا نمبر ملا رہا تھا لیکن وہ فون نہیں اٹھا رہی تھی۔

ذوالکفلی نے تالیہ مراد سے بدلہ اس خط کے ذریعے لے لیا تھا۔

....

وہ ابھی تک اس اندرونی کمرے میں بیٹھی تھی۔ کمرہ اندھیر تھا اور وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ پارٹی زور و شور سے جاری تھی۔ مدھم موسیقی پس منظر میں بج رہی تھی۔

لان کی گھاس پہ مہمان ٹولیوں کی صورت میں بکھرے تھے۔ ملازم برتن لگاتے ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ ہر طرف قمقموں اور پھولوں سے سجاوٹ کی گئی تھی۔ بغیر چیک کیے کسی مہمان کو اندر آنے نہیں دیا جا رہا تھا۔ وہ ہر نئے مہمان پہ نظر رکھے ہوئے تھی۔ ییشا یقیناً کسی مہمان کے روپ میں آئے گی وہ جانتی تھی۔ تالیہ نے پولیس یا کسی پرائیوٹ سیکیورٹی کا خطرہ مول نہیں لیا تھا۔ ییشا کو شک ہو جاتا اور وہ نہ آتی۔ اس کو معلوم تھا کہ ییشا کے لیے ایک وہی کافی تھی۔

اور تب ہی اس نے وہ آواز سنی۔

کسی جانور کے رونے کی آواز۔

کسی خواب کی سی کیفیت میں تالیہ نے چہرہ موڑا۔

اندھیر کمرے کے دوسرے سرے پہ وہ کھڑا تھا۔

ایک سفید ہرن۔

اس کے ہونٹوں سے خون بہہ رہا تھا۔

اس کی بڑی بڑی سبز آنکھیں تالیہ پہ جمی تھیں۔

وہ ننھے غزال کی آنکھوں میں دیکھتی گویا مبہوت ہو گئی۔ پھر وہ پلٹ گیا۔ وہ بے خودی اٹھی اور اس کی جانب قدم بڑھائے۔

لیکن وہ دھیرے دھیرے اندھیرے میں تحلیل ہو گیا۔

تالیہ نے پلکیں جھپکائیں۔ ادھر ادھر دیکھا۔ وہ اب وہاں نہیں تھا۔

کیا وہ ایسی چیزیں دیکھنے لگی تھی جن کا وجود نہیں تھا؟ یا اس کے خوابوں جیسا معاملہ نہ تھا۔ یہ کچھ اور تھا۔

اس کے سر میں ایک دم سے درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔اس نے کنپٹی کو مسلا اور واپس کھڑکی کی طرف آئی۔متلاشی نظروں سے مسز شیلا کو ڈھونڈا۔وہ ایک طرف کھڑی ہنستے ہوئے کسی مہمان سے بات کر رہی تھی۔اس کی گردن خالی تھی۔

تالیہ نے بے یقینی سے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔سب کچھ معمول کے مطابق تھا۔وہ تیزی سے دروازے کی سمت بھاگی۔لاؤنج دوڑتے ہوئے عبور کیا۔پھر لان میں آئی اور سیدھی مسز شیلا کے سر پہ پہنچی۔

اسے دیکھ کے وہ حیران رہ گئی۔پھر ادھر ادھر دیکھا۔"کیا ہوا؟"

تالیہ نے اس کا بازو تھاما اور اسے مہمانوں سے ذرا فاصلے پہ لے گئی۔

"آپ کا نیکلیس کہاں ہے؟"

شیلا نے فوراً گردن پہ انگلیاں رکھیں۔پھر اسے ٹٹولا۔گردن خالی تھی۔اس کی آنکھیں بے یقینی سے پھیلیں۔

"ابھی...ابھی تو میری گردن میں تھا۔اوہ گاڈ۔"اس نے پریشانی سے ادھر ادھر دیکھا۔

"مسز شیلا..مجھے یاد کر کے بتائیں...ابھی دو منٹ پہلے وہ آپ کی گردن میں تھا۔"وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے تیزی سے بولی۔یقیناً دور نہیں گئی ہوگی۔"ان دو منٹ میں کوئی آپ سے ٹکرایا ہے؟"

شیلا چونکی۔"ہاں۔وہ کوئی ویٹرس تھی۔اس کے پاس گلاسز کی ٹوکری تھی۔اس کے گلاس گرتے گرتے بچے...لیکن مجھے علم ہوئے بغیر کوئی میرا نیکلیس کیسے اتار سکتا ہے؟"

"وہ کس طرف گئی ہے؟"وہ پھولتے سانس سے بولی۔سر میں درد بڑھتا جا رہا تھا۔

"شاید اس طرف۔"شیلا نے پریشانی سے ایک سمت میں اشارہ کیا۔تالیہ نے گردن اٹھا کے دیکھا۔وہاں باربی کیو ہو رہا تھا اور دوسرے بہت سے یونیفارم والے ملازم کھڑے کام کر رہے تھے۔وہ تیزی سے اس طرف لپکی۔

"کیا کسی نے ایک ویٹرس کو دیکھا ہے جس کے پاس گلاسز کی ٹوکری تھی؟"اس نے تیزی سے پوچھا۔دو ویٹرز نے ایک ساتھ کہا۔

"کون سارہ؟وہ کچن کی طرف گئی ہے۔اس نے.."

تالیہ تیزی سے اس طرف بھاگی۔یقیناً اتنے لوگوں کے باعث تیزی سے نہیں بھاگی ہوگی۔وہ آہستہ سے نکلی ہوگی۔اسے معلوم تھا۔

جس لمحے وہ کچن میں پہنچی اس نے ایک جھلک دیکھی۔سفید اور سیاہ ویٹرس یونیفارم پینٹری کی طرف غائب ہوا تھا۔

تالیہ نے رفتار کم کی اور دبے قدموں چلتی پینٹری تک آئی۔پینٹری خالی تھی اور اسی پل عقبی دروازہ بند ہوتا دکھائی دیا۔

شاید اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کے تعاقب میں کوئی آرہا ہے۔

تالیہ تیزی سے دروازے سے باہر نکلی۔ عقبی دیوار پھاند کے سیاہ سفید یونیفارم غائب ہوا تھا۔

تالیہ نے دیوار پہ دونوں ہاتھ رکھے۔ اطراف میں اندھیرا تھا یا اسے محسوس ہو رہا تھا۔ دھند تھی جو چھا رہی تھی۔ اس نے پلکیں جھپکائیں۔ دھند چھٹنے لگی۔ یہ کیا ہو رہا تھا؟

اس نے دیوار پہ رکھے اپنے ہاتھ دیکھے۔ اس کے ناخنوں کا رنگ بدل رہا تھا۔ مگر اس نے سر جھٹکا۔ اور جو گر دیوار پہ رکھا۔ پوری قوت لگا کے اوپر چڑھی۔ پھر دوسری طرف پھاندی۔

اس کے جوتوں کے زمین پہ لگنے کی آواز دھپ سے آئی۔

تالیہ توازن برقرار نہ رکھ سکی اور نیچے کو لڑھکی۔ ہتھیلیوں کے بل خود کو گرنے سے سنبھالنا چاہا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔

وہ گلی تاریک تھی۔ سیدھ میں جاتی اور دائیں جانب مڑ جاتی۔ اطراف میں اونچی دیواریں تھیں اور مخالف سمت میں سڑک۔

وہاں بس ایک اسٹریٹ لائٹ تھی جس کی روشنی ناکافی تھی۔ کچرے کا ایک ڈمپسٹر تالیہ کے قریب رکھا تھا۔ وہ ہتھیلیوں اور گھٹنوں کے بل زمین پہ جھکی تھی۔ سر تک نہیں اٹھایا جا رہا تھا۔ اس کی حد نگاہ میں گلی کا پکا فرش تھا۔ بدقت اس نے نظریں ذرا کی ذرا اٹھائیں۔

گلی کے دوسرے سرے پہ سفید سیاہ اسکرٹ والی لڑکی کے سیاہ جوتے رک گئے تھے۔ پھر اسے وہ جوتے گھومتے دکھائی دیے۔ وہ واپس اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

وہ بدقت زور لگا کے سیدھی ہوئی۔ اب اس کے گھٹنے زمین پہ تھے اور چہرہ سامنے۔ وہ دیکھ سکتی تھی کہ میشا دوسرے کونے سے مڑ کے واپس آرہی تھی۔

آہستہ آہستہ۔

تالیہ نے نڈھال سے انداز میں پیچھے کو ٹیک لگائی۔ اس کی کمر کچرے کے ڈمپسٹر سے جا لگی۔

وہ دوزانو نڈھال سی بیٹھی نیم کھلی آنکھوں سے اس ہیولے کو دیکھے گئی جو اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

میشا اندھیرے میں تھی۔ چند قدم قریب آئی تو چہرہ مدھم سی روشنی میں آیا۔ اسٹریٹ پول کے باعث یہاں تھوڑی بہت روشنی تھی۔

تالیہ نے پلکیں جھپکائیں۔ دھند سی دھند تھی جو ہر جگہ چھا رہی تھی۔ وہ گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہو۔ نہ آواز نکلتی تھی نہ سانس۔

''تالیہ مراد... تم کبھی ہار نہیں مانتیں، ہے نا؟'' ایشا نے افسوس سے سر نفی میں ہلا کے کہا۔

تالیہ نے ہاتھ اٹھانے چاہے لیکن اس کی بند مٹھیاں پہلوؤں میں گری رہیں۔ اس کا جسم مفلوج ہو رہا تھا۔

ایشا پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھی۔ اس نے ماتنگ نکال کے ویٹرسز کی طرح بال جوڑے میں باندھ رکھے تھے۔ وہ افسوس سے تالیہ کو دیکھ رہی تھی۔

''تو یہ سب تم نے اسٹیج کیا تھا۔ مجھے پکڑنے کے لیے۔ چچ۔'' وہ دھیرے سے بولی۔ ''مجھے آج تک کوئی نہیں پکڑ سکا۔ اور تم اس وقت مجھے پکڑنے کی حالت میں نہیں لگ رہیں۔ کیا ہوا ہے تمہیں؟'' وہ غور سے پتلیاں سکوڑے اس کے چہرے کے رنگ دیکھ رہی تھی۔

تالیہ کی نظریں ایشا کے کندھے سے پھسلتی اس کے عقب میں جا رکیں۔ گلی کے دوسرے سرے پہ کوئی تھا۔ اندھیرے میں روشنی کا ایک ہیولہ۔

''یہ ذوالکفلی نے کیا ہے، ہے نا؟'' وہ مدھم آواز میں افسوس سے کہنے لگی۔ ''وہ اپنا مخصوص زہر بنا رہا تھا کچھ دن پہلے اور اسے سیاہی کے ساتھ ملا رہا تھا۔ میرا خیال تھا اپنے کسی ٹارگٹ کے لیے بنا رہا ہے۔ لیکن اپنی ہی اسٹوڈنٹ کے لیے؟ چچ چچ... تم موت کے قریب ہو تالیہ... مجھے افسوس ہے... مجھے واقعی افسوس ہے...''

اس نے دھیرے سے تالیہ کی سرد پڑتی مٹھی پہ ہاتھ رکھا۔

''ایک کون دوست کو دوسری کون دوست کے ساتھ ہونا چاہیے... اس کے آخری وقت میں...'' پھر ایشا نے گردن اٹھا کے افسوس سے اطراف میں دیکھا۔

''ایک تاریک گلی میں کسی کچرے کے ڈبے کے ساتھ موت... آج تم اس طرح مرو گی۔ کل میں اس طرح مروں گی۔ میرے اور تمہارے جیسے لوگوں کا یہی انجام ہوتا ہے، تالیہ۔ ہمیں اندھیرے نگل جاتے ہیں۔''

تالیہ کی نظریں گلی کے سرے پہ جمی تھیں۔ آنکھوں کے آگے دھند تھی۔ اس نے پلکیں جھپکائیں، دھند ہلکی ہوئی۔

بالآخر وہ اسے نظر آنے لگا۔ وہ سفید برن... وہ وہیں کھڑا تھا۔ اپنی بڑی بڑی سبز آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''تمہیں اپنے اندھیرے قبول کر لینے چاہیے تھے۔ مگر نہیں تالیہ... تمہیں روشنی چاہیے تھی۔ تمہیں رنگ چاہیے تھے۔ جبکہ ہمارا صرف ایک رنگ ہوتا ہے۔ اندھیرے کا رنگ۔ دیکھو روشنی نے تمہیں کیا دیا۔ ایک اندھیر گلی میں گمنام موت...''

وہ پنجوں کے بل بیٹھی افسوس سے کہہ رہی تھی۔ مگر تالیہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ غزال کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے ننھے ہرن کی سبز آنکھیں پانی سے بھرتی گئیں۔

ہرن نے پلکیں جھپکائیں۔ آنسو اس کے چہرے پہ لڑھکے۔

تالیہ کو اپنے گال پہ گرتا گرم قطرہ محسوس ہوا تھا۔

''میں نہیں جانتی یہ کس چیز کے آنسو ہیں۔'' ییشا نے انگلی کے پورے پہ اس کے گال کا قطرہ اٹھایا۔

''یہ ڈاولکفلی کا زہر تھا۔ تکلیف دیتا ہے۔ مگر آئی ایم سوری... اس کا تریاق کسی کے پاس نہیں ہے۔''

سفید ہرن ابھی تک اسے دیکھ رہا تھا۔ تالیہ نے دیکھا' ہرن کے ہونٹوں سے دھیرے دھیرے سرخ قطرے ٹپکنے لگے تھے۔

''تمہارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔'' ییشا دھیمی آواز میں ملال سے کہہ رہی تھی۔ ''تمہارے منہ سے خون نکلنا شروع ہو چکا ہے۔ میں تمہارے لیے ایک کام کر سکتی ہوں۔'' کہتے ہوئے ییشا نے اس کی جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس کا موبائل نکالا۔ اس کو آن کیا۔ پھر تالیہ کے چہرے کے سامنے لا کے اسے اَن لاک کیا۔ اب وہ اس پہ کوئی نمبر ملا رہی تھی۔

تالیہ ابھی تک اس گھائل غزال کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے بھیگی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے مڑ رہا تھا۔

اس کا دل بری طرح ڈوبا۔ وہ اسے روکنا چاہتی تھی۔ مگر نہ آواز نکلتی تھی نہ ہاتھ حرکت کرتے تھے۔

ییشا فون پہ کچھ کہہ رہی تھی۔ لیکن تالیہ سن نہیں پا رہی تھی۔ وہ خوف سے اس غزال کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کہاں جا رہا تھا؟ وہ تو اسکا گارڈین اینجل تھا؟ یا کیا وہ موت کا فرشتہ تھا؟ وہ اسے چھوڑ کے کیوں جا رہا تھا؟

بھیگی آنکھوں والا سفید غزال مڑ گیا۔ اس کے منہ سے نکلنے والے خون کے قطرے زمین پہ ننھے سے تالاب صورت جمع تھے۔

وہ مڑا تو تالیہ نے اسے پکارنے کے لیے لب کھولے لیکن اس کا جسم حرکت کرنے سے انکاری تھا۔

ہرن اب دور جا رہا تھا۔

اندھیری دھند میں تحلیل ہو رہا تھا۔ تالیہ نے پلکیں جھپکانی چاہیں لیکن اس کی پلکیں بھاری ہو رہی تھیں۔

سب ختم ہو گیا تھا۔

اس کی ہیپی اینڈنگ اس دھند میں کھو گئی تھی....

....

تاشہ...

وہ شہزادیوں جیسی تھی...

اور اس نے ایک غلام سے شادی کی تھی

اور اسے آزاد کر دیا تھا...

"بے تالیہ... آپ کتابیں نہیں پڑھتیں؟"

"کیا تمہیں وعدہ نبھانے آتے ہیں؟"

"ہونہہ۔ اصلی فوجی ہونا نقلی شہزادی ہونے سے بہتر ہوتا ہے۔"

"تم میرے ساتھ رہو۔ مجھے تمہاری اور تمہیں میری ضرورت ہے۔"

"میں انسان نہیں ہوں کیا؟ میرے اندر ریسل ڈولتے ہیں؟"

میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں وقت کی قید سے نکال لاؤں گا اور وعدے کبھی پرانے نہیں ہوتے۔"

"بڑے ہی کوئی ولن ہیں آپ کے پاپا۔ وہی تو میں سوچ رہا تھا کہ آپ کس پہ گئی ہیں۔"

"میری خواہش ہے کہ تم میرے ساتھ ہوتی اور ہم اس کتاب کو ایک ساتھ پڑھ سکتے۔"

"میں نے آپ کو اتنا عرصہ ماضی میں کیسے برداشت کیا تھا؟"

"جو تمہیں کرنا آتا ہے وہ ہمیشہ تمہاری جان بچاتا رہے گا۔"

"یہ پہلی دفعہ نہیں ہے جو ایک شہزادی نے ایک گستاخ پہ تشدد کروایا ہو۔"

"جنگل ہمیشہ زندہ ہوتا ہے۔ جنگل سے جنگ نہیں کرتے۔"

"اتنے عیش سے رہنے والوں کا قیامت کے دن الگ سے حساب ہوگا۔"

"کبھی مجھ سے ملنے آؤ' حالم۔"

"بے تالیہ آپ بہت ذہین ہیں اور آپ جیسے ذہین لوگوں کو جانتی ہیں کہاں ہونا چاہیے؟ جیل میں۔"

"دل چاہتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔"

"جو تمہیں کرنا آتا ہے وہ ہمیشہ تمہاری جان بچاتا رہے گا۔"

"جو تمہیں کرنا آتا ہے وہ ہمیشہ..."

"جو تمہیں کرنا..."

تالیہ نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔پلکیں ابھی بھی بھاری تھیں لیکن وہ ان کو کھول سکتی تھی۔

نگاہوں کے سامنے سب کچھ سفید تھا۔

سفید چھت۔سفید پردے۔سفید لحاف جسے اوڑھے وہ لیٹی تھی۔

اس کی نظریں اپنے وجود پہ پھسلیں۔اس کے ہاتھ کی پشت سے نالیاں جڑی تھیں۔۔۔اور ان پہ سفید بینڈ ایج لگا تھا۔

اس نے دھیرے سے نظریں اٹھائیں۔دھند غائب ہونے لگی۔اس کا دماغ ابھی تک غنودہ تھا لیکن وہ اپنے ساتھ بیٹھے شخص کو پہچانتی تھی۔

"تالیہ" وہ مسکرایا۔وہ اس کے بیڈ کے ساتھ کرسی پہ بیٹھا تھا۔اس کی طرف جھکے مسکرا کے اسے جاگتے دیکھ رہا تھا۔

"کیا یہ ایک خواب ہے؟" وہ بے یقینی سے بولی۔آواز ایسی تھی جیسے گلا خراب ہو۔

فاتح نے نفی میں سر ہلایا۔

"اونہوں۔تم ہسپتال میں ہو اور تم ٹھیک ہو۔"

"نہیں۔" کچھ غلط تھا۔اس سارے منظر نامے کی سینس نہیں بنتی تھی۔

اس نے پریشانی سے اٹھ کے بیٹھنا چاہا لیکن فاتح نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے اسے روک دیا۔اس میں اٹھنے کی سکت بھی نہیں تھی۔یہ سب غیر حقیقی تھا۔

"تالیہ۔تم ٹھیک ہو۔"

"مگر... ییشا نے کہا تھا اس زہر کا کوئی تریاق نہیں ہے۔" وہ پلکیں بار بار جھپکتی فاتح کو دیکھ رہی تھی۔

"کون سا زہر؟ تمہیں کسی زہر نے نہیں چھوا تھا۔یہ فوڈ پوائزننگ تھی۔تم نے کچھ غلط کھا لیا تھا۔"

تالیہ نے بے یقینی سے پلکیں جھپکائیں۔یہ غلط تھا۔سب غلط تھا۔غیر حقیقی۔خواب۔

"ییشا...وہ پکڑی گئی؟"

فاتح نے اثبات میں سر ہلایا۔"سب ٹھیک ہو چکا ہے۔سارے مسئلے حل ہو چکے ہیں۔"

تالیہ نے تکان سے سر تکیے پہ ڈال دیا۔اس کا ذہن ایک دفعہ پھر غنودگی میں جانے لگا۔

"ییشا نے... ییشا نے اعتراف کر لیا؟ آپ کی کرسی اب خطرے میں نہیں ہیں؟ آپ ابھی تک وزیر اعظم ہیں؟" وہ بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔فاتح نے پھر سے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں پردھان منتری ہوں۔اور سب کچھ ٹھیک ہو چکا ہے۔ہمارے حق میں۔"

"میں کتنی دیر سوتی رہی؟" اس نے آنکھیں کھول کے گھڑی دیکھنی چاہی لیکن سفید کمرے میں گھڑی نہیں تھی۔ اس کمرے میں وقت کا کوئی حساب نہ تھا۔

"آج کون سا دن ہے؟" اس کی پلکیں بھاری ہو رہی تھیں۔ وہ بڑبڑائی۔ "صبح سوموار ہے نا... سوموار کو کچھ ہونا تھا۔"

اس کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا۔ کمرہ خوب روشن تھا۔ اتنا سفید روشن کہ آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ اس سارے منظر نامے میں کچھ غلط تھا۔ ہر چیز کا ٹھیک ہو جانا غلط تھا۔

کیا یہ خواب تھا؟ یا وہ ہی دیکھ رہی تھی جو وہ دیکھنا چاہتی تھی؟

"تم... سو جاؤ۔" فاتح اسے کہہ رہا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر دیں۔

کوئی اسے کہہ رہا تھا.. اس کے اندر... کہ وہ جاگ جائے... اسے جاگنا ہے... کچھ غلط ہے.. لیکن اس کی آنکھیں بوجھل ہونے لگیں۔ ذہن ایک دفعہ پھر تاریکی میں ڈوب گیا۔

....

اب کی بار اس کی آنکھ ایک جھٹکے سے کھلی۔ چند لمحے وہ چت لیٹی سانس لیتی رہی۔ پھر پلکیں جھپکائیں۔ چھت واضح ہوئی۔ یہ وہی چھت تھی جو اس نے پچھلی دفعہ جاگنے پہ دیکھی تھی۔ لیکن تب وہ سفید تھی۔

اب وہ مسٹرڈ رنگ کی تھی۔

اس کی نظریں نیچے پھسلیں۔ وہی کمرہ تھا لیکن دیواروں کا رنگ سرمئی تھا۔ پردے سبز پھولوں والے تھے۔ میزوں پہ پھول رکھے تھے، فائلیں رکھی تھیں۔ اس کے ہاتھ سے جڑی نالیوں میں سفید نہیں بلکہ رنگ دار مائع قطرہ قطرہ ٹپک رہا تھا۔

وہ چونک کے اٹھی۔ اس کی توانائی واپس آ چکی تھی۔ ادھر ادھر ہاتھ مارا۔ ایک گھنٹی بج اٹھی۔ تالیہ نے بٹن سے اپنے بیڈ کو پیچھے سے اونچا کیا۔ پھر اپنے چہرے کو چھوا۔ وہ ٹھیک تھی۔ وہ حرکت کر سکتی تھی۔ اس کا جسم اب مفلوج نہیں تھا۔ پھر بھی دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

دروازہ کھلا اور ایک نرس اندر داخل ہوا۔ ہاتھ میں فائل پکڑے وہ تالیہ کے سامنے آ کھڑا ہوا اور مسکرا کے اسے دوپہر بخیر کہا۔ "آپ جاگ گئیں۔ بالآخر۔"

"بالآخر؟" وہ سکتے میں آ گئی۔ "میں کتنی دیر سے بے ہوش تھی؟"

"اب تو ہم نے دنوں کا حساب رکھنا بھی چھوڑ دیا تھا' چے تالیہ۔"

"یہ... یہ کون سا سال ہے؟" اس کا سانس رک گیا تھا۔

"یہ 2030 ہے۔ آپ پچھلے نو سال سے کوما میں تھیں اور آج آپ جاگی ہیں۔"

وقت ایک لمحے کو تھم گیا۔

تالیہ مراد کا سانس رک گیا۔

اس کی ساری حسیات سن ہو گئیں۔

اسے لگا وہ اگلا سانس نہیں لے سکے گی۔ لیکن پھر اس نے بدقت سانس کھینچی۔

"کتنے پیسے دیے ہیں تمہیں داتن نے یہ مذاق کرنے کے لیے؟"

عقب میں قہقہہ بلند ہوا تو تالیہ کے ابرو بھینچ گئے۔ اس نے برہمی سے نرس کے پیچھے سے نکلتی داتن کو دیکھا۔

"لڑکی۔ تمہارے چہرے کے تاثرات ریکارڈ کرنے والے تھے۔"

وہ گردن پیچھے پھینک کے ہنستی ہوئی آگے آئی۔ نرس بھی چہرہ نیچے کر کے ہنسی روکتے ہوئے مڑ گیا۔

تالیہ اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورے گئی۔

"ناٹ فنی۔ داتن۔ ناٹ فنی۔" اس نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھا جو ایک لمحے کے لیے اتنی بری طرح ڈوبا تھا کہ ابھی تک اس کی دھڑکن نارمل نہیں ہوئی تھی۔

"ریلیکس گرل۔ تم کل رات یہاں لائی گئی تھیں۔ اور ابھی اس بات کو پورا دن بھی نہیں گزرا۔"

"مجھے سمجھ آ گیا تھا۔" تالیہ نے پیچھے کو ٹیک لگائی اور الجھے ہوئے انداز میں پردوں کو دیکھا۔ وہ سفید کیوں نہیں تھے؟

"کیا فاتح میرے ساتھ تھے؟ کس وقت؟"

"ہاں۔ وہ صبح تک یہیں تھے۔"

"تو وہ خواب نہیں تھا۔ لیکن یہ کمرہ سفید تھا۔" وہ بڑبڑائی۔ "یا میں وہی دیکھ رہی تھی جو میں دیکھنا چاہتی تھی۔"

"تم کیا دیکھنا چاہتی تھیں؟"

"میری ہیپی اینڈنگ جس کا رنگ سفید ہو۔ لیکن نہیں۔ سب کچھ اتنا سفید نہیں ہو سکتا جتنا مجھے دکھا تھا۔" پھر اس نے سر جھٹکا اور داتن کو دیکھا۔

"خیر... ہیٹا کا بتاؤ... اس نے اعتراف کر لیا؟ اب تو اپوزیشن فاتح کو امپیچ نہیں کرے گی نا۔"

"ہیٹا؟" داتن نے استفہامیہ انداز میں ابرو اٹھایا۔

"یہ مت کہنا اب کی بار تمہاری یادداشت کھو گئی ہے۔" وہ چڑ گئی۔

"تالیہ... ییشا کہاں ہے تمہیں پتہ ہے؟"

اب کی دفعہ وہ واقعی سانس لینا بھول گئی۔

"داتن... داتن... ییشا میرے ساتھ تھی اس تاریک گلی میں... اس نے کسی کو فون کیا تھا.. فاتح نے مجھے بتایا کہ وہ پکڑی گئی ہے اور سب ٹھیک ہو گیا ہے.."

"کیا فاتح نے تمہیں یہ بتایا یا تم نے وہ سنا جو تم سننا چاہتی تھی؟" داتن نے گہری سانس لی اور اس کے ساتھ بیڈ پہ بیٹھی۔ پھر اس کا نالیوں میں جکڑا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

"تالیہ... جب ایڈم وہاں گیا تو تم اس گلی میں تنہا تھیں۔ وہاں ییشا نہیں تھی۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔"

"نہیں۔" وہ الجھتے ہوئے سیدھی ہوئی۔ کنپٹی پہ ہاتھ رکھا۔ اس کا سر پھر سے درد کرنے لگا تھا۔ "وہ وہیں تھی۔ اس نے مسز شیلا کا نیکلیس تپا دیا تھا۔"

"وہ نیکلیس پولیس کو اس ڈمپسٹر سے مل گیا ہے جس کے ساتھ سے تم ملی تھیں۔"

"مگر... ییشا نے میرے فون سے کس کو کال کی تھی؟" اس نے سائیڈ ٹیبل پہ دھرا اپنا فون اٹھایا اور اسکرین کھولی۔ وہاں تمام کالز کا ریکارڈ موجود تھا۔ جس وقت کی وہ بات کر رہی تھی اس وقت کسی کو کال نہیں کی گئی تھی۔ البتہ ایڈم کی بہت سی مسڈ کالز آئی ہوئی تھیں۔

"تالیہ... ییشا وہاں نہیں تھی۔ ایڈم تمہارے لیے پریشان تھا کیونکہ تم فون نہیں اٹھا رہی تھیں۔ وہ تمہیں لینے آیا تو تم اس گلی میں بے ہوش ملیں۔ وہ تمہیں ہسپتال لے آیا۔ تمہیں سادہ سی فوڈ پوائزننگ ہوئی تھی۔"

"نہیں۔ یہ فوڈ پوائزننگ نہیں تھی۔ کچھ غلط ہے۔ میری حالت... ایسے... ایسے فوڈ پوائزننگ میں نہیں ہوتا۔" وہ بے چینی سے اپنے ہاتھ سے لگی نالیاں الٹ پلٹ کے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے سائیڈ ٹیبل پہ دھری دواؤں کی ٹرے قریب کرنی چاہی تو داتن نے اسے روک دیا۔

"تالیہ... میری بات سنو... ییشا کا خیال دل سے نکال دو۔ وہ غائب ہو چکی ہے۔"

"لیکن اگر ییشا نہیں پکڑی گئی... اور اس نے اعتراف نہیں کیا تو فاتح کا عہدہ کیسے بچ گیا؟"

وہ الجھتے ہوئے کہتے ہوئے دوائیوں ٹٹول کے دیکھ رہی تھی۔

دوسری جانب خاموشی چھائی رہی تو تالیہ نے چونک کے گردن موڑی۔ داتن کی شکل دیکھ کے اس کا دل ڈوبا۔

"آج سوموار ہے۔ آج اپوزیشن نے ان کو امپیچ کرنا تھا۔ اگر ییشا نہیں ملی تو... تو...." اس کی نظریں دیوار پہ لگی ٹی وی

اسکرین کی جانب اٹھیں۔ وہ تاریک تھی۔

"میں فاتح کو نہیں بچا سکی۔" اس کے لب بے یقینی سے پھڑ پھڑائے۔ "داتن ٹی وی آن کرو۔"

"مگر تالیہ تم ابھی ریسٹ کرو... میں..."

"پلیز ٹی وی آن کرو۔" اس نے بے چینی سے داتن کا ہاتھ تھاما۔ آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ "انہوں نے کئی برس اپنے اس خواب کے لیے محنت کی ہے۔ مگر یہ سارے لوگ ان کے خلاف جمع ہو کے ان کو ہرانے جا رہے ہیں۔ اور میں کچھ نہیں کر سکی۔"

داتن چپ چاپ اٹھی اور ٹی وی آن کیا۔ اسکرین روشن ہوئی تو سامنے ہی نیوز دکھائی دے گئیں۔

پارلیمان کا منظر دکھایا جا رہا تھا۔ پردھان منتری اپنے ڈیسک کے پیچھے کھڑا کچھ کہہ رہا تھا اور سب خاموشی سے سن رہے تھے۔ نیچے چلتی پٹیاں یہ بتا رہی تھیں کہ پردھان منتری کا پیش کیا گیا تعلیمی بل منظور ہو گیا تھا۔ اور اب وہ بل قانون بن چکا تھا۔

اس کی تقریر جانے کب سے جاری تھی۔ تالیہ بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھے گئی۔

وہ گرے سوٹ میں ملبوس تھا۔ اس نے بال دائیں جانب کر کے جیل سے جما رکھے تھے۔ وہ ہاتھ میں کاغذ کا ایک ٹکڑا پکڑے سنجیدگی سے کہہ رہا تھا اور اس کی آواز ایوان کی اونچی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کے پلٹ رہی تھی۔

"جہاں مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میرے ممبران اسمبلی نے اس بل کو منظور کیا اور اسے قانون کا حصہ بنایا... وہاں مجھے اس بات کا افسوس بھی ہے کہ بہت سے ممبرز نے اس کے خلاف ووٹ دیا۔" وہ مائیک میں کہہ رہا تھا۔ تالیہ سانس روک کے سنے گئی۔

"کیا یہ ممبرز اپنے بچوں کا سامنا نہیں کرتے؟ کیا یہ اپنے بچوں کو جواب دہ نہیں ہیں؟ ہم انسان سب سے زیادہ محنت اپنے بچوں کے لیے کرتے ہیں۔ کیا ہم ان کی تعلیم کے لیے یہ آپس کے اختلافات بھلا نہیں سکتے تھے؟ کیا اپنے چھوٹوں کے لیے ہم ذرا بڑے نہیں بن سکتے تھے؟"

وہ بول رہا تھا اور سب خاموشی سے سن رہے تھے۔ کچھ لوگ لاپرواہی سے آپس میں سرگوشیاں بھی کر رہے تھے۔ صوفیہ رحمن کاغذات کا ایک پلندہ لیے ساتھ بیٹھے شخص کے ساتھ سر جوڑے کچھ کہہ رہی تھی۔

"یہ فاتح کی تقریر کے بعد امپیچ منٹ کی قرارداد پیش کرے گی۔" وہ اسکرین کو دیکھتے ہوئے بڑبڑائی۔ "یہ تیار ہو کے آئی ہے۔ اس کے پاس اتنے لوگ ہوں گے جو یہ قرارداد کامیاب کر سکیں۔"

"لیکن جن لوگوں نے فاتح کے بل کے حق میں ووٹ دیا ہے' وہی لوگ امپیچ منٹ کے حق میں ووٹ کریں گے کیا؟ ایک ہی وقت میں ایسے لوگ فاتح کے حق اور فاتح کے خلاف کیوں ووٹ کریں گے؟"

"کیونکہ تعلیمی بل اوپن بیلٹ کے طور پہ پیش ہوا تھا۔ اخلاقی مجبوری آڑے آگئی۔" وہ اسکرین کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "اور ان لوگوں کو دنیا دکھانے کو بل کے حق میں ووٹ دینا پڑا۔ امپیچ منٹ کا ووٹ سیکریٹ بیلٹ سے ہوگا۔ جس کی جہاں وفاداری ہوگی وہ وہیں ووٹ دے گا۔"

"مگر..."

"شش۔ چپ کرو۔ مجھے سننے دو۔"

اسکرین پہ نظر آتا فاتح کہہ رہا تھا۔

"اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کچھ لوگوں نے تعلیمی بل کے حق میں ووٹ صرف اس لیے دیا ہے کیونکہ انہیں یقین ہے کہ وان فاتح کی وزارت عظمیٰ محفوظ ہے۔" وہ رکا۔ اب کے ہر شخص چونک کے اسے دھیان سے سننے لگا۔ فاتح نے گہری سانس اندر کھینچی۔

"چند دن پہلے میری ای میل لیکس والا معاملہ سامنے آیا تھا۔"

بہت سی سرگوشیاں بلند ہوئیں۔ یہ پہلی دفعہ تھی جب وان فاتح بنا سوال کے اس بات کا ذکر کر رہا تھا۔

"میں نے اس وقت یہ کہا تھا کہ جو بھی ذمہ دار ہوا اس کو سزا دی جائے گی۔ اس معاملے کی تحقیق کروائی جائے گی اور ہم نے ایسا ہی کیا۔ ہم نے اس کی پوری تحقیق کروائی اور اس میں ثابت یہ ہوا کہ..." وہ رکا۔

یہ تقریر آسان نہیں تھی۔

"ثابت یہ ہوا کہ ان ای میل لیکس کا ذمہ دار صرف اور صرف وان فاتح تھا۔"

تالیہ نے تالیاں جڑا ہاتھ لبوں پہ رکھ لیا۔

"یہ میری غلطی تھی۔ میری لاپرواہی تھی.... میری غیر ذمہ دارانہ حرکت تھی کہ میں ایک پرائیوٹ سرور استعمال کرتا رہا جبکہ مجھے یہ ای میلز حکومتی سرور پہ کرنی چاہیے تھیں۔ اسے میری لاپرواہی کہیں یا ٹیکنالوجی سے نابلد ہونا... لیکن اس سارے معاملے میں اگر کسی کا قصور ہے تو وہ میرا ہے۔"

ہال کو سانپ سونگھ چکا تھا۔ صوفیہ رحمن نے دھیرے سے کاغذوں کا پلندہ میز پہ رکھ دیا۔ سب گردنیں اس کی طرف موڑے اسے بولتے سن رہے تھے۔

''اور جناب اسپیکر...ہم انسانوں کی خامی یہ نہیں ہے کہ ہم غلط کام کر بیٹھتے ہیں بلکہ یہ ہے کہ ہم اپنی غلطیوں کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے۔ غلطی کی ذمہ داری لینا ان لوگوں کا کام ہوتا ہے جو اپنے معاملات میں سچے ہوتے ہیں۔ ہم سب غلطیاں کرتے ہیں۔ میں چاہتا تو کسی بھی technicality کے پیچھے چھپ سکتا تھا۔ کوئی قانونی شق۔ کوئی دھوکہ... کسی اور پہ الزام... کچھ بھی مجھے بچا سکتا تھا...''

فاتح کو بولتے دیکھتی اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

''لیکن اگر میں ایسا کرتا تو یہ میں نہ ہوتا۔ یہ وان فاتح نہ ہوتا۔ وان فاتح ایسا نہیں ہے۔ وان فاتح کو یہ عہدہ عزیز ہے لیکن وہ اس لیے اس عہدے کے لیے لڑتا تھا تاکہ لوگوں کو یہ بتا سکے کہ سچ بولنا کتنا اہم ہے۔ اس نے اتنے عرصے ایمانداری سے کام اس لیے کیا تاکہ دوسروں کو انسپائر کر سکے۔ ہمیں کسی کون گیم، کسی ٹیکنیکلٹی، کسی قانونی شق کے پیچھے چھپ کے خود کو بچانے کی ضرورت نہ پڑے اگر ہمیں سچ بولنا آتا ہو۔ صرف سچ ہمیں آزاد کر سکتا ہے اور صرف سچ ہمیں بچا سکتا ہے۔''

وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔ ہسپتال کے اس کمرے میں اس وقت بالکل خاموشی چھائی تھی۔ فاتح کی آواز کے سوا وہاں کوئی آواز نہ تھی۔ تالیہ کے سانس لینے کی بھی نہیں۔

''میں اپنے آپ کو ایک بہت اچھا پردھان منتری تصور کرتا ہوں۔ میں نے کبھی اپنے ملک کو نقصان نہیں پہنچایا۔ میں نے ہمیشہ اپنے لوگوں کی بہتری کے لیے فیصلے کیے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میرے لوگوں کو اس بات نے دکھ پہنچایا ہے کہ ان کے پردھان منتری کی معمولی غفلت ان کے لیے کا ہزیمت باعث بنی ہے۔ یہ میری غلطی ہے...اور میں اس غلطی کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں...اس لیے میرا اخلاقی فرض ہے کہ میں اس کرسی سے سبکدوش ہو جاؤں۔''

اس کو معلوم تھا وہ کیا کہنے جا رہا ہے۔ وہ اس کے الفاظ اس کے ذہن سے پڑھ سکتی تھی۔ اسے اسی دن کا ڈر تھا لیکن جب یہ دن آیا تو وہ غمزدہ نہیں تھی۔ کم از کم اتنی نہیں جتنا اسے خوف تھا۔

''میں...وان فاتح بن رامزل...ملائیشیاء کے پردھان منتری کی حیثیت سے اخلاقی وجوہات پہ استعفیٰ دیتا ہوں۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے ایک پرنٹ شدہ کاغذ اٹھایا اور اپنی کرسی کے پیچھے سے نکلا۔

ممبران پارلیمان ایک دوسرے کو مڑ مڑ کے دیکھ رہے تھے۔ کسی نے زبان دانتوں تلے دے ڈالی۔ کسی نے ماتھے پہ ہاتھ رکھ کے سر جھکا دیا۔ وہ اب ڈیسک کے عقب سے نکل کے روش پہ چلتا اسپیکر کے ڈیسک کی طرف جا رہا تھا۔

اوپر گیلری میں بیٹھے افراد اپنی اپنی جگہوں سے اٹھ کے اسے دیکھ رہے تھے۔

اپنی نشست سے اسپیکر کی کرسی تک کی واک بہت طویل تھی۔ اس واک کو عبور کرنے کی ہمت کرنا آسان نہ تھا۔

وان فاتح متوازن قدم اٹھاتا اسپیکر کے چبوترے تک آیا۔اس کے چہرے پہ ایک مغموم مسکراہٹ تھی۔

اس نے کاغذ اسپیکر کو دیا تو اسپیکر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

فاتح واپس پلٹ گیا۔

گیلری میں موجود افراد تالیاں بجانے لگے۔کسی ایک نے پہلی تالی پیٹی اور وہ تالیاں جنگل کی آگ کی طرح پوری گیلری میں پھیل گئیں۔فاتح اسی مغموم مسکراہٹ کے ساتھ اپنے ڈیسک تک واپس آ رہا تھا۔اس نے ہاتھ اوپر اٹھا کے تالیاں بجاتے لوگوں کو ہلکا سا ہلایا اور اس روش کی طرف بڑھ گیا جو خارجی دروازے کی سمت جاتی تھی۔

ممبران پارلیمان بے اختیار ڈیسک بجانے لگے۔لیکن ان کے ڈیسک کا شور کم تھا۔گیلری میں بیٹھے عوام کی تالیاں ان پہ حاوی ہو گئیں۔

وہ اپنے اوپر لگے سارے داغ ایک اخلاقی تبراءت سے دھو چکا تھا۔

لوگ کھڑے ہوئے اسی طرح تالیاں بجاتے رہے۔کسی آنکھ میں آنسو تھے۔کسی لب پہ مغموم مسکراہٹ تھی۔کوئی پریشان تھا۔کوئی اندر سے خوش تھا۔لیکن ان سب تاثرات اور جذبات پہ تالیوں کی گونج حاوی ہو گئی۔

یہاں تک کہ وان فاتح پارلیمان کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

صوفیہ رحمن نے آہستہ سے کاغذ تہہ کر کے ایک فائل میں رکھ دیا۔وہ مسکرا کے اپنی ہیروں جڑی انگوٹھی پہ ہاتھ پھیرنے لگی۔اس کے گروہ کے ایک دوسرے کی طرف جھکے سر واپس سیدھے ہو گئے۔

اسکرین کو دیکھتی تالیہ نم آنکھوں سے مسکرائی۔

"یہ لوگ وان فاتح کو کیا نکالیں گے۔وہ خود انہیں اپنی زندگی سے نکال کے جا رہے ہیں۔"

آنسو اس کے گال پہ پھسل رہے تھے۔وہ اتنی غم زدہ نہیں تھی جتنا اس کو خوف تھا۔

سری پردھانہ کی دیواریں اس سہ پہر مغموم سی خاموشی میں ڈوبی تھیں۔پردھان منتری کے آفس کے باہر موجود اسٹاف ڈھیلے ڈھالے انداز میں اپنے کام نمٹا رہے تھے۔بار بار نگاہیں اس پاور آفس کے دروازوں کی طرف بلند ہوتی تھیں جہاں وان فاتح کچھ دیر پہلے اندر گیا تھا۔

وہ سب جانتے تھے کہ وہ اسے اپنے آفس میں آخری دفعہ دیکھ رہے تھے۔عجیب غیر یقینی صورتحال بن چکی تھی۔

آفس کے اندر فاتح اپنی میز کے پیچھے کھڑا تھا۔میز پہ ایک باکس کھلا رکھا تھا جس میں وہ اپنی چیزیں ڈال رہا تھا۔آریانہ کی

تصویر کا فریم۔ جولیانا اور سکندر کے فریم۔ اپنی فلیگ پن۔ ایک ننھا سا پودا۔ اپنا چائے کا مگ۔

سامنے کھڑا شاہدان اداسی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"دا تو سری.... ہم آپ کو بہت مس کریں گے۔"

فاتح نے سر اٹھا کے اسے دیکھا۔ مسکرایا۔ پھر سر نیچے کر کے اپنا کام کرنے لگا۔

"ٹوئیٹر پہ لوگ ابھی سے ٹرینڈز ٹوئیٹ کر رہے ہیں کہ وان فاتح اپنا استعفیٰ واپس لے لیں۔ اور آپ نے..." شاہدان نے ایک نظر میز پہ رکھے دوسرے استعفیٰ کو دیکھا۔ "آپ نے پارٹی کی رکنیت تک سے استعفیٰ دے دیا ہے۔"

"میرے سیاست کرنے کے دن ختم ہو چکے ہیں، شاہدان۔" وہ اپنا لیپ ٹاپ اندر رکھتے ہوئے بولا۔ "میں نے اس کرسی پہ کئی سال حکومت کی اور یہ جان لیا کہ یہ مجھے خوشی نہیں دے سکتی۔"

"لیکن آپ اس کرسی پہ رہ کے بہت کچھ کر سکتے تھے۔"

"اپنے ملک کے لیے کوئی کام کرنے کے لیے اس کرسی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مجھے یہ بات سمجھنے میں ایک عمر بیت گئی ہے۔ میں اس کے بغیر بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں۔"

وہ مڑا اور پیچھے بنے کیبنٹ تک گیا۔ پھر سیاہ کور والی فائلز کا پلندہ اٹھایا۔ شاہدان تیزی سے آگے بڑھا اور جلدی سے باقی فائلز اٹھوائیں۔ پھر دونوں نے ان کو باکس میں ڈالا۔

"آپ اب پردھان منتری نہیں رہے۔ ان فائلز کا کیا کریں گے؟"

"میں اب بھی ایک وکیل ہوں۔ اور مجھے کوئی چیز اتنی خوشی نہیں دے سکتی جتنی ان بے گناہ قیدیوں کی رہائی دے گی۔ یہ کرسی بھی نہیں۔"

"آپ ان کیسز پہ کام کریں گے؟" شاہدان نے خوشگوار حیرت سے دیکھا۔ فاتح نے ڈبہ بند کرتے ہوئے مسکرا کے اثبات میں سر ہلایا۔

"استعفیٰ دینے سے پہلے میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں ایک این جی او بناؤں گا جس کے ذریعے میں ان بے گناہ لوگوں کو انصاف دلواؤں گا۔ میرے پاس پیسہ بھی ہے اور تعلقات بھی۔ مجھے امید ہے کہ میں اس معاملے میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ لیکن اس کے لیے مجھے نیک نیت لوگ چاہیے ہیں جو میرے ساتھ چلیں۔"

وہ ڈھکن بند کر کے رکا اور کچھ سوچتے ہوئے شاہدان کو دیکھا۔

"تم نے یہ فائلز اکٹھی کی تھیں۔ تم سے زیادہ ان لوگوں کا غم کسی کو نہیں ہے۔ تم چاہو تو میرے ساتھ آ سکتے ہو۔ میرے اس

کام کا حصہ بن سکتے ہو۔"

شاہدان چند لمحے کچھ بول نہ سکا۔ پھر ہچکچایا۔ "کیا میں سوچنے کا وقت لے سکتا ہوں؟"

فاتح نے اثبات میں سر ہلایا اور ڈبہ اٹھائے آگے بڑھ گیا۔

جس وقت وہ باہر کھڑی اپنی کار میں بیٹھ رہا تھا' شاہدان تیزی سے بھاگتا اس کے پاس آیا۔ فاتح دروازہ بند کر چکا تھا۔ اسے آتے دیکھ کے کھڑکی کا شیشہ نیچے گرایا۔ پھر مسکرا کے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم نے شاید فیصلہ کر لیا ہے؟"

شاہدان نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔

"داتو سری... میں... بہت خوش ہوں کہ آپ ان کیسز پہ کام کر رہے ہیں۔ اور میں آپ کو بیسٹ آف لک کہوں گا۔ لیکن..."

شاہدان نے گردن موڑ کے اپنے پیچھے کھڑی سری پردھانہ کی پرشکوہ عمارت کو بے چارگی سے دیکھا۔

"لیکن حکومتی عہدہ چھوڑنا آسان نہیں ہوتا۔" فاتح نے گہری سانس لی۔ "میں سمجھ سکتا ہوں' شاہدان۔ تمہاری جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی فیصلہ کرتا۔"

"سوری۔ داتو سری۔" شاہدان نے بے چارگی سے شانے اچکائے۔ "لیکن یہ جاب... اور اگلے وزیر اعظم کے ساتھ کام کرنے کا موقع... اسے چھوڑنا ناممکن ہے۔"

فاتح نے مسکرا کے سر کو جنبش دی اور شیشہ اوپر کر لیا۔ اس کی کار آگے بڑھ گئی۔

سری پردھانہ کے تمام ملازمین اپنی اپنی کھڑکیوں سے پردھان منتری کو رخصت ہوتے دیکھ رہے تھے۔

گیٹ پہ موجود اہلکار سلیوٹ کر رہے تھے۔ کوئی سینے پہ ہاتھ رکھے تعظیم پیش کر رہا تھا۔

وہ قومی میک اور ماڈل کی اپنی کار میں بالآخر چھ برس بعد اس محل سے رخصت ہو چکا تھا۔

....

ہسپتال کا کمرہ مختلف رنگوں کا امتزاج لیے باہر سے آتی روشنی سے منور تھا۔ ٹی وی اسکرین پہ ایک ہی خبر بار بار دکھائی جا رہی تھی۔ اب تو نیوز کاسٹر کی آواز سے اکتا کے تالیہ نے اسکرین میوٹ کر رکھی تھی۔ خود وہ بیڈ پہ اٹھ کے بیٹھی تھی۔ بیڈ کے ساتھ جڑی ٹرے سامنے سیٹ کر رکھی تھی جس پہ کھانے کے برتن سجے تھے۔

وہ ابھی تک ہسپتال کے گاؤن میں ملبوس تھی۔ کھلے بال کانوں کے پیچھے اڑس رکھے تھے اور چہرہ کمزور ویران سا لگتا تھا۔ وہ بے توجہی سے سوپ کے چمچ بھر کے پی رہی تھی۔

دیوار کے ساتھ ایڈم کھڑا تھا۔ سینے پہ بازو لپیٹے' دیوار سے ٹیک لگائے' وہ گردن موڑے اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔

''استعفیٰ دینے کے علاوہ بھی اس مسئلے کا حل نکالا جا سکتا تھا۔'' وہ افسوس سے بولا تو تالیہ نے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا۔

''وہ وان فاتح ہیں۔ان کا ضمیر ایسے مطمئن نہ ہوتا۔''

''مگر انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔وہ محض ایک غلطی تھی۔اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔اس سے زیادہ اچھا حل نکالتا۔''

''چلو کم از کم اب سارے ملک کے اینکرز ہر وقت یہ تو نہیں کہیں گے کہ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو یہ کرتا۔'' وہ تلخی سے مسکرائی۔''انہوں نے خود کو ہر چیز سے آزاد کر لیا ہے۔''

ایڈم نے چہرہ موڑ کے تالیہ کو غور سے دیکھا۔''آپ کو افسوس نہیں ہے کہ انہوں نے خود کو اپنے خواب سے دور کر لیا؟''

''وان فاتح کبھی بھی lounge lizard بن کے نہیں رہ سکتے۔وہ ایک خواب سے دستبردار ہو کے دوسرے کے لیے جدوجہد شروع کر دیں گے۔میں ان کو جانتی ہوں۔'' پھر اس نے پیالہ پرے دھکیلا اور سوچتی نظروں سے ایڈم کو دیکھا۔

''جب تم میرے پاس اس تاریک گلی میں آئے تھے...تو کیا ایشا وہاں نہیں تھی؟''

''ایشا سے obsess ہونا چھوڑ دیجیے۔وہ نہ اس گلی میں تھی نہ ہی شاید اس ملک میں ہو گی۔وہ سب آپ کی hallucination تھی۔جب میں وہاں آیا تو آپ تنہا تھیں اور خود سے بول رہی تھیں۔اور آپ بار بار گلی کے سرے ہو دیکھتی تھیں جیسے وہاں آپ کو کوئی اور نظر آ رہا تھا۔''

تالیہ نے الجھ کے کنپٹی کو چھوا۔''مگر میں کیسے بچ گئی؟ مجھے تو ذوالکفلی نے زہر دیا تھا۔''

''آپ کو کسی نے زہر نہیں دیا تھا۔کچرے کے کین سے کسی گلی سڑی چیز کے فیوم اٹھ رہے تھے شاید۔اسی سے آپ کی طبیعت خراب ہوئی۔یا شاید کوئی غلط چیز کھانے سے فوڈ پوائزننگ۔''

''تو وہ ذوالکفلی کا جادو نہیں تھا؟'' اس نے تکیے سے سر ٹکایا اور آنکھیں موند لیں۔

''نہیں سے تالیہ۔وہ کوئی جادو نہیں تھا۔اور وہ خط...وہ بے شک ذوالکفلی نے لکھا تھا لیکن اس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔''

''کیا ایشا پکڑی گئی؟ کہیں اور سے؟'' وہ بند آنکھوں سے بولی۔

''نہیں۔ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت ہے بھی نہیں۔اس کی تلاش کروانا وان فاتح کو بے عزت کرنے والی بات ہے۔اور اب ویسے بھی وہ پردھان منتری نہیں رہے تو یہ کیس ٹھپ ہو جائے گا۔''

''اور میشا کبھی پکڑی نہیں جائے گی۔'' وہ آنکھیں موندے بڑبڑائی۔ ''اور خدا کرے وہ میرے خوابوں اور تخیل میں آنا بھی چھوڑ دے۔''

''میشا کو بھول جائیں۔ کچھ مجرم کبھی نہیں پکڑے جا سکتے۔ جب اس کا وقت آئے گا وہ حساب دے گی۔ کیا آپ کو ابھی تک سمجھ نہیں آیا کہ وقت کے انتقام بہترین ہوتے ہیں؟''

تالیہ خاموش رہی۔ ایسے لگا جیسے وہ سو گئی تھی۔

''چلیں۔ اب آپ آرام کریں۔ میں چلتا ہوں۔'' ایڈم نے سینے پہ بندھے بازو کھولے اور ایک افسوس بھری نظر اسکرین پہ ڈالی اور سر نفی میں ہلایا۔ ''میں ان کی جگہ ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔''

پھر دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی۔

تالیہ نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ اس کی بصارت کے پردے پہ ایک منظر ابھر رہا تھا۔

دوائیوں کا اثر جیسے جیسے کم ہوتا جا رہا تھا ویسے ویسے وہ منظر صاف ہو رہا تھا۔ دھند چھٹ رہی تھی۔

وہ کوڑے کے ڈمپسٹر کے ساتھ دو زانو بیٹھی تھی۔ اس کا جسم مفلوج ہو رہا تھا۔ آنکھیں دور گلی کے سرے پہ جمی تھیں جہاں ایک سفید ہرن کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

میشا اس کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھی تھی۔ پھر اس نے تالیہ کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا۔ تالیہ کی پلکوں میں جنبش نہ ہوئی۔ میشا نے دھیرے سے اس کی جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس کا فون نکالا۔ اسکرین روشن تھی۔ شاید فون کب سے بج رہا تھا۔ اس نے اسے ان لاک کر کے کان سے لگایا۔ تاریکی اور سناٹے میں وہ فون سے آتی آواز مدھم سی سن سکتی تھی۔

''بے تالیہ... وہ خط... وہ زہریلا ہے۔ اسے آپ کے بابا نے نہیں لکھا...'' ہانپتی کانپتی آواز ایڈم کی تھی۔

''مجھے پتہ ہے ایڈم ڈیئر۔'' میشا سرد لہجے میں کہتے ہوئے اٹھی۔ ''لیکن آپ کو دیر ہو چکی ہے۔ تالیہ پہ زہر اثر کر چکا ہے۔'' وہ بات کرتے ہوئے اٹھی اور چند قدم کے فاصلے پہ جا کھڑی ہوئی۔ اس کی تالیہ کی طرف پشت تھی۔ فون سے آتی آواز رک گئی۔ وہ صرف میشا کی آواز سن سکتی تھی۔

''میں تالیہ کے ساتھ ہوں۔ مسز شیلا کاٹل کے گھر کی پچھلی گلی میں ایک ڈمپسٹر کے ساتھ... ہوں؟ اچھا۔'' وہ رک کے سنتی رہی۔ تالیہ کی نظریں ہرن پہ جمی تھیں۔ وہ اب پلٹ رہا تھا۔

''اذو الکفلی کے زہر کا تریاق کسی کے پاس نہیں ہے۔ سوائے ذو الکفلی کے۔ ظاہر ہے میں اسے لا سکتی ہوں۔ میں چوری کرنا جانتی ہوں۔'' وہ سرد سا ہنسی۔ ''خیر.. اگر آپ کو تریاق چاہیے تو دان فاتح سے کہیں کہ میرا کیس بند کر دیں۔ میری فائل

کلوز کر دی جائے۔۔کوئی مجھے تلاش نہیں کرے گا۔۔ مجھے آزادی سے رہنے دیں۔۔نہ آپ میرے راستے میں آئیں، نہ میں آپ کے۔۔۔آپ تالیہ کو ہسپتال لے کر جائیں۔۔۔آپ کو آپ کا تریاق میں پہنچا دوں گی۔۔۔میں نے کہا نا۔۔۔میں پہنچا دوں گی۔۔۔لیکن میری اور آپ کی ڈیل خفیہ رہے گی۔۔۔"

ہرن اب پلٹ چکا تھا۔سیاہی میں اس کی سفیدی غائب ہو چکی تھی۔تالیہ کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔پلکوں کی ذرا سی جھری سے وہ دیکھ سکتی تھی کہ ہیشا جھک کے اس کی جیب میں فون ڈال رہی تھی۔پلکیں بند ہونے سے پہلے اس نے دیکھا۔۔۔وہ اب گلی کی دوسری سمت میں جا رہی تھی۔۔۔ہاں ابھی سفید ہرن غائب ہوا تھا۔۔۔اسے پیچھے گلی میں ایک ساتھ بہت سے لوگوں کی آواز آئی۔۔۔دروازے کھلے۔۔۔کوئی اسے پکار رہا تھا۔۔۔پولیس کے جوتوں کی آواز۔۔۔ایمبولنس کے سائرن۔۔۔ایڈم کی آواز۔۔۔لیکن اس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔۔

تالیہ نے آنکھیں کھولیں۔وہ اب کمرے میں اکیلی تھی۔

بالآخر خواب اور حقیقت میں فرق کرنا اسے آ گیا تھا۔

....

تالیہ مراد کا اپارٹمنٹ آج دو دن بعد آباد ہوا تھا۔لونگ روم کی بتیاں روشن تھیں۔وسط میز پہ ٹوکری میں اس کا پاسپورٹ اور ٹکٹ کی کاپی رکھی تھی۔ساتھ چائے کا بھرا ہوا مگ پڑا تھا۔وہ سیاہ اور سفید لمبے فراک میں ملبوس تھی۔بالوں کی چھوٹی سی فرنچ چوٹی بنا رکھی تھی۔چہرہ پہلے کی نسبت بہتر لگتا تھا۔

وہ صوفے پہ بیٹھی اداس مسکراہٹ سے اس پاسپورٹ اور ٹکٹ کو دیکھ رہی تھی۔فلائیٹ کل رات کی تھی۔اس نے ایڈم اور داتن کو پرسوں کا وقت بتایا تھا۔وہ ان کو درست وقت نہیں بتانا چاہتی تھی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اس کے پیچھے آئے۔وہ لوگ اگر اس کے پیٹھ پیچھے ہیشا سے ڈیل کر سکتے تھے تو وہ بھی اپنے فیصلے تنہا کر سکتی تھی۔

دروازے پہ گھنٹی ہوئی تو وہ چونکی۔کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی۔اس وقت کون؟

وہ اٹھ کے دروازے تک آئی۔پھر میجک آئی سے باہر جھانکا۔پھر گہری سانس لے کر پیچھے ہوئی اور دروازہ کھولا۔

سامنے فاتح کھڑا تھا۔

سفید شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس۔جیبوں میں ہاتھ ڈالے۔۔وہ مسکرا کے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیسی ہو؟"

"آپ کیسے ہیں داتو سری؟" پھر رکی۔"اب تو آپ کو داتو سری نہیں کہنا پڑے گا نا؟"

''جب میں نے آخری دفعہ چیک کیا تھا تو میں اس ملک کا وزیراعظم نہیں تھا۔'' وہ خود ہی آگے بڑھ آیا۔ اسے پیچھے ہونا پڑا۔

اندر آ کے وہ طائرانہ نگاہوں سے گردن گھما کے اطراف کا جائزہ لینے لگا۔

''اور جب میں نے آخری دفعہ چیک کیا تھا تو تم بہت امیر تھیں۔ پھر اتنا چھوٹا اور عام سا فلیٹ؟''

لونگ روم کے وسط میں کھڑے ہوئے فاتح نے حیرت سے اسے دیکھا۔ سیاہ سفید فراک والی لڑکی مسکرا کے کندھے اچکاتے ہوئے سامنے آئی۔

''حالم کو او نچے گھروں کا اب شوق نہیں رہا۔ ویسے بھی یہ ایک عارضی ٹھکانہ تھا۔'' پھر کچن کاؤنٹر کی سمت چلی گئی۔ ''چائے پئیں گے؟''

''میں نے زندگی میں ایک بات سیکھی ہے کہ جو لوگ چائے کو انکار کرتے ہیں' ان سے دوستی نہیں رکھنی چاہیے۔''

وہ مسکرا کے کہتا ہوا آگے آیا اور بڑے صوفے پہ بیٹھا۔ ٹانگ پہ ٹانگ جمائی اور پوری توجہ سے اسے دیکھنے لگا جو کچن میں کام کر رہی تھی۔

''نیشا کا کچھ پتہ نہیں چلا؟'' فاتح کی طرف پشت کیے وہ کیتلی میں چائے کا پانی رکھتے ہوئے بولی۔

''میں پردھان منتری نہیں ہوں اس لیے مجھے کچھ علم نہیں۔'' وہ بظاہر لاعلمی سے بولا۔ تالیہ مسکرا کے رہ گئی۔ کچھ باتوں کا اَن کہا رہ جانا ہی اچھا ہوتا ہے۔

''کیا تم ابھی تک مجھ سے ناراض ہو؟''

''نہیں فاتح۔ میں آپ سے شاید پہلے بھی ناراض نہیں تھی۔ وہ صرف وقتی غصہ تھا۔ اب تو یاد بھی نہیں کہ کس بات پہ تھا۔'' وہ سر جھٹک کے اب مگ نکال رہی تھی۔ ابلتے پتوں کی مہک سارے میں پھیل گئی تھی۔

''تو پھر جا کیوں رہی ہو؟''

اس کا انداز ایسا تھا کہ تالیہ کے کام کرتے ہاتھ رک گئے۔ حلق میں ایک گولا سا اٹکنے لگا۔ پھر اس نے تھوک نگلا۔ آنسو بھی نگل لیے۔ اور کیتلی اٹھا کے اسے مگ میں انڈیلنے لگی۔

''کیونکہ مجھے اس ملک میں نہیں رہنا اب۔'' سنہری دھار اب مگ میں گر رہی تھی۔ اس سے بھاپ اڑاتی خوشبو اوپر اٹھ رہی تھی۔ سنکھیوں سے اس نے دیکھا وہ ٹوکری میں رکھے اس کے کاغذ دیکھ رہا تھا۔

''یا شاید تم چناؤ نہیں کر پا رہیں؟''

"میں نے چناؤ کر لیا ہے۔" وہ مگ ٹرے میں لیے سامنے آئی اور انہیں میز پہ رکھا۔ پھر فاتح کے مقابل صوفے پہ بیٹھی۔

وہ نارمل لگ رہی تھی۔ نہ پریشان۔ نہ اداس۔

دونوں کے درمیان اب ایک میز حائل تھی۔ اور دو چائے کے مگ۔

"میں جانتی ہوں کہ آپ مجھے روکنے آئے ہیں۔ یہ بھی جانتی ہوں کہ آپ نے اپنی کرسی بچانے کے بجائے مجھے بچانے کا انتخاب کیا۔ لیکن میں نے وہ کاغذ آپ کو اس لیے دیے تھے تاکہ آپ انہیں سائن کر کے ہمارے درمیان سے مجبوری کا رشتہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں۔ آپ اور میں کبھی بھی ساتھ نہیں چل سکتے۔ ہم دو بہت مختلف لوگ ہیں۔ میں آپ کی طرح سفید نہیں ہوں۔ میں سیاہ بھی نہیں ہوں۔ میں اس کے درمیان کچھ ہوں۔ مجھے اپنے آپ کو ڈھونڈنا ہے۔ آپ بھلے اس کاغذ پہ سائن کریں یا نہ کریں' آپ مجھے جانے سے نہ روکیں۔ آپ تالیہ کو تالیہ کی تلاش کے سفر میں جانے دیں۔"

"کیا تم نے ابھی تک خود کو تلاش نہیں کیا؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے نرمی سے بولا۔ چائے کے مگ ہنوز ان چھوئے رکھے تھے۔

تالیہ کا ذہن بھٹکا۔ اسے سبز آنکھوں والا سفید ہرن یاد آیا۔

"نہیں۔ میں ابھی تک خود کو جان نہیں پائی ہوں۔ میں ایک پیچیدہ انسان ہوں' فاتح۔ بہت پیچیدہ۔ مجھے ایک لمبے عرصے کے لیے اس سب سے دور جا کے خود کو سمجھنا ہے۔"

"اور تم کہاں جاؤ گی؟"

"مختلف ملکوں میں۔ مختلف تہذیبوں کے درمیان... ماضی کی یادوں۔ اور حال کے لوگوں کے درمیان مجھے وقت گزارنا ہے۔ مجھے یہ دنیا بہت مشکل سے واپس ملی ہے۔ ہماری یہ دنیا جادوئی دنیا ہے فاتح۔ میں اس دنیا کو ایکسپلور کرنا چاہتی ہوں۔ میں ایک بیگ پیک کے ساتھ' کچھ بھی جمع کرنے کی تمنا کیے بغیر... پہاڑوں پہ چڑھنا چاہتی ہوں۔ سمندروں کا سفر کرنا چاہتی ہوں۔" وہ کہہ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں ایک الوہی سی چمک تھی۔

"اور کیا ہے جو تم نہیں کرنا چاہتی؟"

"یہ کون گیمز... یہ ناٹک.. یہ حالم والے کام... میں ان سب سے دور جانا چاہتی ہوں۔ میں اسپین کے کسی کیفے میں سوپ بنانا چاہتی ہوں۔ میں پراگ کے کسی قلعے کے سامنے پینٹنگ بنانا چاہتی ہوں۔ میں آپ کے کسی سفر میں آپ کے ساتھ نہیں چل سکتی کیونکہ مجھے ابھی چند سال اپنی تلاش کے سفر پہ نکلنا ہے۔"

"تالیہ..." وہ دھیمی آواز میں گویا ہوا۔ "ایسا نہیں تھا کہ مجھے تمہاری بات کا یقین نہیں تھا۔ یعنی وہ جو تم نے بیتا کے متعلق

کہا۔ تم کھل کے کہتیں تو میں مان جاتا۔ مگر اس وقت ماحول کچھ ایسا ہو گیا تھا کہ ہمارے درمیان تلخی در آئی۔ ورنہ تمہارے جاتے ہی..."

"میرے جاتے ہی آپ نے اپنی سیکیورٹی ٹیم کو بیشا کو چیک کرنے کا کہا ہو گا۔ مجھے بعد میں اندازہ ہو گیا تھا" وہ اداسی سے مسکرائی۔ "میں نے کہا نا... اب تو مجھے یاد بھی نہیں کہ ہم کیوں لڑے تھے۔"

"اگر میں کہوں کہ مجھے تمہاری اور تمہیں میری ضرورت ہے۔ اور یہ کہ تم میرے پاس رہو تو کیا تم رک جاؤ گی؟"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کے کہہ رہا تھا۔ اس کا دل کمزور پڑنے لگا۔ لیکن نہیں۔ آج اسے مضبوط رہنا تھا۔

"آپ یہ نہ کہیں۔ میں رکنا نہیں چاہتی۔"

فاتح نے شکست خوردہ انداز میں گہری سانس لی۔

"کیا تم کبھی واپس آؤ گی؟"

"میں نہیں جانتی فاتح۔ لیکن میں آپ کو پوسٹ کارڈز بھیجا کروں گی۔" اس کی آنکھیں ڈبڈبائیں۔

"اور تم اس پوسٹ کارڈ پہ واپسی کا پتہ تحریر نہیں کیا کرو گی۔ میں سمجھ گیا۔" اس نے جھک کے مگ اٹھایا اور واپس پیچھے ہوتے ہوئے گھونٹ بھرا۔ چائے قدرے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

"آپ وہ کاغذ سائن کریں یا نہ کریں... اب مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ تالیہ کی زندگی میں اب کسی اور کی گنجائش نہیں ہے۔" اس نے نم آنکھوں سے شانے اچکائے اور اپنا کپ اٹھایا۔ اس کی چائے گرم تھی۔ یا شاید ہاتھ ٹھنڈے تھے۔

"تمہیں مجھ سے ہمیشہ یہ گلہ ہوتا تھا کہ میں تمہیں بچانے نہیں آتا۔"

وہ جواب میں کچھ کہنے لگی لیکن فاتح نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔

"اور مجھے خود سے یہ گلہ ہے کہ فاتح نے پچھلے چھ سال سے... بلکہ چھ صدیوں سے... تالیہ مراد کو بچانے کے سوا کچھ نہیں کیا۔"

تالیہ نے پلکیں جھکا دیں۔ "آئی ایم سوری۔ مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔ لیکن پھر بھی میں آپ کا چناؤ نہیں کر سکی۔ ہم دو بہت مختلف لوگ ہیں۔ ہم کبھی بھی ساتھ خوش نہیں رہ سکیں گے۔"

"کیا تم کوشش بھی نہیں کرنا چاہو گی؟"

تالیہ نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

"کیا تم ابھی تک نہیں سمجھ سکیں کہ تم میری زندگی کی سب سے اہم انسان ہو تالیہ؟"

وہ کہہ رہا تھا اور اس کے اندر کچھ موم کی طرح پگھلنے لگا تھا۔

(نہیں۔اسے پگھلنا نہیں تھا۔ورنہ وہ کبھی خود کو اس ملک سے آزاد نہیں کر سکے گی۔اسے یہاں سے دور جانا تھا۔بہت دور۔)

"تم سوچتی ہو کہ میری زندگی میں تمہاری جگہ ہے یا نہیں۔کیا تمہیں ابھی تک علم نہیں ہو سکا کہ میری زندگی ایک لمبے عرصے سے صرف تمہارے گرد گھوم رہی ہے۔جب سے تم میری زندگی میں آئی ہو ہر چیز تمہارے متعلق ہوتی تھی۔ہر قدم ہر کام۔چاہے فاتح کو یاد تھا یا وہ بھول گیا تھا' فاتح رامزل کی زندگی تالیہ مراد کے گرد گھومنے لگی تھی۔کیا تالیہ مراد کو بھول گیا ہے کہ فاتح اس کے پیچھے اس دوسری دنیا تک گیا تھا؟"

"مگر پھر ہمارے درمیان چھ سال آگئے۔" وہ زخمی سا مسکرائی۔

"اور تالیہ کو بھول گیا کہ فاتح نے چھ سال پہلے استعفیٰ دے دیا تھا۔لیکن پھر میں نے وہ استعفیٰ لیا تھا۔میں نے خود کو سنبھالا اور دوبارہ الیکشن لڑے تھے۔میں اپنے خوابوں کی طرف اس لیے چل پڑا کیونکہ تم یہ چاہتی تھیں۔کیونکہ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں کسی ٹراما کا شکار ہو کے اس سب کو نہیں کھوؤں گا جس کے لیے میں نے برسوں محنت کی ہے۔مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم کہاں ہو۔مگر ان چھ سالوں میں میں نے تمہارا بہت انتظار کیا تھا۔مجھے یقین تھا کسی ایک دن دروازہ کھلے گا اور سامنے تم ہو گی۔یا فون بجے گا اور میں اسے اٹھاؤں گا اور آگے سے تم بولو گی۔میں نے کبھی یہ تصور نہیں کیا کہ تالیہ واپس نہیں آئے گی۔ان چھ سالوں میں مجھے تمہاری ایک ایک بات یاد آتی رہی۔تالیہ مراد کی یاد تالیہ سے بڑی ہوتی گئی۔تمہاری کہی باتیں ازبر ہو گئیں مجھے۔تمہیں پڑھنے کا فن آ گیا مجھے۔"

"اب میں جا رہی ہوں۔اب ان باتوں کا فائدہ؟"

"ہاں۔تم جا رہی ہو۔اب کیا فائدہ۔" اس نے گہری سانس لی۔اس کے چہرے پہ ملال تھا۔صرف ملال۔

"میں یہ نہیں کہوں گا کہ تالیہ مجھے تم سے ایسی محبت ہے جو کسی نے کسی سے نہیں کی ہو گی۔لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ ہم نے دو دنیاؤں کا سفر ایک ساتھ کیا ہے۔اگر تمہیں لگتا ہے کہ ہم دونوں مختلف انسان ہیں' یا ہماری زندگیوں میں ایک دوسرے کے لیے جگہ نہیں ہے تو تم نہ مجھے جانتی ہو نہ خود کو۔"

تالیہ کی آنکھ سے ایک آنسو گرا اور گال پہ لڑھکا۔لیکن اس نے تہیہ کر رکھا تھا کہ وہ نہیں پگھلے گی۔فاتح جو بھی کہے' وہ خود کو مضبوط رکھے گی۔

"میں نے خود کو چنا ہے۔میں اپنے لیے سفر کرنا چاہتی ہوں۔میں شاید کئی سال تک واپس نہ آؤں۔آپ مان لیں کہ آپ

میرا انتظار نہیں کر سکیں گے...“

وہ مسکرایا پھر کھڑا ہو گیا۔”تمہارے خیال میں چھے سال میں نے اور کیا کیا ہے؟“

وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔فاتح کو امید تھی کہ وہ اسے روک لے گی۔وہ کہے گی کہ اتنا سب کچھ ہونے کے بعد اب تالیہ فاتح کو چھوڑ کے نہیں جا سکتی۔وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا دروازے تک آیا۔ڈور ناب پہ ہاتھ رکھا۔لیکن تالیہ نے اسے نہیں پکارا۔وہ اپنی جگہ بیٹھی لب دانتوں سے کاٹتی رہی۔

وہ اپنا چناؤ کر چکی تھی۔

وان فاتح دروازے سے باہر نکل گیا۔اس کا دل بوجھل تھا۔

....

کافی شاپ کے کاؤنٹر کے ساتھ اونچے اسٹولز پہ اس صبح مختلف لوگ بیٹھے اپنی اپنی کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔آج صبح سے بارش ہو رہی تھی ایسے میں شاپ کے اندر پھیلی روسٹ ہوئے کافی بینز کی مہک نے ماحول بہت بنا رکھا تھا۔

باریستا ایک کے بعد ایک کافی کپ کاؤنٹر پہ رکھتی آوازیں لگا رہی تھی۔ہر کپ پہ کافی لینے والے کا نام لکھا تھا۔

”انچے ساحر۔“(مسٹر ساحر۔)مصروف سے انداز میں اس نے آواز لگائی تو کاؤنٹر کی طرف پشت کیے کھڑا شخص اس جانب گھوما۔اس نے سیاہ کوٹ کے اوپر سیاہ ہیٹ پہن رکھا تھا۔مسکرا کے اس نے ٹشو سے کپ تھاما اور اسے لیے شاپ کے کونے میں بنی ایک میز تک آیا۔اپنی کافی رکھ کے کاؤچ پہ بیٹھتے ہوئے اس نے عام سے انداز میں کہا۔

”میں کافی دیر سے تمہیں اپنا پیچھا کرتے دیکھ رہا ہوں چڑی تالیہ۔تم سامنے آ سکتی ہو۔“

ذوالکفلی نے مسکرا کے چہرہ اوپر کیا۔اس کی چمکتی آنکھیں متلاشی انداز میں ارد گرد گھومیں۔اور پھر وہ اسے نظر آ گئی۔ایک ستون کے پیچھے سے نکلتی تالیہ۔

اس نے گلابی پھولدار فراک کے اوپر سرمئی ہیٹ پہن رکھا تھا۔اس کے ہیٹ میں لگا پھول اور ساتھ جڑی موتیوں کی لڑی بھی سرمئی تھی۔بال جوڑے میں بند ھے تھے اور آنکھوں میں غصہ تھا۔تنفر تھا۔

”میں تم سے آج ایک آخری بات کرنے آئی ہوں۔“وہ جارحانہ انداز میں سامنے والے کاؤچ پہ بیٹھی اور میز پہ اپنے دونوں ہاتھ رکھے۔

”میں سن رہا ہوں۔مگر اتنے غصے میں کیوں ہو؟“ذوالکفلی نے مسکرا کے چینی کا پیکٹ اٹھایا اور کافی میں چھڑکا۔پھر اسٹک سے اسے ہلایا۔پھر ڈھکن بند کر کے نظریں اٹھائیں تو وہ اسی طرح اسے گھور رہی تھی۔

''ویسے تم ابھی تک گئیں نہیں؟ تمہاری آج فلائیٹ ہے نا؟'' اس نے ایک گھونٹ بھرتے ہوئے محظوظ انداز میں تالیہ کو دیکھا۔

''تم نے مجھے زہر کیوں دیا؟''

''کیا تم نے مجھے دھوکہ نہیں دیا تھا؟ دونوں میں کوئی فرق ہے کیا؟''

''پہلے تم نے میرے باپ کو اپنے جادو میں دھکیلا۔ پھر مجھے۔ تمہارے پاس سارے سوالاے کے جواب تھے لیکن تم ذوالکفلی۔ تم ہم سب کو اپنی انگلیوں پہ کٹھ پتلیوں کی طرح نچاتے دیکھتے رہے۔'' وہ چبا چبا کے کہہ رہی تھی۔ اس کے انداز میں غصے کے ساتھ بے بسی بھی تھی۔ ''تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے پاس بہت طاقت ہے۔ تم ہمیں ناکام ہوتے دیکھتے رہو گے۔ تم نے سب کچھ کیا۔ میں نے سب کچھ سہا۔''

''اوہ تو یہاں وکٹم 'تم' ہو؟'' اس نے ابرو اٹھائی۔

''ذوالکفلی... سنو میری بات...'' وہ آگے ہوئی اور مٹھی میز پہ زور سے رکھی۔ ''تمہاری اور میری لڑائی آپس میں تھی۔ تم فاتح کو درمیان میں کیوں لائے؟''

''کیا تم اب تک یہ نہیں سمجھ سکی ہو کہ تم اور فاتح الگ نہیں ہو؟ چچ چچ۔'' اس نے افسوس سے کہتے ہوئے گھونٹ بھرا۔ اس کی چمکتی آنکھیں محظوظ لگ رہی تھیں۔

تالیہ لب بھینچے ضبط سے اسے دیکھتی رہی۔ ''تم نے فاتح سے ان کی کرسی چھینی صرف مجھے ہرٹ کرنے کے لیے۔''

''اور میں کامیاب ہو گیا۔''

''اور تم نے وہ خط لکھا مجھے گلٹ میں مبتلا کرنے کے لیے۔ جانتے ہو میرے دل پہ کیا گزری تھی۔''

''اور میں دوبارہ سے کامیاب ہو گیا۔''

''اور تم نے مجھے زہر دینا چاہا۔ لیکن ایشا نے فاتح کے ساتھ ڈیل کر لی۔ تمہاری ایک اور اسٹوڈنٹ نے تمہیں دھوکہ دے دیا۔''

''میں پھر بھی ناکام نہیں ہوا۔ تمہیں تمہارا سبق مل چکا ہے۔ اور اس کو اس کا سبق میں دے دوں گا۔'' وہ گھونٹ بھرتے ہوئے جتانے والے انداز میں بولا۔ ''تم اب یہاں کیا لینے آئی ہو؟''

''تمہیں یہ بتانے کہ میں اس جنگ کو ختم کر رہی ہوں۔''

''ہوں۔ انٹرسٹنگ۔ لیکن کیوں؟ کیا تم میرا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں رکھتیں یا تمہارا خیال ہے تم اس ملک سے چلی جاؤ

گی تو میں تمہارے پیچھے نہیں آسکوں گا؟ میں دنیا کے ہر ملک، ہر جزیرے تک تمہارا پیچھا کروں گا۔"

"دیکھو ذوالکفلی..." اس نے بے بسی بھری سانس لی اور ذرا دھیمے انداز میں کہنے لگی۔ "تم میرے پیچھے نہیں آسکتے۔ لیکن میرے کچھ اپنے ابھی یہاں موجود ہیں۔ اور مجھے ہرٹ کرنے کے لیے تم ان کو نقصان پہنچاؤ گے۔ مجھے معلوم ہے۔ میں تمہیں یہ کہنے آئی ہوں کہ تم ایسا مت کرو۔ میری تمہاری جو بھی لڑائی ہے اسے یہیں ختم کر دو۔"

"کیا تم مجھ سے معافی مانگ لو گی؟ اپنے استاد کو دھوکہ دینے کی معافی۔"

"معافی؟" وہ طنزیہ مسکرائی اور پیچھے ہوئی۔ سر پہ رکھا ہیٹ ترچھا کیا۔ "میں تمہیں ایک نصیحت کرنے آئی ہوں۔"

"میں سن رہا ہوں۔" اس نے کپ رکھا اور بظاہر پوری توجہ سے اسے سننے لگا۔

"جانتے ہو انسان کو سب سے زیادہ اس کا کون سا عضو مشکل میں ڈالتا ہے؟ اس کی زبان۔ زبان سارے جھوٹ گھڑتی ہے۔ زبان ساری تکلیف دہ باتیں کہتی ہے۔ زبان انسان کو بناتی ہے۔ زبان اسے تباہ کرتی ہے۔ مگر یہ بغیر ہڈی کے نرم سا ٹکڑا ایک اور کام بھی کرتا ہے۔"

"کیا؟"

"جادو۔" وہ مسکرائی۔ اس کی آنکھیں چمکیں۔

"ابھی دنیا میں وہ جادو نہیں بنا جو آنکھوں یا ہاتھ کے اشارے سے ہو سکے۔ سارے جادو زبان سے ہوتے ہیں۔ سارے منتر اس زبان کو ہلا کے پڑھنے ہوتے ہیں۔" وہ آگے کو جھکی اور اس کی چمکتی آنکھوں میں دیکھا۔

"اور میں تم سے تمہاری زبان چھیننے آئی ہوں۔"

"اچھا۔ وہ کیسے؟" وہ مسکرا کے بولا۔

"باریستا کو ایک ہزار رنگٹ دے کر۔"

ذوالکفلی کی رنگت بدلی۔ اس نے چونک کے اپنے کپ کو دیکھا۔ پھر اس کے ابرو اکٹھے ہوئے۔

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔ تم نے ایک دفعہ پہلے بھی مجھے زہر دینے کا ناٹک..." س کے الفاظ اٹکنے لگے۔ اس نے بے اختیار گردن پہ ہاتھ رکھا۔ آنکھیں بے یقینی سے پھیلیں۔

"کیا ہوا؟ دم گھٹتا محسوس ہو رہا ہے، ہے نا؟" وہ ہمدردی سے دھیرے سے بولی۔ "بلکہ... زبان مفلوج ہوتی جا رہی ہے نا؟ چچ چچ۔ اب تم کیسے بولو گے؟ اور بولو گے نہیں تو.... جادو کیسے کرو گے؟ اور جادوئی زہر کیسے بناؤ گے؟"

وہ کھانسا۔ اس کی آواز گھٹی گھٹی سی نکلی۔ اس نے ہاتھ سے تالیہ کی طرف اشارہ کیا اور زبان ہلانی چاہی۔ وہ مسکرا کے اسے

دیکھے گئی۔زبان کے بغیر سارے جادو ادھورے تھے۔

"صرف تم نہیں ہو جسے قدیم زمانے کی دوائیاں بنانی آتی ہیں۔اور یہ دوا تو بہت آسان تھی۔صرف تمہاری زبان سے چمٹ گئی اور اسے مفلوج کر دیا۔چچ چچ۔اب اگر تم جادو نہیں کر سکو گے تو ساحر کیسے کہلاؤ گے؟ پمپورو کیسے رہو گے؟"

اس کا چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔اس نے تیزی سے پانی کا گلاس غٹا غٹ پی لیا۔پھر بولنے کی کوشش کی۔لیکن زبان ہلنے سے انکاری تھی۔وہ بے بسی سے مٹھیاں میز پہ مارنے لگا۔

"اور اس دوا کا کوئی تریاق بھی نہیں ہے۔زبان کے زہر کا تریاق ویسے بھی کوئی نہیں ہوتا' ساحر۔" وہ تلخی سے مسکرائی اور اٹھی۔

"تم نے ٹھیک کہا تھا۔میں سفید گھوڑے والی شہزادی نہیں ہوں۔اگر ہوتی تو تم سے صلح کر لیتی۔میں سیاہ گھوڑے والی شہزادی بھی نہیں ہوں۔ورنہ تمہیں جان سے مار دیتی۔میرا رنگ کچھ اور ہے۔ان دونوں کے درمیان کا۔" اس نے سرمئی ہیٹ سر پہ تختی سے جمایا اور میز کے پیچھے سے نکلی۔وہ اب سر جھکا کے کھانس رہا تھا۔

"اب تم کبھی جادو نہیں کر سکو گے نہ لوگوں کی زندگی سے کھیل سکو گے۔اور جب تم جادو نہیں کر سکو گے تو تمہارے ساتھ وقت کے سارے دروازے بند ہو جائیں گے۔پمپورو ختم ہو جائیں گے۔اب وقت کے چکر میں کسی کی زندگی برباد نہیں ہو گی۔تم اپنے جادو کے بغیر بالکل بے کار ہو ذوالکفلی۔اپنی زندگی کے بقیہ ایام تم چھوٹی موٹی چوریاں کر کے گزار سکتے ہو۔گڈ لک۔"

اس نے سرمئی ہیٹ ترچھا کیا یہاں تک کہ اس کا آدھا چہرہ چھپ گیا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

ذوالکفلی اس کو نہیں سن رہا تھا۔وہ مسلسل کھانستا ہوا کچھ بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔لوگ پریشانی سے اس کے گرد اکٹھے ہو رہے تھے۔

اس کا سیاہ ہیٹ فرش پہ جا گرا تھا۔اکٹھے ہوتے مجمعے کے پیر اس ہیٹ کو کچل رہے تھے۔کپڑے کے چیتھڑے الگ ہو رہے تھے۔

....

(میں ایڈم بن محمد ہوں۔مراد راجہ کہتے تھے کہ میں بے تالیہ کے عام انسانوں کے خوشگوار انجام کی امید ہوں۔مگر جانتے ہو میں اس سے پہلے کیا تھا؟)

کے ایل کا انٹرنیشنل ائیرپورٹ اس وقت بھانت بھانت کی قوموں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔مختلف بولی بولنے والے مختلف

رنگ والے' مختلف لباس والے لوگ اپنے اپنے سامان اٹھائے آگے پیچھے جا رہے تھے۔کسی کو منزل مل چکی تھی۔کسی کو اب منزل کے لیے روانہ ہونا تھا۔کوئی تھکا ہوا تھا۔کوئی سفر کے لیے تازہ دم تھا۔

(میں اتنا عام سا انسان تھا کہ جب بھی امیر اور مشہور لوگ دیکھتا' اداس ہو جاتا۔احساس کمتری میں چلا جاتا۔وہ لوگ اتنے چمک دار چہروں والے' اتنے دولت مند اور متاثر کن ہوتے تھے کہ مجھے اپنا آپ پہلے سے زیادہ عام لگتا۔)

وہ دونوں کندھوں پہ بیگ پیک پہنے ائیرپورٹ کے باہر روڈ پہ کھڑی تھی۔اس نے پاؤں کو چھوتی سفید میکسی پہن رکھی تھی اور بالوں کی اونچی پونی بنا رکھی تھی۔ہوا سے چند لٹیں بار بار چہرے پہ آتیں جنہیں وہ ہٹا دیتی۔

(میں آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ نہیں پاتا تھا۔نہ مجھے اپنی رنگت اچھی لگتی نہ شخصیت۔میرے اندر کچھ بھی نہیں تھا جو کسی کو متاثر کر سکتا۔)

وہ اکیلی آئی تھی۔داتن اور ایڈا کو درست وقت نہیں معلوم تھا لیکن فاتح جانتا تھا۔کیا وہ آئے گا؟

(اور پھر میں ملا ایک لڑکی سے۔اور ایک آدمی سے۔اور انہوں نے مجھے بتایا کہ ہاں' میں ان چمک دار لوگوں جیسا نہیں بن سکتا لیکن یہ لوگ بھی مجھ جیسے نہیں بن سکتے۔)

وہ سفید جوگرز سے قدم اٹھاتی اندر آ رہی تھی۔وہاں روشنیوں کی ایک نئی دنیا تھی۔بیگز اٹھائے لوگ آ جا رہے تھے۔ایک دوسرے سے بے نیاز صرف اپنی منزل کو فوکس میں رکھے۔

کیا فاتح اس کو الوداع کہنے آئے گا؟ کیا وہ اس کو روکنے آئے گا؟

(میں نے جانا کہ یہ سارے امیر اور خوبصورت لوگ ایک جیسے ہیں۔لیکن میں ان جیسا نہیں ہوں۔مجھے ان جیسا بننا بھی نہیں ہے۔مجھے اپنی نظروں میں معتبر بننا ہے۔)

وہ آگے بڑھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

اور اگر وہ آیا تو کیا وہ رک جائے گی؟

(اس لڑکی نے مجھے یہ سکھایا کہ مجھے اپنا بہترین ورژن بننا ہے۔پھر مجھے کسی کے چہرے کی چمک متاثر نہیں کرے گی۔)

ائیرپورٹ میں قدم قدم چلتی تالیہ کو پتہ نہیں کیوں یقین تھا کہ وہ آئے گا۔جیسے فلموں میں ہوتا ہے۔وہ آئے گا اور اس سے کہے گا کہ وہ رک جائے۔اس دفعہ وہ اس کو ناں نہیں کر پائے گی اور اپنا ٹکٹ پھاڑ دے گی۔وہ رک جائے گی۔

(یوں میں نے خود سے سچا بننا سیکھ لیا۔میں نے اپنے اصل ٹیلنٹ کو پہچان لیا۔میں اپنی نظروں میں خوبصورت بنتا گیا تو دنیا والوں کی نظریں بھی مجھ سے متاثر ہونے لگیں۔)

وہ اب اپنا پاسپورٹ لیے قطار میں کھڑی تھی۔گردن موڑے وہ متلاشی نگاہوں سے پیچھے دیکھ رہی تھی۔کیا معلوم وہ وہیں کہیں ہو اور اسے تلاش کر رہا ہو؟

(یہاں تک کہ میری شخصیت ان چمک دار لوگوں سے زیادہ متاثر کن ہوگئی جس کبھی احساس کمتری میں مبتلا کرتے تھے۔لیکن پھر مجھے ایک چمک دار چہرے والی لڑکی سے محبت ہوگئی۔نہیں ہونی چاہیے تھی۔)

کیا وہ واقعی اس کے روکنے پہ رک جائے گی؟مگر وہ تو دنیا کا سفر کرنے جا رہی تھی۔وہ تو ملکوں ملکوں پھرنے جا رہی تھی۔وہ تو اپنی تلاش کے سفر پہ روانہ ہو رہی تھی۔پھر وہ کیوں رکے گی؟

(کیونکہ اس محبت نے مجھے سمجھایا کہ ہر انسان کا ایک دائرہ ہوتا ہے۔سب اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔کچھ لوگوں کا دائرہ ہم سے کبھی مل نہیں پاتا۔)

وہ سر جھٹک کے آگے بڑھ گئی۔کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھی عورت اب اس کو اس کا بورڈنگ پاس دے رہی تھی۔تالیہ نے پاس پکڑا اور آگے بڑھ گئی۔

(میں نے جان لیا کہ میرا اور اس کا دائرہ مختلف ہے۔ہمارا دائرہ ایک دوسرے میں ضم نہیں ہوسکتا۔مجھے اپنے دائرے میں چلنا ہے اور اسے اپنے دائرے میں۔)

وہ ایک لمحے کے لیے رکی اور مڑ کے دیکھا۔دائیں سے بائیں ائیر پورٹ کے اس حصے میں نگاہ دوڑائی۔ہر چہرے کو دیکھا۔وہ وہاں نہیں تھا۔وہ نہیں آیا تھا۔

(میں نے یہ بھی جان لیا کہ اس کا دائرہ کسی اور سے ملتا ہے۔وہ دونوں چمک دار چہروں والے لوگ ہیں۔میرے جیسے لوگ ان جیسے کبھی نہیں بن سکتے۔اور وہ مجھ جیسے نہیں ہوسکتے۔پھر میں اپنا دائرہ چھوڑ کے کیوں بھٹک جاؤں؟)

اس نے گہری سانس لی اور آگے بورڈنگ لاؤنج کی طرف بڑھ گئی۔اب وہ چاہتا بھی تو اس کے پیچھے وہاں نہیں آسکتا تھا۔لاؤنج کے اندر آ کے اس نے صوفے پہ اپنا بیک پیک دھرا اور خود ساتھ بیٹھ گئی۔نظریں گھڑی کی طرف اٹھ گئیں۔بورڈنگ شروع ہونے میں پچاس منٹ رہتے تھے۔

(اور تب میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے کسی دوسرے کے دائرے میں نہیں جانا۔بلکہ وہ محبت کرنے والوں کو ان کے دائرے میں رہنے دینا ہے۔)

تالیہ نے اپنے سیل فون کو دیکھا۔کوئی کال نہیں۔کوئی میسج' ای میل کچھ بھی نہیں۔

کیا وہ فاتح کے روکنے پہ رک جائے گی؟کیا اسے رک جانا چاہیے؟

(اپنی محبت سے موو آن کرنے کا فیصلہ دل کاٹ دیتا ہے۔اس کے بعد انسان دنیا میں یوں چل پھر رہا ہوتا ہے جیسے اندر سے مر چکا ہو۔کسی بھٹکتی روح کی طرح۔)

ہاں۔وہ رک جائے گی۔کسی نے اندر سے کہا۔تو پھر اس سفر کا کیا؟ وہ سفر جو اس کے لیے ضروری تھا؟

اس نے سر ہاتھوں میں گرا دیا۔ذہن الجھتا جا رہا تھا۔

(اس فیصلے کا غم ختم ہونے میں عرصہ لگ جاتا ہے۔لیکن مجھے امید ہے کہ ایک نہ ایک دن یہ غم ختم ہو جائے گا۔)

یہ پہلی دفعہ نہیں تھا جب وہ فاتح کو چھوڑ کے جا رہی تھی۔وہ اس کے پیچھے اس کا انتظار کیا کرتا تھا۔

وہ قدیم ملاکہ میں ایک پنجرے میں قید تھے۔ایڈم اور تالیہ نکل آئے لیکن فاتح نہیں نکل سکا۔

اسے دولت امان کے آفیسرز گرفتار کر کے لے گئے تھے۔اور اس کے انتظار میں وان فاتح روز وہاں آتا تھا۔اس کے لیے خط لکھتا تھا۔

مراد نے فاتح کو سلاخ دے ماری تھی۔وہ غصے میں فاتح اور ایڈم کو چھوڑ کے مراد کے پیچھے لپکی تھی اور وہ چھ برس تک اس کا انتظار کرتا رہا تھا۔

(مجھے جس سے محبت ہوئی' وہ کسی اور کے ساتھ اپنی زندگی گزارنا چاہتی ہے۔کچھ لوگ ہمارے لیے نہیں ہوتے۔ہم دعائیں کریں یا جادو' وہ ہمیں نہیں ملیں گے۔ان لوگوں کے ملنے کی خواہش کو ترک کرنا دل مار دیتا ہے۔)

وہ اس کے پیچھے آتا تھا۔یا اس کا انتظار کرتا تھا۔پھر آج کیوں نہیں آیا؟

(اور میں ایڈم بن محمد اپنا دل اس امید پہ مار رہا ہوں کہ کبھی نہ کبھی میرا یہ زخم بھر جائے گا۔کبھی تو میرا خدا میرے دل کو پھر سے تندرست کر دے گا۔)

بورڈنگ میں اب پچیس منٹ رہتے تھے۔تالیہ نے فون اٹھایا اور فاتح کے گھر کا نمبر ملایا۔

"ہیلو؟" کسی ملازم نے اٹھایا۔

"کیا وان فاتح گھر پہ ہیں؟"

"جی۔وہ اسٹڈی میں ہیں۔آپ کون؟" اس نے بنا کچھ کہے فون رکھ دیا۔

(لیکن اب اس زخمی دل کے ساتھ میں آگے کیسے بڑھوں؟ موو آن کیسے کروں؟ کوئی دوست' کوئی غمگسار' کوئی ہے میری مدد کے لیے یہاں؟)

وہ گھر پہ تھا؟ اس نے بے یقینی سے فون کو دیکھا۔اس کا گھر پتراجایا میں تھا۔ائیر پورٹ سے قریباً گھنٹے بھر کی مسافت پہ۔

وہ اگر آتا بھی تو پچیس منٹ میں یہاں نہیں پہنچ سکتا تھا۔

وان فاتح اس کورڈ کنے نہیں آئے گا۔اس کورڈ کنے کوئی نہیں آئے گا۔

(کچھ فیز ہوتے ہیں جن میں ہمارے اپنے ہمیں بچاتے ہیں۔کسی تاریک گلی میں گرے پڑے مرتے ہوئے انسان کو بچا لیتے ہیں۔لیکن ہر فیز میں ہمیں نہیں بچایا جاتا۔)

تالیہ نے بورڈنگ پاس اونچا کر کے دیکھا۔اسے عقب میں دیوار پہ لگی گھڑی نظر آرہی تھی۔کوئی اس کورڈ کنے نہیں آنے والا تھا۔

(کچھ فیز ایسے ہوتے ہیں جن میں کوئی کسی کو بچانے نہیں آتا۔مووآن کرنے کا فیز بھی ایسا ہی ہے۔)

وہ اٹھی۔بیک پیک کندھوں پہ ڈالا اور اس دروازے کی سمت بڑھی جس سے وہ آئی تھی۔

(یہ سفر انسان کو تنہا کرنا پڑتا ہے۔اس میں اپنی بھلائی کے فیصلے بھی اسے تنہا کرنے پڑتے ہیں۔)

واپس باہر نکل کے وہ سیدھی ایک کچرے کے کین تک آئی۔بورڈنگ پاس کے دو ٹکڑے کیے اور اسے کین میں اچھال دیا۔

(اس فیز میں کوئی اس کی مدد نہیں کر سکتا۔کوئی اس کو اس کی مشکل سے نہیں نکال سکتا۔زندگی کے سب سے بڑے فیصلوں میں انسان تنہا ہوتا ہے۔)

اب وہ تیز قدموں سے ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھ رہی تھی۔اس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔

(اور ہم سب کو اپنے مشکل فیصلے خود کرنے کی عادت ڈال لینی چاہیے۔کسی دوسرے کے آنے کا انتظار کیے بغیر۔)

وہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھی شیشے سے باہر بھاگتی عمارتوں کو دیکھ رہی تھی۔انسان ساری دنیا کا سفر جس خوشی کی تلاش میں کرتا ہے وہ اس کے اپنے شہر اور اپنے گھر میں اس کا انتظار کر رہی ہوتی ہے۔

(کیونکہ اگر ہم اپنی محبت کھو بھی دیں...تب بھی ایک شے ہمارے پاس باقی رہتی ہے۔وقت۔)

وہ فاتح کے گھر میں داخل ہوتے ہی سیدھی اسٹڈی کی طرف بڑھی تھی۔

(کسی کو اللہ نے شکل زیادہ اچھی دی ہے اور کسی کو دولت۔ہر شے میں اللہ کی تقسیم مختلف ہے۔لیکن وقت ہر ایک کو برابر کا ملتا ہے۔غلام کو بھی۔بادشاہ کو بھی۔سب سے بڑا کنگال وہ ہوتا ہے جو وقت ضائع کرے۔)

اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ اسٹڈی کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

(صرف ایک چیز محبت کے زخم پہ مرہم رکھتی ہے۔تندرست نہیں کرتی لیکن مرہم ضرور رکھتی ہے۔اور وہ ہے خود کو کسی نئے خواب کی جستجو میں چھوڑ دینا۔ایڈم بن محمد نے بھی ایک نیا خواب چن لیا ہے۔)

....

وان فاتح نے دروازہ کھولا۔ وہ کسی اور کے گمان میں کچھ کہنے لگا تھا۔ اسے دیکھ کے وہ رک گیا۔

چند لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے۔ دونوں کے درمیان بس ایک کھلا دروازہ تھا۔ اور اس کو پار کرنا وقت کے دروازوں کو پار کرنے سے زیادہ مشکل فیصلہ ثابت ہوا تھا۔

یہ فیصلہ تالیہ مراد کو تنہا ہی کرنا تھا۔

''آپ نے کہا تھا' کبھی مجھ سے ملنے آؤ۔ حالم۔'' وہ نم آنکھوں سے مسکرائی۔

''اور میں نے کہا تھا کہ کیا تم کوشش نہیں کرنا چاہتیں؟'' اس نے مسکرا کے دروازہ کھول دیا اور خود پیچھے ہٹ گیا۔

''میں کرنا چاہتی ہوں۔'' تالیہ نے اثبات میں سر ہلایا اور چوکھٹ پار کی۔

''میں پوری دنیا کا سفر نہیں کرنا چاہتی فاتح۔ اگر ہم اندر سے ناخوش ہوں تو نہ بڑے گھر ہمیں خوش کر سکتے ہیں نہ ہی دنیا بھر کے خوبصورت نظارے۔ تنہا سفر بہت مشکل ہے۔ اور میں یہ نہیں کر سکتی۔ ہم مختلف ہیں تو کیا ہوا۔ ہم ایک دوسرے کو نہیں سمجھتے تو کیا ہوا۔ ہم ایک جیسے ہوتے تو زندگی بور رنگ ہو جاتی۔ ہم ایک کوشش کر سکتے ہیں۔ ساتھ رہنے کی۔ اپنا گھر خود بنانے کی۔''

وہ اسٹڈی کے وسط میں کھڑے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اس کا سفید بیک پیک ابھی تک اس کے کندھے پہ تھا۔ اور اس کی سیاہ آنکھوں میں نمی تھی۔

فاتح ٹیبل کے کنارے پہ بیٹھا اور مسکرا کے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا۔

''تم مجھے سمجھتی ہو یا نہیں۔۔ میں تالیہ کو اچھے سے سمجھتا ہوں۔ نہ میں سفید ہوں۔ نہ تم سیاہ ہو۔ ہر شخص کا اپنا رنگ ہوتا ہے۔ اور انسان اپنے اصل رنگ سے نہیں بھاگ سکتا۔ مجھے معلوم تھا تم واپس آ جاؤ گی۔ میں تمہارے انتظار میں تھا۔ ایک دن بعد یا ایک سال بعد۔ تم ضرور آؤ گی۔''

''اسی لیے آپ میرے پیچھے ایئر پورٹ نہیں آئے؟'' اس نے گلہ کیا۔

''نہیں۔ کیونکہ فلائیٹ مس کرنے کا فیصلہ تمہیں اور صرف تمہیں کرنا تھا۔ اور مجھے امید تھی تم یہ ضرور کرو گی۔ میں نے کہا نا' میں تمہیں جانتا ہوں۔'' اس کے سامنے کھڑے ہوئے وہ مسکرا کے کہہ رہا تھا۔ اس کا انداز پرسکون تھا۔ نرم اور اپنائیت لیے۔

''مجھے کیا معلوم کہ آپ کو یقین تھا یا نہیں۔'' اس نے ابرو اٹھایا۔

فاتح نے اس سے نظریں ہٹائے بغیر میز سے ایک فائل اٹھا کے اس کے سامنے کی۔

''میں ایک آرگنائیزیشن بنا رہا ہوں جس کا مقصد بے گناہ قیدیوں کو قانون کے شکنجے سے نکالنا ہے۔ لیکن مجھے کیسے معلوم

ہو گا کہ کون سا قیدی بے گناہ ہے اور کون جھوٹ بول رہا ہے۔ اس کے لیے مجھے ایک انویسٹی گیٹر چاہیے۔ اور میں نے اپنے لیے کس انویسٹی گیٹر کا نام لکھا ہے۔ تم دیکھ سکتی ہو۔" تالیہ نے خوشگوار حیرت سے فائل کھولی۔

وہاں انویسٹی گیٹر کے خانے میں ایک لفظ جگمگا رہا تھا۔

حالم۔

اور تالیہ بنت مراد کھلے دل سے مسکرا دی۔

وہ ایک دفعہ پھر ایک خواب بُن رہا تھا اور وہ اس خواب میں اس کا ساتھ دینے کے لیے ہمیشہ کی طرح تیار تھی۔

....

دو ماہ بعد

بہار 2023

وہ ایک روشن دن تھا۔ نہ دھوپ تیز تھی نہ چھایا بہت ٹھنڈی تھی۔ بہار کی خوشگوار ہوا سارے میں چل رہی تھی۔

کوآلالمپور کے ڈاؤن ٹاؤن میں ٹریفک سست روی سے چل رہی تھی۔ سڑک کے دونوں اطراف خوبصورت فٹ پاتھ بنے تھے جن پہ لوگ دونوں اطراف میں چلتے ہوئے جا رہے تھے۔

ایسے میں صوفی ایک گتے کی ٹرے میں کافی کے چار بڑے کپ پھنسائے تیز تیز چل رہی تھی۔ تیز چلنے سے اس کی بالیاں جھول رہی تھیں اور ماتھے پہ خفاسی سلوٹیں دکھائی دیتی تھیں۔

اسٹریٹ کے وسط میں اس نے ایک شیشے کا دروازہ کھولا۔ دروازے کے اوپر ایک پلیٹ لگی تھی جس پہ تحریر تھا۔

"ایڈم بن محمد... کیمپئین آفس۔"

صوفی اندر داخل ہوئی تو وہاں باہر سے زیادہ شور سنائی دیا۔ وہ ایک شاپ تھی جو حال ہی میں کرائے پہ لی گئی تھی۔ فرش اور دیواریں خالی تھیں۔ نیا فرنیچر ایک کونے میں رکھا تھا۔ چند ورکرز بھاگتے دوڑتے کام کاج کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ کوئی انٹرنیٹ کی وائرز لگا رہا تھا۔ کوئی کمپیوٹرز سیٹ کر رہا تھا۔ کوئی ہدایات دے رہا تھا۔

ایک بڑی شاپ کے تین حصے کر کے درمیان میں دروازے لگائے جا رہے تھے۔ ایک آفس نما کمرے میں صد شکر کہ میز رکھی تھی۔ اس کے پیچھے ایڈم بن محمد بیٹھا تھا۔ وہ لیپ ٹاپ کھولے ساتھ کھڑے لڑکے کو اسکرین پہ کچھ دکھاتا ہدایات دے رہا تھا۔

صوفی اس کی طرف آئی اور کافی کی ٹرے میز پہ رکھی۔

''آپ کی کافی.. باس!'' اس کا کپ ذکائل کے سامنے رکھا۔

''تھینک یو' صوفی۔'' ایڈم نے مسکرا کے کپ اٹھایا تو صوفی نے دونوں آنکھیں پھیلا کے تعجب سے اسے دیکھا۔

''جب آپ نے کہا تھا کہ آپ وان فاتح کی چھوڑی نشست پہ الیکشن لڑیں گے تو مجھے یقین نہیں آیا تھا کہ آپ سیاست میں آسکتے ہیں۔ لیکن... واؤ... آپ تو مجھ سے خوش اخلاقی سے بات کرنے لگے ہیں۔ آپ کا مستقبل روشن ہے' باس۔''

ایڈم نے جواباً کچھ تیکھا نہیں کہا۔ بلکہ مسکرا کے کافی کا گھونٹ بھرا۔ پھر میز کے پیچھے سے نکلا اور آگے بڑھ گیا۔ صوفی نے دوسری کپ وہاں کھڑے نوجوان کو تھمایا اور ٹرے لیے ایڈم کے پیچھے آئی۔

''نہیں... بینر کو ذرا دائیں جانب کرو...'' وہ کافی کپ پکڑے' گردن اٹھائے' سامنے والی دیوار پہ بینر آویزاں کرتے ورکرز کو کہہ رہا تھا۔ وہ سیڑھی پہ چڑھ کے چھت کے قریب بینر کو چسپاں کر رہے تھے۔ بینر ابھی اکٹھا تھا سو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ اس میں کیا لکھا گیا ہے۔

صوفی ٹرے میں دونوں کپ لیے کھڑی وہیں ان نوجوانوں کو بینر آویزاں کرتے دیکھنے لگی۔ پھر کھنکھاری۔

''کہہ دو' صوفی۔ یہی کہنا چاہتی ہو نا کہ میں الیکشن ہار جاؤں گا؟''

''آپ کے پولز اچھے جا رہے ہیں۔ آپٹکس بھی آپ کے حق میں ہیں۔ لیکن...'' اس نے سوچنے والے انداز میں کہا۔ ''آپ کو یقین ہے کہ آپ ایک ممبر پارلیمنٹ بننا چاہتے ہیں؟''

ایڈم نے چہرہ اس کی طرف موڑا تو لبوں پہ مسکراہٹ اور آنکھوں میں چمک تھی۔

''پتہ ہے صوفی... میں کتنی کتابیں لکھ لوں... میں کتنے شوز کر لوں.. میں کتنا بول لوں... میں ملک میں اصل تبدیلی نہیں لا سکتا جب تک میں پاور میں نہ ہوں۔ اگر میں ممبر پارلیمنٹ بن گیا تو میرے پاس اختیار ہوگا۔ میں پالیسیز بنا سکوں گا۔ میں کچھ پریکٹیکل کر سکوں گا۔''

''اور آپ کی رائیٹنگ؟''

''وہ ساتھ ساتھ چلتی رہے گی۔ جیسے بہت سے سیاستدان کتابیں لکھتے ہیں' میں بھی لکھتا رہوں گا۔'' وہ مسکرا کے واپس دیوار کو دیکھنے لگا۔ ''تھوڑا سا اور دائیں جانب۔'' اونچی آواز میں ہدایت دی۔

''آپ یہ کیوں کرنا چاہتے ہیں؟''

''کیونکہ میں وان فاتح کی جگہ ہوتا تو وہ غلطیاں نہ کرتا جو انہوں نے کیں۔ ان کے کچھ فیصلے غلط تھے۔ صرف ان پہ تنقید کرنا مسئلے کا حل نہیں ہے۔ میں ان کی جگہ لے کر درست فیصلے کرنا چاہتا ہوں۔'' گھونٹ بھر کے کپ نیچے کیا اور مسکرا کے بولا۔

"مجھے 'صوفی' ایک نیا خواب مل چکا ہے۔"

"ایک نئی کافی لانے والی لڑکی بھی رکھ لیں۔ اب میرے کام بھی بڑھ چکے ہیں۔" وہ منہ بنا کے پیچھے سے پکار کے بولی۔

ایڈم اسے نظر انداز کیے ہال نما شاپ کے دوسرے کونے کی جانب بڑھ گیا۔ وہاں ایک میز پہ دو ورکرز کھڑے کمپیوٹرز سیٹ کر رہے تھے۔ داتن ان کے سر پہ کھڑی ہدایات دے رہی تھی۔ ایڈم کی طرف اس کی پشت تھی۔

"تھینک یو... داتن۔" اس نے مسکرا کے اسے مخاطب کیا تو وہ گھومی۔ عینک کے اوپر سے اسے دیکھا۔ اور کندھے اچکائے۔

"اب تم غلطی کرنے کا سوچ ہی چکے ہو تو ظاہر ہے مجھے تمہارا ساتھ دینا پڑے گا۔" گہری سانس لے کر بولی۔

"ہاں نا... آخر دوست کس لیے ہوتے ہیں؟" وہ مسکرا کے اطراف میں دیکھ رہا تھا۔ اتنے دن سے اس آفس پہ کام جاری تھا اور بالآخر اس کی شکل نکلتی آ رہی تھی۔

"تمہارے مخالف امیدوار پہ میں نے اپوزیشن ریسرچ کی ہے۔ تمہارے کام آئے گی۔" داتن نے معنی خیز انداز میں ایک فولڈر اس کے سامنے رکھا۔ وہ اسے دیکھ کے سوچ کے بولا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے... میں یہ الیکشن جیت جاؤں گا؟"

"مجھے لگتا ہے کہ تم جیت بھی جاؤ.. تب بھی سیاست میں آنا تمہاری غلطی ہے... اور ہر انسان کو اپنی غلطی خود کرنے دینی چاہیے۔"

"اچھا... اگر میں اتنا غلط ہوں تو آپ میرا ساتھ کیوں دے رہی ہیں؟"

"کیونکہ لڑکے... الیکشن اس دنیا کا مہذب ترین 'کون' ہے۔ اور میں اس کون گیم کا حصہ ضرور بننا چاہوں گی۔"

داتن مسکرا کے بولی۔ "اور تم اگر ممبر پارلیمنٹ بننے میں خوش ہو تو میں بھی خوش ہوں۔"

"ممبر پارلیمنٹ؟ اونہوں۔" ایڈم نے کافی کا گھونٹ بھرا اور اسے باہر آنے کا اشارہ کیا۔ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہال کے وسط میں آئے۔ نوجوان اب بینر چسپاں کر چکے تھے۔ ایک نے ڈوری کھولی اور نیچے گرا دی۔ کسی آبشار کی طرح بینر نیچے گرا اور ساری دیوار پہ چھا گیا۔

"میں ممبر پارلیمنٹ نہیں... ایک دن اپنے ملک کا وزیر اعظم بنوں گا... لیانہ صابری۔"

"وزیر اعظم؟" لیانہ نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"ہاں... کیونکہ اگر میرا خواب مجھے ڈرائے گا نہیں تو یہ بڑا خواب نہیں ہوگا۔"

وہ چہرہ موڑ کے دیوار کو دیکھنے لگا۔ وہاں نیلے رنگ کے انتخابی نشان کے ساتھ ایڈم کا سوٹ میں ملبوس فل سائز پورٹریٹ

نظر آ رہا تھا۔ سارے ورکرز اور راستا فرز اپنے اپنے کام روک کے اس خوبصورت اور بارعب پوسٹر کو دیکھ رہے تھے۔ گردنیں اٹھائے۔ آنکھوں میں چمک لیے۔ منہ سے واؤ کہتے.. توصیفی انداز میں سر دھنتے.....

ایک نئے خواب کا سفر شروع ہو چکا تھا۔

....

وہ ایک طویل سڑک تھی۔ شہر کے مضافات میں واقع یہ جگہ ایک ننھی سی پہاڑی کی مانند تھی۔ یہاں بے ہنگم ٹریفک کا شور تھا نہ دھواں۔ دور دور تک سبزہ زار تھا اور درمیان میں بنی یہ سڑک۔

سڑک کے دونوں اطراف میں چیری بلاسم کے درختوں کی قطار تھی۔ درخت اتنے گھنے تھے کہ دھوپ کا راستہ روکے ہوئے تھے۔ سڑک پہ چھایا سی تھی۔

درختوں کے اوپر تازہ تازہ پھول کھلے نظر آ رہے تھے۔ گلابی اور سفید پھول... اتنے نرم گویا کاٹن کینڈی ہوں.. یا... بادل کے ٹکڑے۔

ابھی پت جھڑ کا موسم ان پہ نہیں آیا تھا۔ وہ جوان تھے۔ اپنی خوبصورتی کے جوبن پہ تھے۔ نرم تھے لیکن ابھی کمزور نہیں پڑے تھے۔ ان پہ مشکل وقت کبھی نہ کبھی آنا تھا لیکن ابھی وہ اس سے محفوظ تھے۔ پورے قد سے بہار کی رعنائیاں لیے کھڑے تھے۔

سڑک کے اختتام پہ ایک گھر تھا۔ دو منزلہ لکڑی کا گھر جس کی مخروطی چھت بھی لکڑی کی بنی تھی۔ اس کی بالائی بالکونی کے کھلے دروازے سے لگتا تھا کہ وہ کسی کا گھر ہے۔

البتہ نچلی منزل کے ہال کمرے میں لگی میز کرسیوں سے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کوئی قہوہ خانہ تھا۔ دروازے پہ لگی لکڑی کی تختی پہ انگریزی میں "جیا" لکھا تھا۔

اندر آؤ تو وہ کوئی سیاحوں کے لیے خصوصی طور پہ بنائی کافی شاپ تھی۔ اس کو قدیم زمانے کے آرکیٹیکچر پہ آراستہ کیا گیا تھا۔ آئل پیسٹل سے بنی قدیم ملاکہ کی یادگار پینٹنگز۔ برتن بھی پرانی طرز کے تھے۔

البتہ دیوار پہ لگا مینیو نئے زمانے کا تھا۔ گو کہ ویٹرز پرانے زمانے کے سفید باجو کرنگ میں ملبوس تھے لیکن کافی کے روسٹ ہوئے بینز کی مہک بتاتی تھی کہ وہ ایک تھیمڈ کافی شاپ تھی۔

شاپ کے مالک بالائی منزل پہ رہتے تھے۔ باہر سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کی رہائش گاہ چھوٹی اور سادہ سی ہے۔ شہر سے دور... خوبصورت مگر سادہ سے طرز زندگی۔ اور سامنے چیری بلاسم کے درختوں کی قطار۔

درختوں کی اس دو رویہ قطار کے ساتھ ایک جگہ سڑک کنارے ایک بنچ رکھا تھا۔

اس بنچ پہ فاتح بیٹھا تھا۔ سیاہ ڈریس شرٹ پہنے' آستین پیچھے کو موڑے' وہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے' ایک فائل کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ دفعتاً اس نے سر اٹھا کے دیکھا تو سامنے کافی شاپ سے تالیہ چلی آ رہی تھی۔

اس کے کھلے بال کندھوں سے نیچے گر رہے تھے۔ اس نے سادہ با جو کرنگ پہن رکھا تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی جس سے بال اڑ اڑ رہے تھے۔ اس کے ہاتھ میں کافی کے دو مگ تھے۔ فاتح نے اسے دیکھا اور مسکرایا۔ وہ بھی مسکرا دی۔ پھر قریب آئی اور ایک مگ اسے تھمایا۔"""

"تھینک یو۔" اس نے مسکرا کے مگ تھاما۔ وہ اپنا مگ لیے ساتھ بیٹھی اور گردن اٹھا کے درختوں کو دیکھا۔

"ساکورا بانامی... بالآخر ان درختوں نے پھول اٹھا لیے ہیں۔"

"ہاں۔ اور دیکھو یہ کتنے خوبصورت ہو گئے ہیں۔ جب ہم نے یہ گھر لیا تھا تب یہ ویران اور خالی تھے۔ لیکن وقت انسان کو پھل دے دیتا ہے۔" وہ دونوں ساتھ ساتھ بنچ پہ بیٹھے درختوں پہ آئی بہار دیکھ رہے تھے۔

"وقت۔" وہ مسکرائی۔ پھر جیسے کچھ یاد آیا۔ "آپ کی سکندر سے بات ہوئی؟"

"وہ کال کر لے گا۔" وہ مطمئن تھا۔ جب تالیہ ان کی فیملی کا حصہ بنی تو سکندر اور جولیانہ نے ان کے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا تھا۔ جولیانہ نے کہا کہ وہ بورڈنگ شفٹ ہونا چاہتی ہے اور زندگی میں پہلی دفعہ ایک نارمل ہائی اسکول مین داخلہ لینا چاہتی ہے۔ سکندر اپنی یونیورسٹی کے ہاسٹل میں شفٹ ہو گیا تھا۔ جولیانہ باپ کو فون کرتی تھی اور ایک دفعہ ملنے بھی آئی تھی لیکن سکندر نے رابطہ منقطع کر رکھا تھا۔

"اور اگر اس کی ناراضی ختم نہ ہوئی؟" تالیہ نے افسوس سے پوچھا۔

"تالیہ... اگر مجھے لگتا کہ وہ اپنی ناراضی ختم نہیں کرے گا تو میں اسے ہاسٹل نہ جانے دیتا۔ وہ میرا بیٹا ہے۔ میں اسے جانتا ہوں۔ وہ چند ماہ میں ٹھیک ہو جائے گا۔"

وہ مسکرا دی۔ جو شخص اس کے ساتھ بیٹھا تھا وہ ایسا ہی تھا۔ ہر حالت میں پر امید۔ ہر شخص کے اندر کی اچھائی پہ یقین رکھنے والا۔

"فاتح... میں خوش ہوں۔ اس بات پہ کہ میں نے درست فیصلہ کیا۔" ہوا چیری بلاسم کی شاخوں کے درمیان سے سرسراتی ہوئی گزر رہی تھی۔ وہ دونوں ایک گلابی لبادہ اوڑھے درخت تلے بیٹھے تھے۔ تالیہ بول رہی تھی اور وہ مسکراتے ہوئے اسے سن رہا تھا۔ ہوا سے اس کے بال پیچھے کو اڑ رہے تھے۔

"اگر اس روز میں آپ کو چھوڑ کے چلی جاتی تو میں بہت اکیلی رہ جاتی۔ میں دنیا میں کھو جاتی اور میری دنیا میرے اندر کھو

جاتی۔ میں یہ نہیں کہتی کہ اب میں نے خود کو دریافت کر لیا ہے لیکن میں کوشش کر رہی ہوں۔" پھر اس نے فاتح کے ہاتھ میں پکڑی فائل کو دیکھا۔ "ان لوگوں کے کام آنا... ان کے لیے عدالتوں میں لڑنا... یہ بہت ٹھہرا ہوا پوئٹک ہے' فاتح۔ مجھے یہ سکون دنیا کی کسی وادی' کسی ساحل پہ نہ ملتا۔ اگر میں آپ کو چھوڑ جاتی تو میں بہت اکیلی رہ جاتی۔"

وہ یہ اعتراف آج کل اکثر کیا کرتی تھی۔ بالآخر وہ خوش تھی اور اپنی خوشی اسے تعجب میں مبتلا کر دیتی تھی۔

"اور میں بھی اس بات پہ خوش ہوں کہ تم نہیں گئیں۔ مجھے یقین تھا کہ تم نہیں جاؤ گی۔ جب میرے ہاتھ سے کرسی نکلی تو بہت سے لوگ ساتھ چھوڑ گئے' صرف تم نہیں گئیں۔ لیکن تالیہ اگر تم چلی جاتیں تو میرے پاس کچھ بھی نہ بچتا۔ میں نہیں جانتا کہ اصل محبت کیا ہوتی ہے۔ عصرہ کہا کرتی تھی کہ وان فاتح کو صرف وان فاتح سے محبت ہے۔ یا شاید آریانہ سے۔" وہ یاد کر کے سوگوار سا مسکرایا۔ "لیکن جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ وہ محبت سے زیادہ قیمتی ہے۔ اس لیے.. میں بھی خوش ہوں کہ تم نہیں گئیں۔"

ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا تو تالیہ نے پل بھر کو آنکھیں موند لیں۔ پھر گردن اٹھا کے اوپر دیکھا۔ سر پہ گلابی پھولوں کی چھاتا تنی تھی۔

"میں کبھی کبھی اس بات پہ حیران ہو جاتی ہوں کہ میں بالآخر خوش کیسے ہوں۔ میں کبھی زندگی میں ایک لمبا عرصہ اتنا خوش نہیں رہی۔"

"کیا اب تمہیں وہ سفید ہرن نظر آتا ہے؟"

"بہت کم۔" وہ اوپر نظر آتے پھولوں اور ان کے جھرنے کے سے دکھائی دیتے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔

"لیکن میں خوش ہوں کہ اب مجھے وہ خواب بھی نہیں دکھائی دیتے۔ مجھے زندگی unpredictable اچھی لگ رہی ہے۔ کسی ایک خواہش کے پیچھے اندھا دھند بھاگنے کے بجائے... سکون سے لوگوں کے کام آنا... اور سادگی سے رہنا... مستقبل کی فکر اور ماضی کے ملال سے خود کو آزاد کر کے رہنا اچھا لگ رہا ہے۔ لیکن فاتح..." اس نے گردن نیچے کی اور اس کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں ڈر سا تھا۔

"کیا یہ سب ہمیشہ ایسا رہے گا؟ ہم ہمیشہ ایسے خوش رہیں گے؟"

اس نے گہری سانس لی۔ کافی کا آخری گھونٹ بھرا اور فائل بند کی۔

"نہیں تالیہ۔ وقت ایک سا کبھی نہیں رہتا۔ یہ سارے چیری بلاسم بھی ایک دن گر جائیں گے۔ اگلے بہار میں یہ درخت پھر سے پھول اٹھا لیں گے۔ درخت کبھی پھول دیتا ہے۔ کبھی پھل۔ اور کبھی اس پہ پت جھڑ کا وقت آ جاتا ہے۔ شاید کچھ عرصے

بعد ہم دونوں بھی ایک بورنگ رومینٹک کپل بن جائیں۔ لیکن یہ اہم نہیں ہے۔ اہم یہ ہوتا ہے کہ انسان پہ جیسا بھی وقت آئے...وہ اپنی ذات سے دوسرے انسانوں کی بھلائی کے کام کرتا رہے۔"

"اور ان کاموں کے لئے اگر ہم ابھی شہر کے لیے نہ نکلے تو ہمیں دیر ہو جائے گی۔" وہ دونوں ایک ساتھ اٹھے۔ تالیہ نے خالی مگ کچرے کے کین میں ڈالے۔ پیچھے مڑ کے کافی شاپ کے دروازے پہ کھڑے ہیڈ ویٹر کو ہاتھ ہلایا۔ اس نے ماتھے تک ہاتھ لے جا کر سلام کیا۔ پھر وہ فاتح کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

چیری بلاسم کے درختوں کے سایے میں وہ دونوں چلتے جا رہے تھے۔

"آپ ہمیشہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ آپ نہیں جانتے محبت کیا ہوتی ہے؟" وہ آگے بڑھتے ہوئے بولی۔ "میں تو ہمیشہ بڑے فخر سے کہتی ہوں کہ مجھے آپ سے محبت تھی اسی لیے میں اس روز ائیر پورٹ سے واپس آئی۔"

"کیا ہر بات بار بار بتانا ضروری ہے کیا؟" وہ گہری سانس لے کر بولا۔ وہ دونوں اب بینچ سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ یہاں سے ان کی پشت دکھائی دے رہی تھی۔

"کچھ باتیں آپ ایک دفعہ بھی نہیں بتاتے۔"

"مثلاً؟"

"آپ نے مجھے کبھی نہیں بتایا کہ چابی کے بدلے آپ نے یان سوفو کو کیا دیا تھا؟" وہ مسکراہٹ دبا کے بولی۔ یہ بات اس کا فاتح کو تنگ کرنے کے لیے ایک ہتھیار کی حیثیت اختیار کر چکی تھی۔

"تالیہ...ریلیکس۔" اس نے گہری سانس لی۔ "میں نے اسے کچھ نہیں دیا تھا۔"

"آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس نے اپنے دل کی اچھائی کے ہاتھوں مجبور ہو کے ہمارے لیے چابی بنائی؟ ناممکن۔"

"میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں نے اسے کچھ نہیں دیا تھا۔ سوائے بھاگ جانے کے محفوظ راستے کے۔ اس نے بغاوت میں اپنی جان بچالی...کیا یہی کافی نہیں ہے؟" وہ دونوں اب دور سے بہت چھوٹے نظر آ رہے تھے۔ ان کی آوازیں مدھم ہو چکی تھیں۔

ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا۔ اور بینچ کے قریب ایک گلابی چیری بلاسم کا پھول ٹوٹ کے آن گرا۔

....

563 برس قبل قدیم ملاکہ کے سلطنت محل کے اس منظر میں واپس چلتے ہیں جب دان فاتح ملکہ یان سوفو کے سامنے کھڑا تھا۔

اس نے ایک رقعہ ملکہ کی طرف بڑھایا تھا۔ ملکہ نے کاغذ کی تہیں کھول کے اسے پڑھا۔ پھر چونک کے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔ پھر اس نے تمام کنیزوں اور غلاموں کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا۔

جب وہ دونوں تنہا رہ گئے تو ملکہ نے اسے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ سیاہ قبا میں ملبوس فاتح مسکرایا اور اس کے عین سامنے آ کھڑا ہوا۔

"بغاوت؟ میرے آقا کے خلاف بغاوت ہو رہی ہے؟ کیا تم بھی اس کا حصہ ہو؟" وہ تندی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

جواب میں فاتح وہ سب کہتا گیا جو وہ کہنے آیا تھا۔

"آپ یہ بات پہلے ہی جانتی ہیں کہ میں اور تاشہ وقت کے مسافر ہیں۔ ہمیں اپنی دنیا میں واپس جانا ہے۔ صرف آپ ہماری مدد کر سکتی ہیں۔ میں آپ کو راجہ کا سامان لا کے دے سکتا ہوں۔ آپ نے ہمیں چابی بنا کے دینی ہو گی۔"

"اور بدلے میں؟"

"بدلے میں میں آپ کو بغاوت کی خبر دے رہا ہوں۔ آپ یہاں سے فرار ہو کے اپنی جان بچا لیجئے گا۔"

"وان فاتح..." وہ مسکرائی۔ "تم نے اپنے پتے جلد دکھا دیے۔ بہت جلد۔ میں چابی بنانے سے انکار بھی کر سکتی ہوں اور بغاوت کے بارے میں تم پہلے ہی بتا چکے ہو۔ میرا کوئی نقصان نہیں ہو گا۔" اس نے رقعہ میز پہ ڈال دیا۔ "اور تمہیں کیوں لگا تھا کہ میں تمہیں چابی بنا دوں گی؟"

"میں آپ کو بدلے میں اس اطلاع سے زیادہ کچھ نہیں دے سکتا' ملکہ۔ آپ چاہیں تو مجھے چابی بنا کے نہ دیں۔ لیکن ہم اس چابی کو بنا کے آپ خود کو کیا کچھ دے سکتی ہیں' یہ سوچا ہے آپ نے؟"

ملکہ نے تھوک نگلا۔ اس کے تاثرات قدرے بدلے۔ "تمہاری پیشکش کیا ہے؟"

"میں نے کہا نا... میں آپ کو کچھ نہیں دے سکتا۔ لیکن... آپ خود کو ایک تحفہ دے سکتی ہیں۔ اس دنیا میں آپ کے لیے کچھ نہیں رکھا۔ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ چند سال بعد طاعون سے ہلاک ہو جائیں گی لیکن تب تک آپ کئی سال سے گمنامی میں ہوں گی۔ کسی کو نہیں معلوم کہ وہ سچ تھا یا جھوٹ۔ مستقبل کا حال کسی کو معلوم نہیں ہوتا' ملکہ۔ آپ اپنا مستقبل خود بنا سکتی ہیں۔"

یان سو فو کھڑی ہو گئی۔ اس کی رنگت گلابی پڑ چکی تھی۔ "کیا تم مجھے اپنی دنیا میں لے جا سکتے ہو؟"

"میں آپ کے لیے کچھ نہیں کروں گا۔ لیکن اگر آپ میرے لیے چابی بنا سکتی ہیں تو اپنے لیے چابی آپ کو خود بنانی ہو گی۔"

اس نے شانے اچکا دیے۔ "اور میری مدد کے بغیر آپ ایک چابی بھی نہیں بنا سکتیں۔"

وہ چند لمحے وہیں کھڑی رہی۔اس کے چہرے پہ ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔آنکھوں میں عجیب سا سحر چھانے لگا تھا۔

"تمہاری دنیا کیسی ہے ڈوان فاتح؟"

"آپ کی دنیا جیسی نہیں ہے۔"

"اونہوں...کچھ تو ہے اس دنیا میں جو تم دونوں ملاکہ کی حکمرانی کو ٹھوکر مار کے واپس اس میں جانا چاہتے ہو۔کچھ تو جادو کی ہے تمہاری دنیا میں۔" وہ پراسرار انداز میں مسکرائی۔"چلو آج سے ہم اپنی دشمنی ختم کرتے ہیں۔میں تمہارے لیے چابی بنا دوں گی۔اور تم مجھے یہاں سے جانے کا محفوظ راستہ دے دو گے۔"

فاتح نے اثبات میں سر کو جنبش دی۔وہ منظر وقت کی دھول میں تحلیل ہو گیا۔

....

واپس 2023 کے بہار کے موسم میں آتے ہیں۔

ملاکہ شہر کے اس قدیم چرچ کے اندر ایک اعترافی کمرہ بنا تھا۔وہ چرچ اب خالی تھا اور ویران تھا۔اندر ہوئی ذی نفس نہ تھا۔ایسے میں اس اعترافی کمرے کے فرش سے کھڑ پڑ کی آواز سنائی دینے لگی۔چرچ کے ہال میں پھرتے چوہے تیزے سے کونوں کھدروں میں جا دبکے۔

فرش میں بنا ڈھکن ہٹا کے ایک ہاتھ اوپر آیا۔پھر پورا وجود۔اوپر آ کے اس نے ڈھکن بند کیا۔چغے میں ملبوس اس وجود نے لباس سے گرد جھاڑی۔پھر اعترافی کمرے کا جالی دار دروازہ کھولا۔پھر اس نے چغے کی ٹوپی پیچھے گرائی اور گردن اٹھا کے اس قدیم چرچ کو دیکھا۔

یان سوفو کا چہرہ کھڑکی سے آتی مدھم روشنی میں بھی دمک رہا تھا۔وہ آج بھی ویسا ہی تھا۔دودھ کی طرح ملائم اور نازک۔

اس کے چغے کے اندر ایک پوٹلی بندھی تھی جس میں سونے چاندی اور قیمتی ہیروں سے مزین زیورات تھے۔گردن میں ایک زنجیر تھی جس سے ایک سنہری چابی لٹک رہی تھی۔یان سوفو قدم قدم چلتی...اردگرد تعجب سے دیکھتی...چرچ سے باہر نکلی...

دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے جھک کے چابی پہ پھونک ماری۔ایک پنکھ سا اس سے لگا...اور ہوا میں سست روی سے اڑنے لگا۔وہ اس پنکھ کا تعاقب کرنے کے لیے پلٹی تو ٹھٹھک کے رک گئی۔

اس کے سامنے ایک لمبی سڑک تھی۔سڑک کے گرد دور تک دکانیں تھیں۔ریستوارنٹ تھے۔وہاں تیز آوازیں تھیں۔زن سے گزرتی گاڑیاں تھیں۔وہ بے یقینی سے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتی گاڑیوں کو دیکھ رہی تھی۔وہ اتنی تیز چلتی

تھیں گویا کسی کے اوپر سے گزر جائیں گی۔

اس کی متحیر نظریں فٹ پاتھ پہ چلتے لوگوں پہ پڑیں۔انہوں نے بہت سے رنگ پہن رکھے تھے۔ایسے رنگ جو یان سوفو نے کبھی دیکھے بھی نہ تھے۔وہ چمکتے ہوئے ہنستے مسکراتے لوگ تھے۔ان کو ہاتھوں میں چمکتی چیزیں تھیں۔ان کے جوتے تک چمک رہے تھے۔

وہ پنکھ کے تعاقب میں آگے بڑھی لیکن اس کی متحیر نظریں ابھی تک اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔

سڑک کنارے جگہ جگہ کارٹ دھکیلتے لوگ کھڑے تھے۔ان کے کارٹ درنگ برنگی چیزیں تھیں۔گلابی روئی جیسی کپاس سے بنی چیزیں۔ ہر رنگ کے مشروب کی بوتلیں۔

آسمان سے زوردار چنگھاڑ سنائی دی تو اس نے گھبرا کے سر اٹھایا۔اس کے عین سر کے اوپر سے ایک اڑن کھٹولا تیزی سے گزرا تھا۔یان سوفو نے دھیرے سے چہرہ نیچے کیا۔سامنے کھڑا ایک شخص اپنے ہاتھ میں پکڑے ریموٹ کی مدد سے ایک ڈرون کیمرے کو فضا میں اڑا رہا تھا۔اس کا کیمرہ کسی اڑنے والی مکڑی کی طرح درختوں کے اوپر ہوا میں تیر رہا تھا۔

یان سوفو کے لب بالآخر مسکراہٹ میں ڈھلے۔یہ دنیا بہت خوبصورت تھی۔یہ دنیا جادوئی دنیا تھی۔شاہ چین کی بیٹی کو اس کو خوابوں کی طلسماتی سرزمین مل گئی تھی۔

لیکن اس سے پہلے اسے پمبورو کے راہبر کو ڈھونڈنا تھا۔وہ پنکھ کے پیچھے چپ چاپ چلتی گئی۔وہ اسے گھاس اور پارک کے اندر سے گزارتا آگے لے جا رہا تھا۔اس کے جادو نے اسے بتایا تھا کہ سابقہ پمبورو راہنما اپنا جادو اور ذہنی توازن دونوں کھو چکا تھا۔

اور پمبورو راہبر کی جگہ کبھی خالی نہیں رہتی۔وہ جگہ اب بھر چکی تھی۔اور جس نے اس جگہ کو بھرا تھا...یان سوفو اس کا چہرہ اپنے پیالے میں دیکھ چکی تھی۔اسے وہ چہرہ پسند آیا تھا۔

اسے وہ پنکھ اسی کے گھر لے جا رہا تھا۔

قریباً دس منٹ تک چلتے رہنے کے بعد بالآخر شاہ چین کی بیٹی ایک کالونی کے سرے پہ آ رکی۔اس کالونی میں گھروں کی ایک قطار تھی۔

وہ پنکھ تیسرے نمبر کے گھر کے گیٹ کے پاس زمین پہ گر گیا تھا۔

یان سوفو نے مسکراتی نظریں اٹھائیں۔اب اسے اس گھر کا دروازہ کھٹکھٹانا تھا اور شکار باز راہبر سے ملاقات کرنی تھی۔

راہبر کو معلوم تھا کہ وہ آ رہی ہے۔اور راہبر کو اس کا انتظار تھا۔

اس نے چغے کی ٹوپی پیچھے پھینکی اور پورے اعتماد سے آگے بڑھ گئی۔ پھر لکڑی کے گیٹ میں ہاتھ ڈال کے اسے کھولا اور اندر چلی آئی۔ اب وہ مرکزی دروازے کی طرف جا رہی تھی اور چھوٹے باغیچے میں لگے پھول اس کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔

سبز گھاس پہ اگے گہرے اور ہلکے نیلے پھول۔

جامنی اور پیلے پھول۔

سرخ اور نارنجی پھول۔

....

ختم شد